~~۲۲۱~~ ۱۵۴۴

استدلال الصحیح فی حیات المسیح

ثبت ۲۹۶۰

عمومی ۳ / جلد ۵

ورق ۹

ملکیت وقف [illegible] شهید مدرسه

محمدعلی زاده حسن [illegible] خود

[illegible]

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب لاجواب مسمّی بہ

الاستدلال الصحیح فی حیاتِ المسیح

از تالیفات سیف الاسلام جناب بابو محمد پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر و آنریری سیکرٹری
انجمن تائید اسلام لاہور

مصنف معیار عقاید قادیانی۔ بشارت محمدی فی ابطال رسالت قادیانی۔ تردید نبوت قادیانی۔ کرشن قادیانی۔ مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی۔ مجدد کون ہو سکتا ہے۔ تحقیق صحیح فی تردید قبر مسیح۔ تردید معیار صدق قادیانی۔ حضرت عیسےٰ کا دوبارہ آنا۔ تردید امامت کاذب۔ تردید ٹیٹر رسالہ لاہوری انجمن وغیرہ

جنوری سنہ ۱۹۲۳ء میں
[illegible] پریس لاہور میں باہتمام [illegible] صاحب مینجر مطبع کے شائع ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

برادران اسلام!

چونکہ مرزا صاحب کے دعاوی کی بنیاد وفات مسیح پر ہے اسواسطے اونہوں نے ابتدائی بحث وفات مسیح پر رکھی ہوئی ہے اور لکھتے ہیں کہ:-

"ہمارے اور مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات ہے۔ اگر حضرت عیسےٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور دلائل ہیچ۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں" (دیکھو حاشیہ مندرجہ صفحہ ۱۲ تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا صاحب)۔

اسی واسطے مرزائی صاحبان وفات مسیح "قرآن" سے ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ اور مسلمان انکے مقابل "حیات مسیح" ثابت کرتے ہیں۔

اگر مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کریں تو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) جھوٹا تسلیم کرنا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ عیسےٰ بیٹا مریم کا نبی اللہ اور رسول اللہ جسکو روح اللہ بھی کہتے ہیں اور جو مجھ سے پہلے گذرا ہے وہ آنیوالا ہے۔

اگر کوئی بدبخت یہ کہے کہ مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ قادیان پنجاب کے رہنے والا سچا مسیح موعود ہے تو اسکے صاف معنے یہ ہونگے کہ حضرت خلاصہ موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچی خبر نہ دی اور وہ مخبر صادق نہ تھا اور نہ اونکی وحی کامل تھی اور نہ اوسکا علم سچا تھا کہ آنا تھا غلام احمد ولد غلام مرتضےٰ اور حضور علیہ السلام نے امت کو غلط خبر دی کہ آنے والا عیسےٰ بن مریم نبی ناصری ہے پھر آنے والا قادیان میں آنا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دمشق میں نازل ہوگا۔ پھر اوس نے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان سے نازل ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول فوت ہونگے اور میرے مقبرہ میں مدفون ہوں گے مرزا صاحب کہتے ہیں نہیں۔ وہ تو فوت ہو چکے اور کشمیر میں جا دفن ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دجال مقام لُد جو بیت المقدس میں ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقتول ہوگا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں دجال مقام لدھیانہ میں قتل ہوگا۔ اور قتل تلوار سے نہیں قلم سے قتل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ ہر ایک بات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مرزا صاحب نے مخالفت کی ہے۔

مگر مرزا صاحب کی دینداری دیکھئے کہ حدیثوں کی تصحیح اپنے الہام سے کرتے ہیں یعنے جو حدیث مرزا صاحب کے الہام کے مطابق نہ ہو وہ ردی ہے۔ حالانکہ جمیع علماء محدثین کا اتفاق ہے کہ امتی کا الہام وحی کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وحی خاصہ ہے انبیا علیہم السلام کا اور امتی کا الہام ظنی ہے یقینی نہیں ہوتا۔ اور مسلمانوں کو تجربہ ہو چکا ہے۔ اور مرزا صاحب کے الہامات موجود ہیں کہ اونکے مضامین پُراز شرک اور غرور نفس پر مبنی ہیں۔ دیکھو

انت منی بمنزلۃ بروزی (مرزا تو ہمارا بروز یعنے ظہور ہے) (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹۳

انت منی بمنزلۃ ولدی (مرزا تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے) حقیقۃ الوحی ۸۹۔

یہ الہام اُس خدا کیطرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے جو قرآن اور محمد کا خدا ہے۔ جس نے

قرآن شریف میں لم یلد ولم یولد فرمایا ہو۔ اور مرزا صاحب تو وہی ہیں جو براہین احمدیہ میں مسیح کا دوبارہ آنا تسلیم کر چکے ہیں۔ (دیکھو براہین احمدیہ مصنفہ مرزا صاحب اصل عبارت یہ ہے

"اور جب حضرت مسیح اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائینگے تو اونکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائیگا (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹)

پھر اسی کتاب کے حاشیہ مندرجہ صفحہ ۵۰۵ نمبر ۳ میں لکھتے ہیں۔

"وہ زمانہ بھی آنیوالا ہے جب خدا تعالےٰ مجرمین کے لئے شدت اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اُترینگے" الخ

مرزائی صاحبان جواب دیں۔ بہر حال وہی الہام خدا کیطرف سے ہو سکتا ہے جو کہ قرآن شریف اور احادیث نبوی کے موافق ہے۔

اب دو الہام ہیں۔ ایک الہام قرآن شریف اور انجیل اور اجماع امت کے موافق ہے۔ اور دوسرا الہام اناجیل و قرآن شریف اور اجماع امت کے برخلاف ہے، پس جو مسلمان ہے اور جسکا دعوےٰ ہے کہ وہ مومن کتب اللہ اور رسل اللہ ہے اور جو حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اور ختم نبوت کا منکر نہیں وہ تو ہرگز ہرگز آسمانی کتابوں اور اجماع امت کے برخلاف یقین نہیں کر سکتا کہ مرزا غلام احمد کا الہام خدا کیطرف سے ہے۔ اور مسیح فوت ہو چکا ہے وہ نہیں آسکتا اور اوسکے رنگ میں مرزا غلام احمد آگیا۔ کیونکہ اگر کوئی بدبخت یہ مان لے تو ذیل کے باطل عقائد اوسکو تسلیم کرنے پڑینگے۔

اول۔ ختم نبوت کا منکر ضرور ہوگا جو کہ باجماع امت کفر ہے۔

دوم۔ مرزا صاحب کو نبی و رسول بھی یقین کرتا ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ نبی و رسول تھے۔ جب غیر عیسےٰ کوئی آئیگا تو جدید نبی بعد از حضرت خاتم النبیین آئیگا اور یہ کفر ہے۔

سوئم۔ مرزا غلام احمد کو خاتم الانبیا ماننا پڑیگا کیونکہ اس صورت میں آخر الانبیا وہی ہونگے۔

چہارم۔ امت محمدیہ آخر الامم نہ رہیگی۔ کیونکہ پھر جدید نبی کی امت آخرین امم ہوگی۔

پنجم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل البشر و افضل الرسل نہ رہینگے کیونکہ پھر محل نبوت کی تکمیل مرزا صاحب سے ہوگی۔

ششم۔ قرآن شریف آخر الکتب نہ رہے گا کیونکہ آخر الکتب مرزا غلام احمد کی وحی ہوگی۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں ؎

"ہمچو قرآں منزہ اش دانم

از خطاہا ہمیں ست ایمانم"

ہفتم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناقص نبی ثابت ہوں گے۔ کیونکہ کامل کے بعد ناقص نہیں آتا۔ ناقص کے بعد کامل اسلئے آتا ہے کہ اسکے نقائص کی تکمیل کرے۔

ہشتم۔ دین اسلام ناقص ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب نبی آتا ہے تو ضرورت ثابت ہوتی ہے اور ضرورت تب ہی ہوتی ہے کہ سابقہ دین ناقص ہوتا ہے۔

نہم۔ وفات مسیح تسلیم کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔ کیونکہ نص قرآنی وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ سے ثابت ہے اصالۃً نزول اشراط الساعۃ سے ایک شرط ہے۔ جب علامت قیامت سے انکار ہوگا تو اصل قیامت سے بھی انکار ہوگا۔ کیونکہ جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہوتا ہے اور قیامت کا منکر کافر ہے۔

دہم۔ اگر نزول مسیح بروزی رنگ میں درست تسلیم کرلیں تو جتنے کاذب مسیح گذرے ہیں سب سچے تسلیم کرنے پڑینگے۔ کیونکہ وہ بھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

کیسا بدبخت اور گمراہ و گمراہ کن بے ادب گستاخ دشمن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ شخص کہ حضور علیہ السلام کو جھٹلادے اور تمام افراد امت سے الگ ہوکر یہ اعتقاد بنالے کہ حضرت سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قرآن شریف سمجھ میں نہیں آیا تھا

اور آپکا ذہن ایسا ناقص تھا کہ وفاتِ مسیح ۳۰ دفعہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں فرمائی اور وہ نہ سمجھے اور ہر ایک حدیث میں جو کہ ستر کے قریب ہیں سب میں عیسےٰ بن مریم ہی فرماتے رہے۔ ایک جگہ بھی بروز و مثیل کا لفظ نہ فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی ۱۳ سو برس تک امت محمدی کو گمراہ رکھا کہ بروزی نزول نہ بتایا حالانکہ سلسلہ نزول وحی جاری تھا۔ اور خدا کا وعدہ بھی تھا کہ "قرآن کا سمجھانا ہمارا کام ہے" مگر خدا نے اپنا وعدہ پورا نہ فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ سمجھایا۔ بلکہ مرزا صاحب کو بھی براہین احمدیہ کے لکھنے کے وقت تک وفات مسیح کا معتقد نہ رکھا اور بقول مرزا صاحب مشرک رکھا کسی شاعر نے خوب کہا ہے

سر بسر قول ترا اے بت خودکام غلط ⁂ دن غلط رات غلط صبح غلط شام غلط

مرزا صاحب قادیانی کا تمام کارخانہ غلط ہے۔ مسلمان ٹھوکر سے بچیں اور صراط مستقیم پر قائم رہیں۔

اب میں ذیل میں مولوی محمد بشیر صاحب کے وہ زبردست دلائل درج کرتا ہوں جو انہوں نے مباحثہ دہلی میں پیش کئے اور مرزا صاحب سے کوئی اُنکا جواب نہ بن آیا اسلئے مرزا جی مباحثہ نامکمل چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مرزا صاحب نے بڑی بھاری غلطی یہ کی ہے کہ اپنے الہام کے مقابل انجیل و قرآن شریف اور احادیث نبوی و اجماع امت کو بے اعتبار بنایا ہے بلکہ یہاں تک لکھدیا ہے کہ جو حدیث میرے الہام کے مطابق نہ ہو وہ ردی ہے۔ حالانکہ ہر اسلامی فرقہ کا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ ہر ایک الہام قرآن شریف کے پیش کرنا چاہیے۔ اگر وہ اوسکے مطابق ہے تو اسپر عمل کرنا چاہیے ورنہ وسوسہ شیطانی سمجھکر رد کر دینا چاہیے۔ مگر مرزا صاحب اُلٹا قرآن شریف اور احادیث نبوی کو رد کرتے ہیں۔ قرآن شریف نے صاف فرما دیا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اونکو اپنی طرف اُٹھا لیا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔ اب ظاہر ہے کہ رفع اُسیکا ہوا جسکو قتل سے بچایا۔ اور قتل سے جسم بچایا گیا۔ کیونکہ روح کو نہ تو کوئی صلیب دے سکتا ہے اور نہ قتل کر سکتا ہے۔ پس جس جسم کا رفع ہوا

اسکو قتل سے بچایا گیا۔ اور جب ایک شخص قتل نہیں ہوا تو زندہ اُٹھنا اسکا اظہر من الشمس ہے
مرزا صاحب اور انکے مرید مسلمانوں کو ایک سخت دھوکا دیتے ہیں کہ ہم وفات مسیح
اسواسطے ثابت کرتے ہیں تاکہ عیسائیوں کا خدا مارا جائے اور عیسویت کا کامل رد ہو صرف
وفات مسیح کا ہی ایک مسئلہ ہے جو عیسویت کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ مگر یہ انکا کہنا
سراسر غلط ہے۔ کیونکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب مسلمانان قرون اولیٰ تابعین و تبع تابعین تمام
حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتے تھے اور حیات مسیح کے قائل تھے تب تو لاکھوں اور
کروڑوں عیسائی مسلمان ہوتے تھے۔ اور جب مرزا صاحب نے یہودیانہ روش اختیار
کرکے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین کرنی شروع کی اور انکی وفات ثابت کرنے لگے تو عیسائیوں کا
مسلمان ہونا تو درکنار۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عیسائی ہو گئے۔ پس یہ سراسر غلط ہے کہ مرزائی
وفات مسیح عیسویت کا رد کرنیکے واسطے ثابت کرتے ہیں ؎ اصل مقصد مرزا صاحب کا یہ ہے کہ
جبتک مسلمانوں کا یہ اعتقاد رہا کہ مسیح زندہ ہے اور حسب ارشاد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
وہ اصالتاً نازل ہوگا۔ میں دوسرے مدعیان مسیحیت کیطرح ہرگز سچا مسیح نہیں ہو سکتا اسواسطے مرزا صاحب نے
تمام آسمانی کتابوں کے برخلاف اور اجماع کے برعکس یہ الہام تراشا کہ مسیح تو فوت ہو گیا ہے
اور وعدہ کے موافق مسیح کے رنگ میں ہو کر تو آیا ہے۔ دوسرا اسپر جھوٹ یہ بولا کہ قرآن شریف میں
صریح طور پر مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہے۔ تیسرا جھوٹ یہ تراشا کہ وعدہ کے موافق تو (یعنی مرزا)
آیا ہے۔ یہ تینوں جھوٹ ایسے تھے کہ عمر بھر مرزا جی انہی کے ثابت کرنے میں لگے رہے مگر
وفات ثابت نہوئی۔ صرف عقلی ڈھکوسلے لگاتے رہے کہ مسیح چونکہ مر چکا ہے اور مردے
دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے اسلئے مسیح کے رنگ میں بروزی طور پر امت محمدی میں سے
کوئی شخص مسیح موعود بنایا جائیگا مگر چونکہ یہ جاہلانہ منطق ہے کیونکہ حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ آنیوالا
نبی اللہ اور رسول اللہ ہوگا اور حضرت خاتم النبیین کے بعد کوئی جدید نبی ہو نہیں سکتا۔ اسلئے مرزا صاحب نے
نبی و رسول ہونیکا بھی دعوےٰ کیا۔ اور اخبار بدر مارچ ۱۹۰۸ء میں بلا کسی جھجک کے صاف لفظوں میں لکھدیا

؎ اگر عیسائیوں کا رد مقصود ہوتا۔ تو نزول سے ہی انکار کرتے۔ کیونکہ یہ خصوصیت مسیح کو کہاں نازل ہو

کہ میں خدا کے فضل سے نبی و رسول ہوں"۔ اور اسی سال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے اور ختم نبوت کے منکر ہونے کے
باعث اپنے ہی فتوے سے کافر ہو کر امت محمدیہ سے خارج ہو گئے۔ انکے اصلی الفاظ یہ ہیں۔ "مجھے کہاں
حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے
جا کر مل جاؤں۔ اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں مسلمان ہو کر نبوت کا دعوے کروں" (دیکھو حمامۃ البشریٰ
صفحہ ۹۱ مصنفہ مرزا صاحب)

افسوس! مرزا جی نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے مسیح موعود تو بن بیٹھے تھے مگر فرشتۂ اجل نے اسی سال آ دبوچا اور دنیا فانی سے کوچ کر کے اپنے بھائیوں سے جا ملے یعنی مسیلمہ کذاب سے لیکر مرزا صاحب تک جسقدر کاذب مدعیان نبوت گذرے ہیں۔ مرزا جی کے بعد آپکے مرید ایڑی چوٹی تک کا زور لگاتے ہیں کہ کسیطرح مرزا صاحب سچے مسیح ثابت ہوں اسلئے ہر ایک شہر اور جلسہ میں وفات مسیح پر بحث کرتے ہیں اور کوئی دلیل شرعی پیش نہیں کر سکتے۔ غیر متعلق اور بے محل آیات قرآن کریم پیش کر کے نادم ہوتے ہیں اور آجتک کسی مسلمان کے مقابلہ میں مناظرہ میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب خود مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے مقابلہ پر شکست کھا کر بھاگے۔ یہ کتاب بھی اسی واسطے لکھی ہے تا کہ مسلمان مرزائیوں کی غلط بیانیوں میں آ کر گمراہ نہ ہوں کیونکہ یہ بالکل غلط اور دروغ بے فروغ ہے کہ وفات مسیح قرآن شریف سے ثابت ہے۔ الحمد سے والناس تک دیکھ جاؤ آپکو ایک آیت بھی نہ ملیگی جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر موت وارد ہو چکی ہے۔ جسقدر آیتیں مرزائی صاحبان پیش کرتے ہیں ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان کے واسطے مرنا ضروری ہے جس سے کسی انسان کو انکار نہیں ایسے ہی مسیح کے ہمیشہ زندہ رہنے کو کوئی مسلمان تسلیم نہیں کرتا ہر ایک کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے اور بموجب حدیث فیموت فیدفن معی فی قبری مدینہ منورہ میں دفن کئے جائینگے۔ ساری بحث تو وفات قبل نزول میں ہے جو مرزا صاحب اور انکے مرید قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے بلکہ قرآن کریم کی ذیل کی آیات سے حیات مسیح ثابت ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ۔ وَمَا قَتَلُوْهُ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ ثبوت حیات کا مفصل بیان کتاب ہذا میں آئیگا [illegible]

حیات مسیح پر دلائل

(از مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی)

دلیل اول۔ حیات مسیح علیہ السلام کے باب میں سورہ نساء کی یہ آیت ہے، وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اسطرح پر کیا ہے۔ "ونباشد ہیچکس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ ودر روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشان"۔ فائدہ میں یہ لکھا ہے مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے ترجمہ اسطرح پر کیا ہے۔ "اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اسکے پہلے موت اسکی کے اور دن قیامت کے ہوگا گواہ اوپر ان کے۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے اسطرح ترجمہ کیا ہے۔ "اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اس پر یقین لاوینگے اسکی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانیوالا"۔ فائدہ میں یہ لکھا ہے۔ "حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اسکو مارینگے اور یہود و نصاریٰ سب انپر ایمان لاوینگے کہ یہ مرے نہ تھے"۔ یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر ہے۔ بیان اسکا یہ ہے کہ موتہٖ کی ضمیر میں مفسرین کے دو ہی قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے دوسرا یہ کہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پہلی صورت میں تو قطعیاً مطلب حاصل ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابھی مرے نہیں۔ لیؤمنن کو خواہ خالص مستقبل کے لئے لیجئے۔ اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے سب نحویوں کا اور خواہ حال یا استمرار کے لئے لیجئے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں۔ اگرچہ اس تقدیر پر معنی فاسد ہوتے ہیں مگر ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا۔ اور ماضی کے معنے میں لینا بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ ایسا مضارع کہ جسکے اول میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو بمعنی ماضی نہیں آتا ہے۔ ومن یدعی خلافہ فعلیہ البیان

اور ایسا ہی بِہٖ کی ضمیر کو خواہ حضرت عیسےٰ کی طرف عائد کیجئے یا اللہ کیطرف یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف۔ اگرچہ اول ہی صحیح ہے مگر ہمارا مطلب ہر صورت میں حاصل ہے۔ مفسرین کا اختلاف اس ضمیر میں ہمارے مطلوب میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ہے۔ دوسرے قول پر بھی اگر ضمیر مَوتِہٖ کی اہل کتاب کیطرف پھیری جائے تو بھی ہمارا مطلب حاصل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اسوقت ہم پوچھتے ہیں کہ بِہٖ کی ضمیر کسکی طرف پھیروگے؟ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کیطرف پھیرتے ہو تو یہ باطل ہے تین وجوہ سے۔ اول یہ کہ سب ضمیریں واحد کی جو اسکے قبل و بعد میں آئی ہیں بالاجماع حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیطرف پھرتی ہیں۔ پس ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر بِہٖ کی بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیطرف راجع ہو فان النصوص تحمل علی ظواہرھا وصرف النصوص عن ظاہرھا بغیر صارف قطعی الحادٌ۔ اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔

دوم۔ ظاہر ضمیر غائب میں یہ ہے کہ غائب کی طرف پھرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں آنحضرت کی طرف پھرتی ہیں وہ سب ضمیریں مخاطب کی ہیں وہ یہ ہیں۔ یسئلک ان تنزل الیک من قبلک۔ اگر یہ ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا لیؤمنن بک علاوہ اسکے اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی اسم ظاہر نہیں آیا ہے کہ وہ مرجع اس ضمیر کا قرار دیا جائے اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے اس لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں اللہ تعالیٰ کیطرف راجع ہیں وہ سب ضمیریں متکلم کی ہیں وہ یہ ہیں۔ فعفونا۔ اٰتینا۔ رفعنا۔ قلنا۔ قلنا لہم اخذنا۔ حرمنا۔ اعتدنا۔ سنؤتیہم اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کیطرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا۔ لیؤمنن بی یا لیؤمنن بنا اور صرف عن الظاہر بغیر صارف قطعی غیر جائز ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی نہیں ہے ومن یدعی فعلیہ البیان سوم اس تقدیر پر اس آیت میں کچھ ذکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نہ ہوگا اور اسکے قبل و بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام

کا قصہ مذکور ہے اور اجنبی محض کا بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اس اجنبی کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے ومن یدعی فعلیہ البیان۔ پس ثابت ہوا کہ بہٖ کی ضمیر قطعاً حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیطرف عائد ہے۔

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر سب ضمیریں واحد غائب کی موتہٖ کے پہلے کی اور بعد کی راجع ہوئیں طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے۔ پس ظاہر نص قرانی یہی ہے کہ ضمیر موتہٖ بھی راجع ہو طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔ پس جس تقدیر پر ضمیر کا عائد ہونا کتابی کی طرف فرض کیا گیا تھا اس تقدیر پر بھی ضمیر کا عائد ہونا طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لازم آیا۔ ھٰذا خلف یہ محذور اس سے ناشی ہوا کہ ضمیر موتہٖ کی کتابی کی طرف پھیری گئی۔ پس ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر موتہٖ کا طرف کتابی کے باطل ہے۔ پس متعین ہوا کہ ضمیر موتہٖ کی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیطرف راجع ہے۔ وہو المطلوب۔

دوسری وجہ اس بات کی کہ موتہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنا باطل ہے یہ ہے کہ اس تقدیر پر ایمان سے جو لیؤمنن میں ہے کیا مراد ہے۔ آیا وہ ایمان جو زہوق روح کے وقت ہوتا ہے اور جو شرعاً غیر معتدبہ و غیر نافع ہے جیسا کہ مفسرین نے اس تقدیر پر اُسکے ارادہ کی تصریح کی ہے تو یہ باطل ہے۔ اسلئے کہ استقراء آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سب جگہ لفظ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور جو شرعاً معتدبہ اور نافع ہے۔ مگر جہاں قرینہ صارفہ قطعیہ سے چند مقامات بطور نظیر لکھے جاتے ہیں۔ سورۂ بقرہ۔ یؤمنون بالغیب۔ ایضاً۔ یؤمنون بما انزل الیک۔ ایضاً۔ لا یؤمنون۔ ایضاً۔ اٰمنا باللہ۔ ایضاً۔ وما ہم بمؤمنین۔ ایضاً۔ یخادعون اللہ والذین اٰمنوا۔ ایضاً۔ واذا قیل لہم اٰمنوا کما اٰمن الناس قالوا انؤمن کما اٰمن السفہاء۔ ایضاً۔ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا۔ ایضاً۔ فاما الذین اٰمنوا فیعلمون انہ الحق من ربہم۔ ایضاً۔ واٰمنوا بما انزلت۔ ایضاً۔ ان الذین اٰمنوا والذین ہادوا والنصاریٰ والصابئین من اٰمن باللہ

ایضاً۔ واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا۔ ایضاً۔ والذین آمنوا وعملوا الصالحات۔ ایضاً۔ واذا قیل
لہم آمنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا۔ ایضاً۔ ان کنتم مؤمنین۔ ایضاً۔ قل بئسما
یامرکم بہ ایمانکم ان کنتم مؤمنین۔ ایضاً۔ ولو انہم آمنوا واتقوا۔ ایضاً۔ یا ایہا الذین آمنوا
لا تقولوا راعنا۔ ایضاً۔ ومن یتبدل الکفر بالایمان۔ ایضاً۔ لو یردونکم من بعد ایمانکم۔ ایضاً
اولئک یؤمنون بہ۔ ایضاً۔ وارزق اہلہ من الثمرات من آمن باللہ۔ ایضاً۔ قولوا
آمنا باللہ۔ ایضاً۔ فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ۔ ایضاً۔ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ ایضاً
یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ۔ ایضاً۔ والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ ایضاً۔ یا
ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم۔ ایضاً۔ ولکن البر من آمن باللہ۔ ایضاً۔ یا
ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام۔ ایضاً۔ ولیؤمنوا بی۔ ایضاً۔ یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا
فی السلم۔ ایضاً۔ ویسخرون من الذین آمنوا۔ ایضاً۔ والذین آمنوا معہ۔ ایضاً۔ ان الذین
آمنوا والذین ہاجروا۔ ایضاً۔ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ۔ ایضاً۔ ولا تنکحوا
المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن۔ ایضاً۔ وبشر المؤمنین۔ ایضاً۔ من کان منکم یؤمن باللہ
ایضاً۔ ان کنتم مؤمنین۔ ایضاً۔ فمنہم من آمن۔ ایضاً۔ ویؤمن باللہ۔ ایضاً۔ اللہ ولی
الذین آمنوا۔ ایضاً۔ قال اولم تؤمن۔ ایضاً۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا۔ ایضاً۔ ولا یؤمن
باللہ۔ ایضاً۔ یا ایہا الذین آمنوا انفقوا۔ ایضاً۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت۔ ایضاً۔
یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین۔ ایضاً۔ آمن الرسول
بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل آمن باللہ۔ پس ظاہر ایمان سے مراد وہ ایمان ہے
جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں
ہے۔ اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔ علاوہ اسکے
اسوقت لفظ قبل کو ظاہر معنے سے صرف کرکے بمعنے عند یا وقت کے لینا پڑے گا۔
اور کوئی صارف قطعی یہاں موجود نہیں ہے۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔ اسوقت بجائے
قبل موتہ کے عند موتہ یا حین موتہ یا وقت موتہ کہنا مقتضائے حال تھا۔
اس سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے۔ یا مراد لیؤمنن میں ایمان سے وہ ہے جو قبل

زہوق روح کے ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں یا یہ حکم عام ہے ہر کتابی کے لئے تو حقتعالیٰ کے کلام میں کذب صریح لازم آتا ہے۔ کیونکہ ہم بالبداہت دیکھتے ہیں کہ صدہا ہزارہا اہل کتاب مرتے ہیں اور اپنے مرنے سے پہلے یعنی قبل زہوق روح کے وہ ایمان شرعی جو معتدبہ اور نافع ہے نہیں لاتے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا۔ اور اگر کسی خاص زمانہ کے اہل کتاب کے لئے یہ حکم ہے تو قید قبل موتہٖ کی لاطائل ہوتی ہے۔ یہ کلام تو بعینہ ایسا ہوا کہ کوئی کہے کہ آج میں نے اپنی موت سے پہلے نماز پڑھ لی۔ آج میں نے اپنی موت سے پہلے کھانا کھا لیا۔ آج میں نے اپنی موت سے پہلے سبق پڑھ لیا۔ آج میں اپنی موت سے پہلے کچہری گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام مجنونانہ ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام کا کلام مجنونانہ ہونا لازم آتا ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون۔ مرزا صاحب خود بھی اپنی کتاب توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام کے چند مواضع میں ضمیر موتہٖ کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیطرف پھیرنا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تسلیم کرتے ہیں تو مدعا ہمارا حاصل ہے اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو اسکی وجہ بیان کریں کہ توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میں کیوں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیطرف پھیری۔ اب بدلیل تحقیقی و الزامی ثابت ہو گیا کہ مرجع ضمیر موتہٖ کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں اور اس تقدیر پر ہمارا مدعا یعنی حیات مسیح علیہ السلام قطعاً ثابت ہوا۔ فتح البیان میں ہے کہ سلف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر ہے اور بہت سے تابعین وغیرہم اسی طرف گئے ہیں۔ فتح الباری میں ہے۔ ابن جریر نے اس قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اسکو ترجیح دی ہے حدیث بخاری و مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بسند صحیح یہی منقول ہے اور اسکے خلاف جو روایت ان سے ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں۔ قوم ہے ابن کثیر میں ہے کہ ابو مالک و حسن بصری و قتادہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے۔ مرزا صاحب کیطرف سے اس دلیل پر دو

اعتراض ہوئے۔ ایک یہ کہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے۔ چند احتمالات مفسرین نے اسکی
معنے میں لکھے ہیں۔ پس یہ آیت کیسی قطعیۃ الدلالۃ ہو سکتی ہے۔ اسکا جواب
دیا گیا ہے کہ آیت کا ذوالوجوہ ہونا اور اسکے معنی میں چند احتمالات کا ہونا منافی قطعیت
نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے سب وجوہ و احتمالات مخالفہ کو دلیل الزامی و قطعی سے باطل
کر دکھایا۔ دوسرا اعتراض یہ ہوا کہ اثر ابن عباس و قرات ابی بن کعب اسپر دال ہے
کہ مرجع موتہ کا کتابی ہے نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام۔ اسکا جواب خاکسار کیطرف
سے یہ ہوا کہ یہ اثر و قرات مجروح ہیں احتجاج کے لائق نہیں ہیں چہ جائیکہ معارض
قطعی ہوں۔ ایک طریق اثر مذکور میں ایک راوی ابو حذیفہ ہے۔ یہ ابو حذیفہ یا موسےٰ
بن مسعود ہے یا یحیی بن ابی بن عروہ کا شیخ ہے پہلا سیٔ الحفظ ہے۔ دوسرا مجہول ہے
اور اس طریق میں عبد اللہ بن ابی نجیح یسار المکی ہے وہ مدلس ہے اور عنعنہ مدلس کا
مقبول نہیں ہے۔ دوسرے طریق میں محمد بن حمید رازی ہے وہ ضعیف ہے،
تیسرے طریق میں عتاب بن بشیر و خصیف واقع ہیں۔ روایات عتاب کے
خصیف سے مناکیر ہیں اور خصیف میں بہت جرح ہے۔ چوتھے طریق میں سلیمان
بن داؤد طیالسی ہے وہ کثیر الغلط ہے ہزار احادیث کی روایت میں اس نے خطا
کی ہے۔ قرات ابی بن کعب کی روایت میں بھی عتاب و خصیف واقع ہیں۔
عبارات ان راویوں کے متعلق تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ من شاء فلیراجع الیہ۔

دلیل دوم۔ سورہ نساء کی یہ آیت ہے۔ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ
عزیزا حکیما۔ شاہ ولی اللہ صاحب اسکے ترجمہ میں لکھتے ہیں " وبیقین نکشتہ اند
اورا بلکہ برداشت اورا خدا تعالیٰ بسوئے خود وہست خدا غالب استوار کار"۔
شاہ رفیع الدین صاحب لکھتے ہیں " اور نہ مارا اسکو بیقین بلکہ اٹھا لیا اسکو اللہ نے
طرف اپنے اور ہے اللہ غالب حکمت والا" شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں
" اور اسکو مارا نہیں بیشک بلکہ اسکو اٹھا لیا اللہ نے طرف اپنے اور ہے اللہ زبردست
حکمت والا"۔ فائدہ میں لکھتے ہیں۔ فرمایا کہ اسکو ہرگز نہیں مارا حقتعالیٰ نے اسکی

ایک صورت آن کو بنادی اُس صورت کو سولی پر چڑہایا"۔ انتہی ملخصاً۔
وجہ استدلال یہ ہے کہ مرجع رفعہ کی ضمیر کا مسیح ابن مریم رسول اللہ ہے اور
مراد مرجع سے قطعاً روح مع الجسد ہے۔ کیونکہ مورد قتل روح مع الجسد ہے نہ
صرف روح۔ اور ایسا ہی ضمائر وما قتلوہ وما صلبوہ وما قتلوہ یقیناً سے بھی مراد
قطعاً روح مع الجسد ہے اور جسکی قتل کا یہود دعوے کرتے تھے اُسی کے قتل وصلب
کی نفی اور رفع کا اثبات حقتعالیٰ کو منظور ہے۔ پس ظاہر نص قرانی یہی ہے کہ رفع
سے مراد رفع روح مع الجسد ہے۔ رفعہ کی ضمیر صرف روح کی طرف عائد کرنا یا مضاف
مقدر ماننا یعنی تقدیر عبارت یوں کرنا بل رفع روحہ صرف نص کا ظاہر سے ہے
اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں۔ اور صارف قطعی یہاں
غیر متحقق ہے۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔ اور مؤید اسکی یہ بات ہے کہ بل رفعہ اللہ میں
بل اضراب کا ہے پس وہ رفع مراد ہونا چاہیئے جو متقابل ہو قتل کا۔ یعنی قتل کے ساتھ
جمع نہ ہوسکے اور رفع روحانی قتل کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ عموماً اہل اسلام
جانتے ہیں کہ شہدا جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں اُنکے لئے بھی رفع روحانی
ہوتا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد رفع سے رفع روح مع الجسد ہے وہو المطلوب۔
اور یہ بات بھی اسکی مؤید ہے کہ رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے آیا ہے
ایک حضرت عیسٰے علیہ السلام دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے
رفع روحانی کو تو کچھ ان دو نبیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے۔ یہ رفع تو سب
نبیوں بلکہ عامہ صالحین کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اثر صحیح ابن عباس جسکے رجال
صحیح ہیں اور حکماً وہ مرفوع ہے رفع الروح مع الجسد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے
اُسکی عبارت آئندہ نقل کیجائے گی۔ فانتظر۔
مرزا صاحب نے اس دلیل کے جواب میں یہ لکھا کہ امر آیت میں اس وعدہ کے
ایفا کیطرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہوچکا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔
یعیسے انی متوفیک ورافعک الیّ۔ گویا مرزا صاحب نے آیۂ یعیسے انی متوفیک

ورافعک الی کو صارف ٹھیرایا ظاہر معنی وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے لیکن
اس آیت کا صارف ہونا اُسوقت ہو سکتا ہے کہ توفی سے مراد قطعاً موت ہو۔
اور یہ متوقف اسپر ہے کہ حقیقی معنے توفی کے موت کے ہوں بلا قرینہ یہ معنے متبادر
ہوتے ہوں۔ حالانکہ ہمنے تحریر چہارم میں ثابت کر دیا کہ توفی کا استعمال جس جگہ بمعنی
موت قرآن مجید میں آیا ہے وہاں قرینہ قائم ہے۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ حقیقی
معنے توفی کے اخذ الشئی وافیا کے ہیں یعنی کسی چیز کا پورا لینا۔ اس آیت کو اگرچہ
خاکسار نے تحریر اول میں غیر قطعیۃ الدلالۃ لکھا ہے۔ مگر اب میری رائے یہ ہے
کہ یہ آیۃ بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح علیہ السلام پر۔

تیسری دلیل۔ سورہ آل عمران کی یہ آیت ہے۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر
الماکرین۔ اذ قال اللہ یا عیسے انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین
کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ
وبدسگالیدند کافران وبدسگالید خدا وخدا قوی تر است از ہمہ بدسگالان آنگاہ
کہ گفت خدا اے عیسے ہر آئینہ من برگیرندہ توام وبردارندہ توام بسوئے خود وپاک
کنندہ توام از صحبت کسانیکہ کافر شدند وگرداننده تابعان توام بالائے کافران
تا روز قیامت۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ۔ اور مکر کیا اُنہوں نے اور مکر کیا اللہ نے
اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسے تحقیق میں لینے والا
ہوں تجکو اور اُٹھانے والا ہوں تجکو طرف اپنی اور پاک کرنے والا ہوں تجکو اُن
لوگوں سے کہ کافر ہوئے اور کرنے والا ہوں اُن لوگوں کو کہ پیروی کریں گے
تیری اوپر اُن لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔ شاہ عبد القادر صاحبؒ۔
اور فریب کیا اُن کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔
جس وقت کہا اللہ نے اے عیسے میں تجکو بھر لوں گا اور اُٹھا لوں گا اپنی طرف اور
پاک کر دونگا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو منکروں کے اوپر
قیامت کے دن تک۔ فائدہ۔ یہود کے عالموں نے اُسوقت کے بادشاہ کو

بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے اُس نے لوگ بھیجے کہ اُنکو پکڑ لائیں۔ جب وہ پہونچے حضرت عیسٰے کے یار سرک گئے اُس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسٰے کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور ایک صورت اُنکی رکھی اُسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر دھر دیا۔" انتہٰی

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ توفّی کے اصلی و حقیقی معنے اخذ الشئی وافیاً کے ہیں جیسا کہ بیضاوی و قسطلانی و فخر رازی وغیرہم نے لکھا ہے۔ عبارات انکی تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ اور موت توفّی کے مجازی معنے ہیں نہ کہ حقیقی۔ اسیواسطے بغیر قیام قرینہ کے موت کے معنے میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق اسکی تحریر چہارم میں کی گئی ہے۔ اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں اسلیئے اصل و حقیقی معنے یعنی اخذ الشئی وافیاً مراد لیئے جاوینگے۔ اور انسان کا وافیاً لینا یہی ہے کہ مع روح و جسم کے لیا جائے۔ وہو المطلوب۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مرزا صاحب اور انکے اتباع اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ وفات مسیح علیہ السلام پر سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالٰے نے محض اپنے فضل سے اسکا قطعیۃ الدلالۃ ہونا حیات مسیح پر اس عاجز سے ثابت کرا دیا۔ ولله الحمد علےٰ ذالک۔ اگر کہا جائے کہ توفّی اس وقت عین رفع ہوئی تو قول اللہ تعالیٰ کا ورافعک تکرار ہوگا تو جواب اسکا یہ ہے کہ توفّی کا لفظ چونکہ بمعنی موت و نوم بھی آتا ہے اسلیئے لفظ رافعک سے تعیین مراد مقصود ہے۔ اب تکرار نہ ہوئی۔ جیسا کہ آیت ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ میں بعث کو موت کے ساتھ مقید کیا ہے اسلیئے کہ بعث اغماء و نوم سے بھی ہوتا ہے اور جیسا کہ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ میں موت کا لفظ تعیین مراد کے لیئے ہے۔

چوتھی دلیل سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔ شاہ ولی اللہ صاحب: "و بودم بر ایشان نگہبان مادامیکہ درمیان ایشان بودم پس وقتیکہ برگرفتی مرا تو بودی نگہبان بر ایشان" اور فائدہ میں لکھتے ہیں "یعنی بر آسمان بردی"۔ شاہ رفیع الدین صاحب: "اور تھا میں اوپر اُنکے شاہد جبتک رہا بیچ اُنکے۔ پس جب قبض کیا تو نے مجکو تھا تو ہی نگہبان اوپر اُنکے۔

شاہ عبد القادر صاحب :۔ اور میں اُن سے خبردار تھا جبتک اُن میں رہا پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُنکی۔" انتہی۔

وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر کی آیت میں گزری۔ یعنی معنی حقیقی توفی کے اخذ الشئ وافیاہیں۔ اور صرف حقیقت سے طرف مجاز کی بغیر صارف کے جائز نہیں اور صارف یہاں موجود نہیں ہے بلکہ ایک لفظ تعیین مراد کرنیوالا یعنی رافعک آیت سابقہ میں موجود ہے۔ مخفی نرہے کہ حقتعالی نے آیت انی متوفیک ورافعک الی میں توفی و رفع کو جمع کیا ہے اور بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع پر قصر کیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اسطرف کہ توفی و رفع ایک چیز ہے مقصود زیادت لفظ رفع سے صرف تعیین مراد ہے۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح علیہ السلام پر۔ مرزا صاحب اور اُنکے اتباع اس آیت کو بھی قطعیۃ الدلالۃ وفات پر سمجھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالی نے محض اپنی رحمت سے اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح پر ہونا اس ہیچمدان پر ظاہر فرما دیا والحمد للہ

پانچویں دلیل سورہ آل عمران کی یہ آیت ہے ویکلم الناس فی المھد و کھلا و من الصلحین۔ شاہ ولی اللہ صاحب :۔ "وسخن گوید بامردمان در گہوارہ و در تمام عمری وباشد از شائستگان"۔ شاہ رفیع الدین صاحب :۔ "اور باتیں کریگا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ اور صالحوں سے ہے"۔ شاہ عبد القادر صاحب :۔ "اور باتیں کریگا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیکبختوں میں ہے"۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اصل سن کہولت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک تیس ۳۰ ہے اور بعض کے نزدیک بتیس اور بعض کے نزدیک تینتیس ۳۳ اور بعض کے نزدیک چالیس ۴۰ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے وقال فی اللباب الکھل من بلغ من الکھولۃ واولھا ثلثون او اثنتان وثلثون او ثلث وثلثون او اربعون و اخرھا خمسون او ستون ثم یدخل فی سن الشیخوخۃ۔ انتہی۔ شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے۔ اول سن الکھولۃ ثلثون وقیل اثنان وثلثون وقیل ثلث وثلثون وقیل اربعون و اخرھا خمسون وقیل ستون ثم یدخل الانسان فی سن الشیخوخۃ۔ انتہی۔ اور ہم مامور ہیں

اسباب کے ساتھ کہ جب اختلاف ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کیطرف رد کریں قال اللہ تعالیٰ
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ موافق اسکے اب ہم رجوع حدیث کی
طرف کرتے ہیں۔ تو حدیث ابوہریرہؓ میں اہل جنت کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ لا یفنی شبابہ رواہ مسلم۔ اور حدیث ابوسعید وابوہریرہ میں ہے کہ حضرت نے
فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا ان لکم ان تشبوا فلا تھرموا ابدا رواہ مسلم۔
اور اس باب میں احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اہل جنت کا شباب کبھی
زائل نہ ہوگا۔ اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ۳۳ برس کی عمر کے ہوں گے۔
اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔ اسکے ثبوت
کے لئے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت کافی ہے فانہ رفع ولہ ثلث وثلثون سنۃ
فی الصحیح وقد ورد فی حدیث فی صفۃ اھل الجنۃ انھم علی صورۃ آدم ومیلاد
عیسےٰ ثلث وثلثون سنۃ۔ اور نیز تفسیر ابن کثیر میں سورہ واقعہ کی تفسیر میں تحت
آیت کریمہ اَتْرَابًا لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ کے مرقوم ہے وروی الطبرانی واللفظ لہ من حدیث
حماد بن سلمۃ عن علی ابن زید بن جدعان عن سعید ابن المسیب عن ابی ہریرۃ
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدخل اھل الجنۃ الجنۃ جردا مردا
بیضا جعادا مکحلین ابناء ثلاث وثلاثین وھم علی خلق آدم ستون ذراعا
فی عرض سبعۃ اذرع وروی الترمذی من حدیث ابی داؤد الطیالسی
عن عمران القطان عن قتادۃ عن شھر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عن
معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلعم قال یدخل اھل الجنۃ الجنۃ جردا مردا
مکحلین بنی ثلث وثلثین سنۃ ثم قال حسن غریب۔ وقال ابن وھب اخبرنا
عمرو بن الحارث ان دراجا ابا السمح حدثہ عن ابی الھیثم عن ابی سعید قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من مات من اھل الجنۃ من صغیر او کبیر یردون
بنی ثلاث وثلاثین فی الجنۃ لا یزیدون علیھا ابدا وکذلک اھل النار۔ ورواہ
الترمذی عن سوید بن نصر عن ابن المبارک عن رشدین بن سعد عن عمرو

بن الحارث وبہ قال ابوبکر بن ابی الدنیا حدثنا القاسم بن ہاشم حدثنا صفوان
ابن صالح حدثنا رواد ابن الجراح العسقلانی حدثنا الاوزاعی عن ھرون ابن رئاب
عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلعم یدخل اھل الجنۃ الجنۃ علی طول آدم ستین
ذراعا بذراع الملک علی حسن یوسف وعلی میلاد عیسیٰ ثلث وثلثون سنۃ
وعلی لسان محمد جرد مرد مکحلون — وقال ابوبکر بن ابی داؤد حدثنا محمد
بن خالد وعباس بن الولید قالا حدثنا عمر عن الاوزاعی عن ھرون ابن رئاب
عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبعث اھل الجنۃ الجنۃ
علی صورۃ آدم فی میلاد ثلث وثلثین جردا مردا مکحلین ثم یذھب بھم الی
شجرۃ فی الجنۃ فیکسون منھا لاتبلی ثیابھم ولا یفنی شبابھم ۔ انتہی ۔ اور حافظ
عبدالعظیم منذری ترغیب وترہیب میں لکھتے ہیں وعن المقدامؓ ان رسول اللہ صلعم قال ما من احد
یموت سقطا ولا ھرما وانما الناس فیما بین ذالک الا بعث ابن ثلث وثلثین سنۃ
فان کان من اھل الجنۃ کان علی مسحۃ آدم وصورۃ یوسف وقلب ایوب ومن کان
من اھل النار عظموا وفخموا کالجبال رواہ البیھقی باسناد حسن اھ انتہی ۔ پس اس سے
صاف ثابت ہوا کہ ۳۳ برس کا سن سنِ شباب ہے نہ سنِ کہولت ورنہ فناء شباب
اہلِ جنت لازم آتا ہے وھو خلاف ماثبت بالاحادیث الصحیحۃ ۔ پس ثابت ہوا کہ
حضرت عیسےٰ سنِ شباب میں اٹھائے گئے نہ سنِ کہولت میں ۔ علاوہ اسکے اصل معنے
کہل کے من وخطہ الشیب ورأیت لہ بجالۃ ہیں جیسا کہ قاموس وصحاح وغیرہما میں
لکھا ہے ۔ یعنی کہل وہ شخص ہے جسکے بالوں میں سپیدی مخلوط ہوجائے اور دیکھی جائے
اسکے لئے بزرگی ۔ اور اقوال مختلفہ جو اول سنِ کہولت میں منقول ہیں وہ فی الواقع مختلف
نہیں ہیں بلکہ یہ اختلاف مبنی ہے اختلاف قویٰ اشخاص پر جو اعلیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے
اسکا اول سنِ کہولت چالیس یا قریب چالیس کے ہوتا ہے اور جو اوسط درجہ کی قوت
رکھتا ہے اسکا اول کہولت ۳۴ یا ۳۳ برس ہوتا ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے
اسکا اول کہولت بعد ۳۰ کے ہوتا ہے اختلاف زمانہ کو اختلاف قویٰ میں بہت دخل ہے

جسقدر زمانہ کو خلق آدم سے بُعد ہوتا جاتا ہے اُسیقدر قویٰ ضعیف ہوتے جاتے ہیں اُسپر مشاہدہ و نصوص قرآنیہ و حدیثیہ ناطق ہیں۔ ان میں سے ہے حدیث ابی ہریرہؓ کی جو مرفوع اور متفق علیہ ہے فلم یزل الخلق ینقص بعدہ حتی الآن۔ یہ عمدہ صورت ہے اقوال مختلفہ میں توفیق کی۔

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ سے تجاوز کر گئی تھی لیکن آپ کے سر مبارک اور ریش شریف میں گنتی کے بیس بال سے کم سفید تھے۔ بخاری و مسلم میں انسؓ سے روایت ہے و توفاہ اللہ علی رأس ستین سنۃ ولیس فی رأسہ ولحیتہ عشرون شعرۃ بیضاء و عن ثابت قال سئل انس عن خضاب رسول اللہ صلعم فقال انہ لم یبلغ ما یخضب لو شئت ان اعد شمطاتہ فی لحیتہ۔ و فی روایۃ لو شئت ان اعد شمطات کن فی رأسہ فعلت متفق علیہ و فی روایۃ لمسلم قال انما کان البیاض فی عنفقتہ و فی الصدغین و فی الرأس۔ مخفی نہ رہے کہ حدیث اول میں جو ستین کا لفظ آیا ہے دوسری احادیث میں اُسکے خلاف آیا ہے۔ بعض میں ثلث و ستین اور بعض میں خمس و ستین ہے۔ قال العلماء الجمع بین الروایات ان من روی خمسا و ستین عد سنتی المولد والوفاۃ و من روی ثلث و ستین لم یعدھما و من روی ستین لم یعد الکسور کذا فی تھذیب الاسماء۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسقدر بالوں کا اس عمر میں سپید ہو جانا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف عادت سمجھتے تھے چنانچہ اسپر یہ حدیث دال ہے۔ عن ابی جحیفۃ قال قالوا یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ہود و اخواتہا رواہ الترمذی۔ اور حضرت عیسے علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اُس زمانہ کے قویٰ بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ضرور قوی تر ہونگے پس ہرگز یہ بات عقل میں نہیں آتی ہے کہ ۳۳ برس کی عمر میں جو صحیح روایت رفع کے باب میں ہے حضرت عیسے علیہ السلام کے بالوں میں سپیدی مخلوط ہو گئی ہو بلکہ ظاہر

یہی ہے کہ اسوقت بال انکے بالکل سیاہ ہوں گے۔ تو تعریف کہل کی انپر صادق نہ آئی۔ اور موید اسکا ہے وہ لفظ جو اثر صحیح ابن عباس میں کہ حکما مرفوع ہے وارد ہے فقام شاب من احسن ثقم سنا۔ ماسوا اسکے عبارت فتح الباری سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب اربعین کا قول راجح و قوی ہے اور دیگر اقوال ضعیف ہیں۔ عبارت فتح الباری کی یہ ہے قال ابو جعفر النحاس ان هذا لا یعرف فی اللغة وانما الکہل عندهم من ناهز الاربعین او قاربها وقیل من جاوز الثلثین وقیل ابن ثلث وثلثین انتہی پس موافق اس قول راجح کے کہل ہونا حضرت عیسے علیہ السلام کا قبل رفع ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہ آیت اگرچہ قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں لیکن ادلہ ظنیہ میں سے ایک قوی دلیل ہے۔ اور یہ قول بعض مفسرین کا کہ یا استدلال ضعیف ہے خطا بین ہے کیونکہ ہمنے اوپر حدیث صحیح سے ثابت کر دیا کہ جس سن میں حضرت عیسٰے علیہ السلام اٹھائے گئے ہیں وہ سن شباب تھا نہ سن کہولت۔

مرزا صاحب نے اسپر اعتراض کیا کہ آپ کہل کے لفظ سے درمیان عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور قاموس و تفسیر کشاف وغیرہ میں کہل کے معنے جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔ اسکا جواب خاکسار کیطرف سے یہ ہوا کہ صحیح بخاری میں تو ہے وقال مجاهد الکہل الحلیم جوان مضبوط اس سے کسطرح سمجھا جاتا ہے۔ اسکا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا کہ حلیم وہ ہے جو بیلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہونچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے۔ اسکا جواب خاکسار کیطرف سے یہ ہوا کہ یہ حصر غیر مسلم ہے کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالی نے فبشرناہ بغلام حلیم۔ اور غلام کے معنے کودک صغیر کے ہیں۔ کما فی الصراح پس محتمل ہے کہ حلیم اسجگہ پر ماخوذ ہو حلم سے جو آہستگی اور بردباری کے معنے میں ہے۔ اسکا جواب مرزا صاحب نے کچھ نہیں دیا۔

اب میں کہتا ہوں کہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے وقد قال ابو جعفر النحاس ان هذا لا یعرف فی اللغة وانما الکہل عندهم من ناهز الاربعین او قاربها وقیل

من جاوز الثلثین وقیل ابن ثلث وثلثین۔ انتہیٰ۔ والذی یظہران مجاہداً فسرہ بلازمہ الغالب لان الکہل یکون غالبا فیہ وقار وسکینۃ۔ انتہی۔ قسطلانی لکھتا ہے فلعل مجاہداً فسرہ بلازمہ الغالب لان الکہل غالبا یکون فیہ وقار وسکینۃ۔ انتہیٰ۔ قاموس میں ہے۔ الکہل من وخطہ الشیب ورأیت لہ بجالۃ او من جاوز الثلثین او اربعا وثلثین الی احدیٰ وخمسین۔ انتہیٰ۔ کشاف میں ہے ومعناہ ان یکلم الناس فی ہاتین الحالین کلام الانبیاء من غیر تفاوت بین حال الطفولۃ وحال الکہولۃ التی یستحکم فیہا العقل ویستنبأ فیہا الانبیاء۔ انتہی۔ ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ کہل کے معنے جوان مضبوط کے نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ قاموس میں اور نہ کشاف میں۔ اور کہل کے معنے جوان کے کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ شباب اور کہولۃ میں تفاوت ہے۔ مصباح المنیر میں ہے شب الصبی یشب من باب ضرب شبابا وشبیبۃ وھو شاب وذلک قبل سن الکہولۃ۔ انتہیٰ۔ اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔

چھٹی دلیل سورہ زخرف کی یہ آیت ہے وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا وَاتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔ شاہ ولی اللہ صاحب:۔ وہر آئینہ عیسیٰ نشانہ است قیامت راپس شبہہ مکنید در قیامت وبگو یا محمد پیروی من کنید این است راہ راست۔“ شاہ رفیع الدین صاحب:۔ اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے پس مت شک کرو ساتھ اسکے اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدھی“ شاہ عبدالقادر صاحب:۔ اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکا نہ کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔“

فائدہ حضرت عیسیٰ کا آنا نشان ہے قیامت کا۔ انتہیٰ۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے وقولہ سبحانہ وتعالیٰ وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ تقدم تفسیر ابن اسحٰق ان المراد من ذلک مایبعث بہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام من احیاء الموتی وابراء الاکمہ والابرص وغیر ذلک من الاسقام وفی ھذا نظر وابعد منہ ما حکاہ قتادۃ عن الحسن البصری وسعید بن جبیر ان الضمیر فی وانہ عائد الی القرآن

بل الصحیح انہ عائد الی عیسےٰ علیہ الصلوۃ والسلام فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذلک نزولہ قبل یوم القیمۃ کما قال تبارک وتعالیٰ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ علیہ السلام ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا ویؤید ھذا المعنی القراۃ الاخری وانہ لعلم للساعۃ ای امارۃ ودلیل علی وقوع الساعۃ قال مجاھد وانہ لعلم للساعۃ ای آیۃ للساعۃ خروج عیسےٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیمۃ وھکذا روی عن ابی ھریرۃ وابن عباس وابی العالیۃ وابی مالک وعکرمۃ والحسن وقتادۃ وضحاک وغیرھم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلعم انہ اخبر بنزول عیسےٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلا وحکما مقسطا۔ انتہی۔ اور اسی میں ہے وقال الامام احمد حدثنا ھاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن ابی النجود عن ابی رزین عن ابی یحیی مولی ابن عقیل الانصاری قال قال ابن عباس لقد علمت آیۃ من القرآن ما سألنی عنھا رجل ولا ادری اعلمھا الناس فلم یسألوا عنھا ام لم یفطنوا لھا فیسألوا عنھا فی حدیث طویل فی آخرہ قال فانزل اللہ عزوجل ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون قال یضحکون وانہ لعلم للساعۃ قال ھو خروج عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام قبل یوم القیمۃ ۔ معالم میں ہے وانہ یعنی عیسےٰ علیہ السلام لعلم للساعۃ یعنی نزولہ من اشراط الساعۃ یعلم بہ قربھا وقرا ابن عباس وابو ھریرۃ وقتادۃ وانہ لعلم للساعۃ بفتح اللام والعین ای امارۃ وعلامۃ وروینا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ۔ انتہی ۔ فتح البیان میں ہے وانہ لعلم للساعۃ قال مجاھد والضحاک والسدی وقتادۃ ان المراد المسیح وان خروجہ ای نزولہ مما یعلم بہ قیام الساعۃ ای قربھا لکونہ شرطا من اشراطھا لان اللہ سبحانہ ینزلہ من السماء قبیل قیام الساعۃ کما ان خروج الدجال من اعلام الساعۃ

وقال الحسن وسعید بن جبیر المراد القرآن لانه یدل علی قرب مجیٔ الساعة او به
یعلم وقتها واهوالها واحوالها وقیل المعنی ان حدوث المسیح من غیر اب واحیاءہ
للموتی دلیل علی صحة البعث وقیل الضمیر لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم والاول اولی قال ابن
عباس ای خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیمة واخرجه الحاکم وابن
مردویه عنه مرفوعا وعن ابی هریرة نحوہ اخرجه عبد بن حمید۔ انتہی۔ سیوطی
اکلیل میں لکھتے ہیں فیه نزول عیسیٰ قریبا روی الحاکم عن ابن عباس فی قوله
وانه لعلم للساعة قال خروج عیسیٰ انتہی۔ کشاف میں ہے، وانه وان عیسیٰ علیه السلام
لعلم للساعة ای شرط من اشراطها تعلم به فسمی الشرط علما لحصول العلم به
وقرأ ابن عباس لعلم وهو العلامة وقرئ للعلم وقرأ ابی لذکر علی تسمیة
ما یذکر به ذکرا کما سمی ما یعلم به علما وفی الحدیث ان عیسیٰ علیه السلام
ینزل علی ثنیة بالارض المقدسة یقال لها افیق وعلیه ممصرتان وشعر
راسه دهن وبیده حربة وبها یقتل الدجال فیاتی بیت المقدس والناس
فی صلوة الصبح والامام یؤم بهم فیتاخر الامام فیقدمه عیسیٰ ویصلی علی
شریعة محمد علیه السلام ثم یقتل الخنازیر ویکسر الصلیب ویخرب البیع
والکنائس ویقتل النصاری الا من امن به۔ بیضاوی میں ہے وانه ای عیسیٰ
لعلم للساعة لان حدوثه او نزوله من اشراط الساعة یعلم به دنوها او لان
احیاءہ الموتی یدل علی قدرة الله علیه وقرئ لعلم ای علامة ولذکر علی
تسمیة ما یذکر به ذکرا وفی الحدیث ینزل عیسیٰ علی ثنیة بالارض المقدسة اہ
تفسیر ابو السعود میں ہے وانه وان عیسیٰ لعلم للساعة ای انه بنزوله شرط
من اشراطها وتسمیة علما لحصوله به او بحدوثه بغیر اب او باحیاءہ الموتی
دلیل علی صحة البعث الذی هو معظم ما ینکره الکفرة من الامور الواقعة
فی الساعة۔ جلالین میں ہے وانه ای عیسیٰ لعلم للساعة تعلم بنزوله۔ جمل میں ہے،
والمعنی وان نزوله علامة علی قرب الساعة۔ انتہی۔ مدارک میں ہے ای ان نزوله

علم الساعۃ۔ انتہی۔ جامع البیان میں ہے وانہ عیسےٰ لعلم للساعۃ ای علامتہا فان نزولہ من اشراطہا انتہی۔

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ انہٗ کی ضمیر میں مفسرین نے تین احتمالات لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عائد ہے طرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے۔ دوسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف قرآن مجید کے۔ تیسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احتمالین اخیرین بالبداہتہ باطل ہیں۔ کیونکہ قرآنمجید وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے۔ بخلاف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے کہ انکا ذکر قبل وبعد موجود ہے۔ پس یہ بات متعین ہوئی کہ مرجع انہٗ کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں اب یہاں تین احتمالات ہیں۔ یا نزول مقدر مانا جائے یا معجزات یا حدوث۔ احتمالین اخیرین صحیح نہیں ہیں۔ اور انکی عدم صحت کی وجہ تحریر اول خاکسار میں موجود اور مرزا صاحب نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ علاوہ اسکے یہ دونوں احتمال عیر ناشی عن الدلیل ہیں اور نزول کی مقدر ماننے پر دلیل موجود ہے۔ اوّل حدیث ابن عباس جسکو امام احمد نے موقوفاً اور حاکم اور ابن مردویہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

دوسری۔ حدیث حذیفہ بن الاسید غفاری قال اطلع النبی صلے اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انہا لن تقوم حتی تروا قبلہا عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربہا۔ ونزول عیسےٰ بن مریم الحدیث رواہ مسلم۔ ودیگر احادیث صحیح بخاری ومسلم وغیرہما کہ جو بکثرت نزول عیسےٰ علیہ السلام میں وارد ہوئے ہیں اور یہی قول ابن عباسؓ وابوہریرہؓ ومجاہدؒ وابو العالیہؒ وابو مالکؒ وعکرمہؒ وحسنؒ وقتادہؒ وضحاکؒ وسدیؒ وغیرہم کا ہے اور سب مفسرین نے اس احتمال کو ترجیح دی ہے۔ یہ دلیل اگر قطعی نہیں ہے تو قریب قطعی کے تو ضرور ہے۔ مرزا صاحب نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے کسی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول اُن لوگوں کے لئے جو آنحضرت صلے

کے عہد میں بھی نشانِ قیامت ٹھہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا۔ اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کرکے قیامت کا نشان ٹھہرے گا۔ اب تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیونکر انکاری ہوتے ہو وہ عذر پیش کرسکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ شک مت کرو ہم نے پختہ دلیل قیامت کے آنے کی بیان کردی۔ انتہیٰ۔

میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے کسی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وابن عباس وابوہریرہ ومجاہد والعالیہ وابومالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وسدی رضی اللہ عنہم وسائر مفسرین پر جنہوں نے اس آیت سے نزول عیسےٰ علیہ السلام سمجھا ہے جہالت کا الزام لگاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اگر نزول مسیح مراد لیا جاوے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا الیٰ آخرِ ماقال۔ نہایت ہنسی کے لائق ہے۔ مرزا صاحب آیت کا مطلب ہی نہیں سمجھے اور منشا رغلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا میں جو فاء سببیہ آئی ہے وہ چاہتی ہے اس امر کو کہ اسکا ماقبل سبب ہو اور مابعد مسبب۔ پس نزول عیسےٰ علیہ السلام کا قیامت کی نشانی ہونا سبب ہے قیامت میں نہ شک کرنے کا۔ اور نزول ابھی متحقق ہی نہیں ہے۔ پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ قیامت میں شک نہ کرو۔ جواب اسکا یہ ہے کہ نفس تحقق نزول عیسےٰ قطع نظر اس سے کہ حق تعالےٰ نے اُسکے عَلَم ساعۃ ہونے کی خبر دی ہے کسی طرح پر قیامت یا قرب قیامت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ ہاں حق تعالےٰ کا یہ خبر دینا کہ نزول عیسےٰ علیہ السلام عَلَم ساعت ہے البتہ قطعاً وقوع قیامت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر قیامت کا وقوع ہی نہ ہو تو نزول عیسےٰ علیہ السلام کا عَلَم ساعۃ ہونا باطل ہوا جاتا ہے۔ پس عیسےٰ کا عَلَم ساعۃ ہونا اس جہت سے ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالےٰ نے اسکی خبر دی ہے سبب ہے شک سے عدم افتراء بالقیامۃ کا اور اسکے نظائر قرآن مجید

میں بکثرت ہیں کہ ماقبل فائیت کا بنظر نفس ذات اپنی کے سبب نہیں ہے مابعد کا
لیکن اس اعتبار سے کہ حقتعالیٰ نے اس ماقبل کی خبر دی ہے وہ سبب ہے مابعد کا
سورہ بقر میں ہے اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ یہاں مراد استقبال
کعبہ کا حق ہونا ہے اور یہ بغیر حق تعالیٰ کے اخبار کے سبب عدم امتراد کا نہیں
ہو سکتا۔ سورہ آل عمران میں ہے اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ سورہ
نساء میں ہے اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ
وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ
سورہ شعراء میں ہے اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ سورہ فاطر
میں ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا سورہ حٰمٓ السجدہ میں ہے
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ
سورہ تغابن میں ہے زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ
ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ
الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا۔ سورہ کوثر میں ہے اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔

ساتویں دلیل سورہ حشر کی آیت ہے وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ۔ و ہرچہ بدہد شما را پیغامبر بگیرید و ہرچہ
منع کند شما را از اں باز ایستید۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ۔ اور جو کہ دیوے تمکو رسول
پس لے لو اسکو اور جو کچھ کہ منع کرے تمکو اس سے پس باز رہو۔ شاہ عبد القادر صاحبؒ
اور جو دیوے تمکو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔

موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کیطرف رجوع کی گئی تو بکثرت
اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جنکا تواتر مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام
کے صفحہ ۵۵۷ میں تسلیم کیا ہے اُن میں سے ہے حدیث متفق علیہ ابو ہریرہؓ کی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل
فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و

يفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها
ثم يقول ابو هريرة فاقرؤا ان شئتم وَاِن مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ
قَبْلَ مَوْتِهٖ الآية - ترجمہ - کہا ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے
قسم ہے اسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے البتہ بیشک قریب ہے یہ کہ اتریگا تم میں
بیٹا مریم کا حاکم منصف ہو کر پھر توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا سور کو اور موقوف
کرے گا جزیہ اور بہے گا مال یہانتک کہ نہ قبول کرے گا اسکو کوئی یہانتک کہ
ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا و مافیہا سے ۔ پھر کہتے تھے ابوہریرہ پس پڑھو تم اگر چاہو تو یہ
آیت وَاِن مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الآية یعنی - اور نہیں
ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ تحقیق وہ ایمان لاویگا عیسےؑ پر پہلے مرنے
اُن کے سے ۔ تقریر استدلال کی یہ ہے کہ معنی حقیقی ابن مریم کے خود عیسے بن مریم
ہیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں بکثرت یہ لفظ وارد ہوا ہے اور سب جگہ حضرت
عیسےؑ مراد ہیں مثیل ایک جگہ بھی مراد نہیں ہے والنصوص تحمل علی ظواھرھا
وصرف النصوص عن ظواھرھا بغیر صارف قطعی الحاد اور یہاں کوئی صارف
قطعی موجود نہیں ہے ۔ پس ان احادیث سے نزول خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام
کا قطعًا ثابت ہوتا ہے ۔ مرزا صاحب نے اس دلیل کا اپنی کسی تحریر میں جواب نہیں دیا
اگر کہا جائے کہ اخیر کی تین دلیلوں سے نزول عیسےٰ بن مریم علیہ السلام ثابت ہوتا ہے
اور مقصود ثبوت حیات تھا ۔ پس تقریب تمام نہ ہوئی ۔ تو جواب یہ ہے کہ مقصود
بالذات اثبات نزول ہے اور حیات مقصود بالعرض ہے ۔ پس اگر نزول موقوف
حیات پر ہے اور مستلزم ہے حیات کو تو ملزوم کے ثابت ہونے سے لازم خود
ثابت ہو گیا پس حیات ثابت ہوئی وھو المطلوب ۔ اور اگر نزول حیات کو مستلزم
نہیں ہے تو اگرچہ حیات اس دلیل سے ثابت نہ ہوئی لیکن جو مقصود بالذات تھا ۔
یعنی نزول خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام وہی ثابت ہو گیا جسکے لئے حیات عیسےٰ ثابت کیجاتی تھی
لہذا اثبات حیات کی کچھ حاجت نہ رہی ۔

آٹھویں دلیل - صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے عن ابن عباسؓ قال خطب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا ایہا الناس انکم محشورون الی اللہ حفاۃ
عراۃ غرلا ثم قال کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ -
ثم قال الا و ان اول الخلائق یکسیٰ یوم القیمۃ ابراھیم الا وانہ یجاء برجال
من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یارب اصیحابی فیقال انک
لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ
شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ فیقال
ان ھؤلاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم - ترجمہ روایت
ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پس فرمایا
اے لوگو بیشک تم جمع کیے جاؤگے اللہ کیطرف ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ کے
پھر پڑھی یہ آیت - کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ الآیۃ پھر فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ سب مخلوق سے
پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جاوینگے - آگاہ ہوجاؤ
اور بیشک لائے جاوینگے چند مرد میری امت میں سے پھر لیجاوینگے انکو بائیں
طرف پھر کہونگا میں اے رب میرے یہ میرے چھوٹے ساتھی ہیں پس کہا جاویگا
بیشک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیزیں نکالیں انہوں نے بعد تیرے - پس
کہونگا میں مانند اسکی کہ کہا بندہ صالح یعنی عیسےٰ نے وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا
مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ الآیۃ پس کہا جاویگا کہ بیشک یہ لوگ پھر گئے اپنی ایڑیوں پر جب سے
کہ چھوڑا تو نے انکو - وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے قول کو تشبیہ دی ساتھ قول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اور یہ نہیں فرمایا
کہ فاقول ما قال العبد الصالح یعنی پس کہونگا میں جو کہا بندہ صالح نے - اور
مشبہ اور مشبہ بہ میں مغایرت ہوتی ہے نہ عینیت - پس معلوم ہوا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے توفی اور حضرت عیسےٰ کے توفی میں مغایرت ہے نہ عینیت
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے توفی تو قطعاً بذریعہ موت کے ہوئی - پس ثابت ہوا کہ

حضرت عیسے علیہ السلام کی توفی بذریعہ موت کے نہیں ہوئی بلکہ بذریعہ رفع واصعاد
کے ہوئی جو مشابہ و مشکل موت کا ہے اور یہی مدعا تھا۔

نویں دلیل۔ اثر ابن عباس سے جو حکماً مرفوع ہے۔ فتح البیان میں ہے

اخرج سعید بن منصور والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن عباسؓ
قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسے الی السماء خرج الی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلا
من الحواریین فخرج علیہم من عین فی البیت وراسہ یقطر ماءً فقال ان منکم
من یکفر بی اثنی عشر مرۃ بعد ان آمن بی ثم قال ایکم یلقی علیہ شبہی فیقتل مکانی
فیکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثہم سناً فقال لہ اجلس ثم اعاد
علیہم ثم قام الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیہم فقام الشاب فقال انا
فقال انت ذاک فالقی علیہ شبہ عیسے ورفع عیسے من روزنۃ فی البیت
الی السماء قال وجاء الطلب من الیہود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ فکفر
بہ بعضہم اثنی عشر مرۃ بعد ان آمن بہ وافترقوا ثلاث فرق فقالت طائفۃ
کان اللہ فینا ماشاء ثم صعد الی السماء فہؤلاء الیعقوبیۃ وقالت فرقۃ
کان فینا ابن اللہ ماشاء ثم رفعہ اللہ الیہ وہؤلاء النسطوریۃ
وقالت فرقۃ کان فینا عبد اللہ ورسولہ وہؤلاء المسلمون فتظاہرت
الکافرتان علی المسلمۃ فقتلوھا فلم یزل الاسلام طامساً حتی بعث اللہ
محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ علیہ فَآمَنَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
یعنی الطائفۃ التی آمنت فی زمن عیسے وَكَفَرَتْ طَّائِفَةٌ یعنی التی کفرت فی
زمن عیسے فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا فی زمن عیسے باظہار محمد دینہم علی
دین الکافرین۔ قال ابن کثیر بعد ان ساقہ بہذا اللفظ عند ابن ابی
حاتم قال ثنا احمد بن سنان ثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المنہال بن عمرو
عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فذکرہ وہذا اسناد صحیح الی ابن عباس
وصدق ابن کثیر فہؤلاء کلہم من رجال الصحیح واخرجہ النسائی من حدیث ابی کریب عن ابی معاویۃ نحوہ

ترجمہ۔ روایت کیا سعید بن منصور و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے ابن
عباسؓ سے کہا اُنہوں نے (جب ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ اُٹھاوے حضرت عیسےٰ
کو آسمان کیطرف نکلے حضرت عیسےٰ اپنے یاروں کیطرف اور گھر میں بارہ مرد تھے
حواریوں میں سے پس نکلے اُنپر ایک چشمہ سے جو گھر میں تھا اور سر سے اُنکے
پانی ٹپکتا تھا پس فرمایا کہ تحقیق بعض تم میں سے وہ ہے کہ کفر کرے گا میرے ساتھ
بارہ بار بعد اسکے کہ ایمان لایا مجھپر پھر فرمایا کہ کون تم میں ہے کہ ڈالی جاوے
اُسپر شبیہ میری پھر قتل کیا جاوے وہ میری جگہ اور ہو میرے ساتھ میرے
درجہ میں۔ پس کھڑا ہوا ایک جوان نو عمروں میں سے پس فرمایا واسطے اُسکے
بیٹھ جا پھر اعادہ کیا اُنپر اُس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان پھر فرمایا کہ بیٹھ جا پھر اعادہ کیا
انپر اس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان پس کہا اس نے میں۔ پس فرمایا کہ تو وہی ہے
پس ڈالی گئی اسپر شبیہ عیسےٰ کی اور اُٹھائے گئے عیسےٰ روشندان سے جو گھر میں تھا
آسمان کیطرف کہا اور آئے تلاش کرنے والے یہود کیطرف سے پس پکڑ لیا
اُنہوں نے شبیہ کو پس قتل کیا اُسکو پھر سولی پر چڑھایا اُسکو) پس کفر کیا ساتھ
اُنکے بعض اُنکے نے بارہ بار بعد اسکے کہ ایمان لایا تھا اُنپر اور متفرق ہو گئے تین فرقے
پس کہا ایک فرقہ نے رہا اللہ ہم میں جب تک کہ چاہا اس نے پھر چڑھ گیا آسمان کیطرف
پس یہ یعقوبیہ ہیں۔ اور کہا ایک فرقہ نے تھا ہم میں بیٹا اللہ کا جب تک کہ چاہا
اس نے پھر اُٹھا لیا اُسکو اللہ نے اپنی طرف اور یہ نسطوریہ ہے اور کہا ایک فرقہ نے
تھا ہم میں بندہ اللہ کا اور رسول اسکا یہ اُس زمانہ کے مسلمان تھے پھر چڑھائی کی کافروں نے
مسلمانوں پر پس قتل کیا اُنکو پس ہمیشہ رہا اسلام مٹا ہوا یہانتک کہ بھیجا اللہ نے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پس اُتاری اللہ نے اُنپر یہ آیت فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ
یعنی پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے یعنی وہ گروہ جو ایمان لایا حضرت عیسےٰ
کے زمانہ میں اور کفر کیا ایک گروہ نے یعنی اُس نے کہ کافر ہوا حضرت عیسےٰ کے زمانے
میں پس تائید کی ہمنے اُن لوگوں کی کہ ایمان لائے زمانہ میں حضرت عیسےٰ کے اسطرح کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اُنکے دین کو کافروں کے دین پر غالب کیا۔ کہا ابن کثیر نے بعد اسکے کہ چلایا اس حدیث کو اس لفظ سے نزدیک ابن ابی حاتم کے کہا حدیث کی ہمکو احمد بن سنان نے حدیث کی ہمکو ابو معاویہ نے اعمش سے اُنہوں نے منہال بن عمرو سے اُنہوں نے سعید بن جبیر سے اُنہوں نے ابن عباسؓ سے بس ذکر کیا اسکو اور یہ سند صحیح ہے ابن عباسؓ تک اور سچ کہا ابن کثیر نے بس یہ کل رجال رجال صحیح میں سے ہیں۔ اور روایت کیا اسکو نسائی نے حدیث ابی کریب سے اُنہوں نے معاویہ سے مثل اُسکی۔

کہتا ہوں میں کہ اس ناچیز نے سب رجال کو دیکھا جو سب رجال بخاری و مسلم کے ہیں سوائے منہال بن عمرو کے کہ وہ صرف رجال بخاری سے ہے اور اس اثر کے حکما مرفوع ہونے پر یہ عبارت سخاوی کی دال ہے قال شیخنا فیہ ان ابا ھریرۃ لم یکن یاخذ عن اھل الکتاب وان الصحابی الذی یکون کذلک اذا اخبر بما لا مجال للرائ والاجتھاد فیہ یکون للحدیث حکم الرفع انتہی۔ وھذا یقتضی تقیید الحکم بالرفع بصدورہ عن من لم یاخذ عن اھل الکتاب انتہی اور بھی اس میں ہے واصرح منہ منع ابن عباس لہ ای للکعب ولو وافق کتابنا وقال انہ لا حاجۃ وکذا النہی عن مثلہ ابن مسعود وغیرہ من الصحابۃ۔ انتہی

دسویں دلیل ۔ حدیث مرسل حسن کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ اِنِّی مُتَوَفِّیکَ یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ ترجمہ کہا حسنؓ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کہ تحقیق عیسٰے نہیں مرے اور بیشک وہ رجوع کرنے والے ہیں تمہاری طرف دن قیامت سے پہلے۔ اگر کہا جائے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ اس مرسل کی تقویت چند طرح پر ہوگئی ہے۔

اول۔ یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسٰے

زندہ ہیں تفسیر ابن کثیر میں ہے وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیۃ
حدثنا ابو رجاء عن الحسن وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قبل موتہ
عیسیٰ واللہ انہ لحی الآن عند اللہ ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون۔ انتہی
پس معلوم ہوا کہ یہ مرسل حسن کے نزدیک قوی ہے ورنہ قسم نہ کھاتے۔

دوم تہذیب میں ہے وقال یونس بن عبید سألت الحسن قلت
یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانک لم تدرکہ
قال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک
منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکان فی عمل الحجاج کل شیء سمعتنی
اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہو عن علی ابن ابی طالب غیر انی
فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا۔ انتہی۔ نیز تہذیب میں ہے قال محمد بن احمد
بن محمد بن ابی بکر المقدمی سمعت علی بن المدینی یقول مرسلات یحیی بن ابی
کثیر شبہ الریح ومرسلات الحسن البصری التی رواہا عنہ الثقات
صحاح اقل ما یسقط منہا۔ انتہی۔ خلاصہ میں ہے قال ابو زرعہ کل شیء
قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجدت لہ اصلا ثابتا خلا
اربعۃ احادیث۔ انتہی۔ جامع ترمذی کی کتاب العلل میں ہے حدثنا سوار بن
عبد اللہ العنبری قال سمعت یحیی بن سعید القطان یقول ما قال
الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وجدنا لہ اصلا
الا حدیثا او حدیثین۔ انتہی۔

سوم۔ یہ مرسل معتضد ہے ساتھ تین آثار ابن عباس کے۔ ایک بیان میں
کیفیت رفع عیسیٰ کی۔ دوسرا تفسیر آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ
قَبْلَ مَوْتِهٖ میں۔ تیسرا تفسیر آیت کریمہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں۔ کما تقدم۔ اور ان آثار
میں سے دو کے رجال رجال صحیح ہیں اور ایک حکما مرفوع ہے اور ایک کو بعض محدثین
نے مرفوع کیا ہے۔ اور معتضد ہے ساتھ اثر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جو سند کے ساتھ

صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اور معتضد ہے ساتھ حدیث مرفوع ابن عباس کے جو مسند صحیح بخاری میں مروی ہے۔ اور معتضد ہے ساتھ آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور دیگر آیات شریفہ کے جو اثبات حیات کے لیے بیان کی گئی ہیں اور مرسل اس سے کم میں قابل احتجاج ہو جاتا ہے۔ الفیہ میں ہے لکن اذا صح لنا مخرجہ بمسند اومرسل یخرجہ من لیس یروی عن رجال الاول نقبلہ۔ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں وکذا یعتضد بما ذکر مع من مذہب الشافعی کما سیأتی من موافقۃ قول بعض الصحابی او فتوی عوام اہل العلم۔ پس اس مرسل کے قوی و قابل احتجاج ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ یہ پوری دس دلیلیں ہوئیں حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مخفی نہ رہے کہ جو عبارات مفسرین کی تحریر چہارم میں نقل کی گئی ہیں اُن سے صاف واضح ہے کہ سب اہل اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لیکر اس زمانہ تک صحابہ و تابعین و تبع تابعین و فقہاء المحدثین و عامہ مفسرین سب کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام آسمان پر زندہ مع الجسد موجود ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ وہ مردہ ہیں اگرچہ اہل اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ اُٹھائے جانے سے پہلے آنپر موت طاری ہوئی یا نہیں۔ جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ موت طاری نہیں ہوئی۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ موت طاری ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کرکے مع الجسد اُٹھا لیا۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا ہے کہ اب وہ مردہ ہیں۔ پس جو مذہب مرزا صاحب نے احداث کیا ہے یہ قول کسی کا اہل اسلام میں سے نہیں ہے۔ (الحق الصریح فی حیات المسیح مولانا مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی)

اسکے بعد چند احادیث درج کی جاتی ہیں جنسے بالوضاحت حیات مسیح ثابت ہے۔

اثبات حیات مسیح بالاحادیث

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ قال خروج عیسے علیہ السلام۔ الحدیث۔ رواہ الحاکم فی المستدرک
قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین۔ ترجمہ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا اُس نے فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ایمان لائیگا ساتھ اسکے
پہلے موت اسکی کے۔ کہا ابن عباسؓ نے اسکی مراد نکلنا عیسے علیہ السلام کا ہے۔
روایت کیا اسکو حاکم نے بیچ مستدرک کے اور کہا حاکم نے صحیح ہے شیخین کی شرط پر۔

ور دی ابن جریر وابن ابی حاتم عن الربیع قال ان النصاری اتوا النبی صلے
اللہ علیہ والہ وسلم فخاصموا فی عیسے ابن مریم الی ان قال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسے یاتی علیہ الفناء۔ الحدیث۔ ترجمہ۔ روایت
کی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ربیع سے کہا اس نے تحقیق نصاریٰ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس پس جھگڑا کیا انہوں نے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ حق عیسے بن مریم کے
یہانتک کہ فرمایا انکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا نہیں تم جانتے کہ تحقیق رب ہمارا زندہ ہے
اور تحقیق عیسے علیہ السلام آوے گی اسپر فنا۔

وعن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت لیلۃ
اسری بی ابراھیم وموسی وعیسے علیہ السلام فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرھم الی ابراھیم
فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسی فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسے
فقال اما وجبتھا فلا یعلم بھا احد الا اللہ وفیما عھد الی ربی عزوجل ان الدجال
خارج ومعی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص فیھلکہ اللہ اذا رانی الحدیث
رواہ احمد وابن ابی شیبۃ وسعید بن منصور والبیہقی وابن ماجۃ والحاکم ایضا ولفظہ فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتلہ
ترجمہ۔ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہا اُس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ملا میں معراج کی رات ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسے علیہم السلام کو پس ذکر کیا انہوں نے
قیامت کا پس پھیرا اُس نے اپنا مسئلہ ابراہیم علیہ السلام کیطرف۔ پس کہا اس نے نہیں
خبر مجھکو ساتھ اسکے پھر موڑا انہوں نے اپنا مسئلہ موسےٰ علیہ السلام کیطرف پس کہا اُس نے
نہیں خبر مجھکو ساتھ اسکے پھر پھیرا انہوں نے اپنا کام عیسے علیہ السلام کیطرف پس کہا

عیسٰے علیہ السلام نے نہیں جانتا اُسے کوئی اللہ کے سوا۔ مگر جب دجال نکلے گا تو میرے ہاتھ سے قتل کیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد ہے کہ میں بعد نزول دجال کو

اب ہم ذیل میں سلف صالحین کا مذہب لکھتے ہیں اور ہر ایک بزرگ کا نام بمعہ حوالہ کتاب تحریر کرتے ہیں تاکہ مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو جائے کہ مرزائی بالکل جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰے فوت ہو گئے اور انکا آنا بروزی رنگ میں مرزا غلام احمد میں ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں امت محمدی میں سے ایک شخص بھی پیش نہیں کر سکتے جسکا یہ مذہب ہو کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو گئے اُنکا نزول اصالتاً نہ ہوگا اور اُنکے عوض کوئی ایک شخص امت محمدی میں نبوت و رسالت کاذبہ کا مدعی ہو کر مسیح موعود ہوگا اگر کسی صاحب مذہب کا یہ عقیدہ ہو تو مرزائی پیش کریں۔ پیش کنندہ کو ہم ایک سو روپیہ انعام دینگے۔

طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲) جب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جماعت صحابہ کے ساتھ ابن صیاد کے پاس تشریف لیگئے اور کچھ کچھ علامتیں ابن صیاد میں دجال کی پائی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ اجازت فرماتے ہیں کہ میں اسکو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا قاتل عیسٰے بن مریم ہے تو اسکا قاتل نہیں۔ (رواہ احمد عن جابر)

اس حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خلاصہ موجودات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کبار کا بھی یہی مذہب تھا کہ دجال کو حضرت عیسٰے علیہ السلام بعد نزول قتل کرینگے۔ اور عیسٰے بن مریم سے مراد مسیح ناصری رسول اللہ صاحب کتاب (انجیل) ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا مفہوم تھا۔ کیونکہ اگر آنحضرت اور آپ کے صحابہ کا یہ مذہب ہوتا کہ عیسٰے فوت ہو کر کشمیر میں دفن ہو

تو آپ یہ نہ فرماتے کہ دجال کا قاتل عیسے بن مریم ہے۔

دوم۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کہ جنکی فراست اور تدین ایسا تھا کہ وحی الٰہی انکی رائے کے مطابق نازل ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنکر کہ دجال کا قاتل عیسے بن مریم ہے خاموش رہنا کامل دلیل ہے اسبات پر کہ حضرت عمرؓ کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسے کا رفع جسمانی بحالت حیات ہوا اور نزول بھی جسمانی ہوگا ورنہ حضرت عمرؓ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ایسا اعتقاد کہ عیسے علیہ السلام قیامت تک زندہ رہیگا شرک ہے آپ کسطرح فرماتے ہیں کہ عیسے بن مریم دجال کا قاتل ہے جبکہ وہ نوت ہو چکا ہے اور مدت دراز گذر چکی ہے۔

سوم۔ دوسری جماعت صحابہ کرام کی خاموشی بھی اسی بات کو ثابت کرتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا برحق تھا اور دجال کا قاتل حضرت عیسے علیہ السلام کو تسلیم کیا جس سے رفع جسمانی و اصالتاً نزول ثابت ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام کی جماعت سے کوئی ایک تو عرض کرتا کہ یا رسول اللہ! حضرت عیسےٰ تو فوت فوت ہو چکے۔ اگر اب تک زندہ آسمان پر ہیں تو اسمیں آپ کی ہتک ہے کہ مسیح ناصری نبی تو زندہ تا قیامت آسمان پر رہے اور حضور زمین پر رہیں اور یہ بھی آپکی کسرِ شان ہے کہ اس جتنی عمر بھی آپ کو نہ ملے۔ مگر کسی صحابی نے دم نہ مارا۔ اور فرمانِ نبوی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابن صیاد کو چھوڑ کر چلے آئے جس سے روز روشن کیطرح ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا بھی یہی مذہب تھا جو ہم مسلمانوں کا ہے یعنی حضرت عیسے علیہ السلام اصالتاً نازل ہوں گے اور وہی سچے مسیح موعود ہوں گے جھوٹے مسیح تو بہت آئے اور آتے رہینگے جیسا کہ مسیح اور محمدؐ کی پیشگوئی ہے۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسد اللہ الغالب۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷ حدیث نمبر ۲۹۹۸)

اخرج ابن المنادی فی مسندہ عن علی ابن ابی طالب قال یقتلہ اللہ تعالیٰ بالشام علی عقبۃ یقال لھا عقبۃ رفیق لثلاث ساعات یمضین من النہار علی یدی عیسے ابن مریم (کتاب الاشاعۃ صفحہ ۱۲۰) یعنی دجال کو اللہ تعالیٰ قتل کریگا عیسے بن مریم کے ہاتھ۔

۳- ام المؤمنین حضرت عائیشہ صدیقہ رضؓ (بجلی آسمانی ص ۹۴) اخرج احمد وابن ابی شیبۃ عن عائشۃ رض قال فینزل عیسے فیقتل الدجال۔ یعنی عیسے نازل ہوگا اور دجال کو قتل کریگا۔ ایک دوسری حدیث منتخب کنز العمال حاشیہ مسند امام احمد جلد ۲ ص۵۷ میں درج ہے کہ حضرت عائیشہ صدیقہ رض نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہونگی۔ پس آپ اجازت فرماویں کہ آپ کے پہلو میں دفن کیجاؤں آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے میری قبر اور ابوبکرؓ وعمرؓ اور عیسےٰ بن مریم کی قبر کے کسیکی گنجایش نہیں۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائیشہ رض کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسے زندہ ہیں مرے نہیں۔ اور بعد نزول اصالتاً دجال کو قتل کرینگے پھر فوت ہونگے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔

۴- حضرت ابوہریرہؓ۔ (مشکوۃ مترجم جلد ۴ ص ۱۲۷ و ۱۲۸ باب نزول عیسےٰ بن مریم)۔ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لایقبلہ احد وتکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃؓ فاقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ الآیۃ۔ **ترجمہ**۔ روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق اُترینگے تم میں عیسےٰ بیٹے مریم کے درحالیکہ حاکم عادل ہوں گے۔ پس توڑینگے صلیب کو اور قتل کرینگے خنزیر کو اور بہت ہوگا مال یہانتک کہ نہ قبول کرے گا اُسکو کوئی اور ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر ایک چیز سے جو دنیا میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر اسمیں شک ہو تو پڑھو قرآن کی یہ آیت کہ نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر وہ ایمان

لائیگا عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے مرنے عیسیٰ کے اور آنپر عیسیٰ دن قیامت کے گواہ ہوں گے۔ روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے۔

حضرت ابوہریرۃؓ جلیل القدر صحابی ہیں انکا مذہب بھی یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوئے۔ اور اصالتاً نزول فرماکر دجال کو قتل کرینگے اور پھر فوت ہوں گے۔ اور قرآن کی آیت سے تمسک کر کے فرمایا کہ "قَبْلَ مَوْتِہٖ" سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہے۔

۵۔ عبداللہ بن مسعود (سنن ابن ماجہ مصری جلد ۲ صـ۲۶۵) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ سے ملا اور قیامت کے متعلق ذکر کیا۔ پہلے ابراہیم سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ لَا عِلْمَ لِیْ۔ پھر یہ امر موسیٰ کے حوالے کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ لَا عِلْمَ لِیْ۔ پھر آخر میں یہ امر عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اصلی علم تو خدا کے سوا کسیکو نہیں مگر میرے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جب دجال نکلیگا تو میں نازل ہوں گا اور اسکو قتل کروں گا الخ۔ اس حدیث سے عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب معلوم ہوا کہ وہ اصالتاً نزول عیسیٰ بن مریم نبی ناصری کے قائل تھے۔

۶۔ عبداللہ بن عمر۔ (بجلی آسمانی حصہ اول صـ۴۸) اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن عمرؓ قال ینزل المسیح ابن مریم فاذا راہ الدجال ذاب کما یذوب الشحمۃ فیقتل الدجال۔

۷۔ عبداللہ بن سلام۔ (درمنثور جلد ۲ صـ۲۴۵) اخرج البخاری فی تاریخہ عن عبد اللہ ابن سلام۔ قال یدفن عیسیٰ مع رسول اللہ وابی بکرؓ وعمرؓ فیکون قبرا رابعًا۔ یعنی عبداللہ بن سلام نے کہا دفن ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابی بکرؓ و عمرؓ کے اور انکی قبر چوتھی قبر ہوگی۔ اس حدیث سے بھی حیات مسیح ثابت ہے کیونکہ اتبک ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔

۸- عبداللہ بن عباسؓ (تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ) اخرج ابن عساکر کا سحق بن بشر عن ابن عباسؓ قال قول تعالیٰ عزوجل یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخرالزمان یعنی ابن عباسؓ کا یہ مذہب تھا کہ پہلے میں اپنی طرف اٹھاؤنگا اور یہود کی ضرر رسانی اور گندی صحبت سے پاک کرونگا۔ اور پھر اخیر زمانہ میں بعد نزول وقتل دجال تمکو موت دونگا:-

اس جگہ مرزائی سخت دہوکہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ممیتک کے معنے کیے ہیں۔ مگر آگے پیچھے کی عبارت ہضم کر جاتے ہیں۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ کا مذہب جو تقدیم وتاخیر کا ہے۔ اسکو چھپاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ مذہب ہے کہ اے حضرت عیسےٰ پہلے تمکو اٹھاؤنگا اور بعد نزول موت دونگا"۔ مگر مرزائی صرف ایک حصہ "ممیتک" تو بیان کرتے ہیں اور دوسرا حصہ "ثم متوفیک فی اخرالزمان" کو ظاہر نہ کرکے مسلمانوں کو دہوکہ دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ وفات کے قائل تھے حالانکہ وہ وفات بعد نزول فی اخرالزمان کے قائل ہیں۔ اسواسطے انہوں نے فلما توفیتنی کے معنے رفعتنی

کے کیے ہیں۔ یعنی قیامت کے دن حضرت عیسےٰ جواب دینگے کہ جب تونے مجکو آسمان پر اٹھالیا تو تو ہی انکا نگہبان تھا۔ ہم مفصل فیصلہ ابن عباسؓ دربارہ حیات مسیح درج کرتے ہیں۔- اخبرنا ھشام بن محمد ابن السائب عن ابیہ عن ابی صالح عن ابن عباسؓ قال کان بین موسیٰ ابن عمران و عیسےٰ ابن مریم الف سنۃ وتسعۃ مائۃ سنۃ فلم تکن بینھما فترۃ وان عیسےٰ علیہ السلام حین رفع کان ابن اثنین وثلاثین سنۃ ءاشھر وکانت نبوتہ ثلاثون شھرا وان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حی الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکا ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۲۶ مطبوعہ لیڈن)

(یعنے خبردی ہمکو ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے باپ صالح سے انہوں نے ابن عباسؓ سے کہ کہا ابن عباسؓ نے کہ درمیان حضرت موسیٰ بیٹے عمران اور حضرت عیسےٰ بیٹے مریم کے ایک ہزار نوسو برس اور چھ ماہ کے کوئی خالی زمانہ نبوت سے نہیں رہا اور تحقیق جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام اٹھائے گئے انکی عمر ۳۲ برس کی تھی اور انکی نبوت کا زمانہ تیس مہینہ کا تھا اور اللہ

تعالیٰ نے اٹھا لیا حضرت عیسےٰ کو ساتھ جسم کے درا نحالیکہ وہ زندہ تھا اور تحقیق وہ جلد وا

آنیوالا ہے دنیا میں اور ہوگا بادشاہ پھر مرے گا جسطرح کہ مرتے ہیں لوگ" (صفحہ ۲۶۲ ت

الکبرٰی جلد اول) اس روائت حضرت ابن عباسؓ سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے

اول۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا جس سے مرزا جی کا رفع روحانی ڈھکوسلا باطل ہوا۔

دوم۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا رفع ۳۳ برس کی عمر میں ہوا۔ جس سے قصہ کشمیر ایجاد کردہ مرزا صاحب باطل ہوا۔

سوم۔ زندہ اٹھایا جانا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ثابت ہوا۔ کیونکہ حیؔ کا لفظ بتا کہ حضرت عیسےٰ مرے نہیں زندہ اٹھائے گئے۔ جس سے وفات مسیح کا مسئلہ جو کہ مرزا کی مسیحیت و مہدویت کی بنیاد ہے غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ فرما کہ مسیح زندہ بجسد عنصری اٹھایا گیا۔

چہارم۔ تفسیر رجع الی الدنیا سے ثابت ہوا کہ وہی عیسےٰ علیہ السلام جو آسمان اٹھائے گئے تھے وہی اصالتاً واپس آئینگے کیونکہ رجع کا لفظ بتا رہا ہے کہ وہی علیہ السلام دوبارہ واپس آئینگے۔

پنجم۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا اصالتاً آنا اور بادشاہ حاکم عادل ہو کر آنا ثابت جیسا کہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ جزیہ معاف کردینگے۔ اور جزیہ وہی معاف کرسکتا جو بادشاہ ہو۔

ششم۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا تا نزول زندہ رہنا ثابت ہوا۔ کیونکہ ابن عباسؓ جنکی تعریف مرزا صاحب نے خود کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کے صحابی اور چچازاد بھائی تھے۔ اور حضور علیہ السلام نے اُنکے حق میں قرآن کی دعا کی تھی۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے جب صاف صاف فرمایا کہ ثم یمو کما یموت الناس یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہونگے جسطرح اور لوگ فوت ہوتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا عقیدہ ہرگز نہ تھا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دوسرے نبیوں اور رسولوں ا

طرح فوت ہو گئے۔ اور یہ امر بھی ثابت ہوا کہ ممیتک کے معنے جو بار بار حضرت
ابن عباسؓ نے کئے انکا مطلب یہ تھا کہ مسیح بعد نزول طبعی موت سے مرینگے۔ اور ممیتک
وعدہ ہے۔ کہ اے عیسٰی نہ تم صلیب دئے جاؤ گے اور نہ یہود کا ہاتھ تم تک پہونچنے
دیگا۔ اور نہ کوئی عذاب تمکو یہود دے سکیں گے اسمیں صرف تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنے
پہلے تیرا رفع کروں گا اور یہود کی صحبت گندی اور تکلیف رساں سے پاک کروں گا
اور تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر غالب کرونگا۔ اس تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے
حضرت ابن عباسؓ نے ممیتک معنے کئے۔ کہا جاتا ہے کہ تقدیم و تاخیر کلام الہی میں
نہیں ہو سکتی اور مرزا جی حضرت ابن عباسؓ پر بھی خفا ہو گئے اور اپنا مطلب فوت
ہوتا دیکھکر (نعوذ باللہ) انکو بھی گالیاں دینے لگے۔ اور الحاد و کفر و یہودیت و لعنت کے
مورد وغیرہ الفاظ انکے حق میں استعمال کئے (دیکھو ازالہ اوہام مصنفہ مرزا صاحب جس کا ذکر آگے
آئیگا)۔ صرف حضرت ابن عباسؓ کا ہی یہ مذہب نہیں بلکہ تقدیم و تاخیر کے اور بزرگانِ دین
بھی معتقد ہیں جن سب کے حق میں مرزا جی نے بدزبانی کر کے اپنی دینداری اور خاتمہ
موت کا ثبوت دیا ہے۔ مفصلہ ذیل بزرگانِ دین بھی حضرت ابن عباسؓ کیساتھ
تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں۔

(اول) تفسیر درمنثور جلد دوم صـ۳۶ ۔ اخرج ابن عساکر و اسحٰق ابن بشیر عن ابن عباسؓ
قوله تعالیٰ یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی قال رافعک الی ثم متوفیک
فی اخر الزمان۔ یعنے اے عیسٰی پہلے تجکو اپنی طرف اٹھالونگا اور پھر تجکو آخر زمانہ میں
فوت کرونگا۔

(دوم) قتادہ سے تفسیر اتقان اردو جلد ۲ صـ۳۲ مروی ہے کہ انی متوفیک و رافعک
میں تقدیم و تاخیر ہے۔ ایسا ہی تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صـ۲۲۹ میں ہے۔

(سوم) ضحاکؒ تابعی تفسیر معالم التنزیل جلد اول صـ۱۶۲/۱۹۲ قال الضحاک و جماعة
ان فی هذہ الایة تقدیما و تاخیرا۔ یعنے اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔

(چہارم) الفراء۔ فتح القدیر قلمی جلد ۱۔ قال الفراء ان فی الکلام تقدیما و تاخیرا
تقدیرہ انی رافعک و مطهرک من الذین کفروا۔ متوفیک بعد انزالك

یعنی پہلے تجھے اٹھاؤں گا اور پاک کرونگا کفروں سے اور بعد نازل ہونے تیرے کے تجکو مار دوں گا۔

(پنجم) جلالین صفحہ ۵ فی البخاری قال ابن عباس انی متوفیک ممیتک بعد نزولک من السماء فی اخر الزمان یعنے اے عیسے میں تیرے مارنیوالا ہوں بعد نزول کے آسمان سے آخر زمانہ میں۔ پس یہ وعدہ ہے وفات کا نہ کہ وقوع وفات کا

(ششم) مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ متوفیک ورافعک الی علے التقدیم والتاخیر یعنے مصنف مجمع البحار کے نزدیک بھی تقدیم وتاخیر ہے۔

(ہفتم) تفسیر تنویر المقیاس بحاشیہ درمنثور جلد اول صفحہ ۷۷ و ۲۰۰ یہ مقدم و موخر یقول انی رافعک الی ثم متوفیک قابضک بعد النزول یعنے پہلے تجھکو اپنی طرف اٹھاؤنگا اور بعد میں تجکو زمین پر اتارونگا پھر قبض کرونگا۔

(ہشتم) تفسیر مدارک جلد اول صفحہ ۲۰۵ ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء یعنے تیرے مارنے والا ہوں آسمان سے نازل ہونے کے بعد۔

(نہم) تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۸۲ لا تقتضی بالترتیب فلم یبق الا ان یقول فیھا التقدیم والتاخیر والمعنی انی رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالی ایاک فی الدنیا۔ یعنی ترتیب الفاظ باقی نہ رہی بلکہ تقدیم وتاخیر ہو گئی اور معنے یوں ہوئے کہ میں تجکو اے عیسے اٹھانیوالا ہوں طرف اپنی اور پاک کرنیوالا ہوں تجکو کفار سے اور پھر تجکو دنیا میں اتار کر فوت کرنیوالا ہوں۔

(دہم) تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۴۹ ان فی الآیۃ تقدیما وتاخیرا۔ تقدیرہ انی رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالک الی الارض یعنے آسمان سے زمین پر نازل کرنیکے بعد تجکو وفات دونگا۔

ناظرین۔ حوالے تو بہت ہیں مگر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ایک ندار طالب حق کے لئے اسقدر کافی ہیں اور نہ ماننے والے کے واسطے ہزار حوالہ بھی کافی نہیں۔ غرض سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے بعد حضرت خلاصہ موجودات افضل الرسل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نزول عیسے

ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت
فیدفن معی فی قبری الخ (عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا اس نے کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اتریگا عیسےٰ بن مریم زمین کیطرف
پس نکاح کریگا اور اولاد ہوگی اسکی اور جیتا رہیگا پینتالیس برس پھر مرے گا پس دفن
کیا جائیگا میرے مقبرہ میں میرے ساتھ رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفا کذا فی المشکوٰۃ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بعبارۃ النص ثابت ہے کہ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آخیر زمانہ میں نازل ہوں گے نکاح کرینگے
اور پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں
مدفون ہوں گے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ
حضرت عیسےٰ ابھی تک نہیں فوت ہوئے۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے حضرت ابن عباسؓ و دیگر
بزرگان دین متین کو گالیاں دیں اور برا کہا۔ اب ہم ذیل میں قرآن شریف کی آیات درج
کرتے ہیں تاکہ مرزائی صاحبان خوف خدا کریں اور مرزا صاحب کی ہر ایک بات کو جو
خلاف قرآن کریم ہے تسلیم نہ کریں۔

پہلی آیت۔ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ
وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (نساء ع ۲۳)
کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ اس آیت میں ترتیب ہے اور داؤد علیہ السلام جو سب سے بعد
مذکور ہوئے ہیں انکو زبور توریت اور انجیل کے بعد دیگئی اور داؤد علیہ السلام پہلے تھے۔

دوسری آیت:۔ کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ وَثَمُوْدُ
وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ (سورہ ص پارہ ۲۳ ع ۱۰) اسمیں قوم نوح کے بعد عاد و ثمود
ہوئے انکے بعد اصحاب ایکہ پھر قوم لوط اور بعد اسکے فرعون ذوالاوتاد ہوا۔ اس آیت میں
بھی ترتیب نہیں۔

تیسری آیت۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ
(سورہ ق پارہ ۲۶ ع ۱۷) اس آیت میں بھی ترتیب نہیں کیونکہ زمین پہلے بنی اور آسمان
بعد میں بنا۔ جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ

دیکھو دخان (پارہ ۲۵ رکوع ۱۹)

ناظرین! چونکہ اختصار منظور ہے لہٰذا انہی تین آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ اور بہت سی آیات ہیں جنمیں تقدیم و تاخیر موجود ہے۔ پھر مرزائیوں کی محض خود غرضی ہے کہ آیۃ اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تقدیم و تاخیر نہیں مانتے۔ مگر جب حضرت ابن عباس رض کے آدھے قول کو تو مانا جاتا ہے۔ یعنی مُمِیتُکَ جو اس نے کہا ہے وہ تو درست ہے اور جو وہ تقدیم و تاخیر کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیوں صاحب اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کے یہی معنے نہیں تو اور کیا ہیں؟

مگر افسوس مرزائی صاحبان کو یہ سمجھ نہیں کہ جو مذہب انہوں نے اختیار کیا ہے۔ اس میں بھی تو ترتیب نہیں۔ کیونکہ تطہیر پہلے ہو اور رفع اسکے ۸۷ برس بعد کشمیر میں ہوا۔ دوم غلبہ عیسائیوں کا پہلے ہوا اور تطہیر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت چھ سو برس بعد ہوئی چنانچہ مرزا صاحب قبول کرتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے تطہیر ہوئی۔ (دیکھو مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵۵ مصنفہ مرزا صاحب)۔

پھر مرزا صاحب اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں کے صفحہ ۵۳ پر لکھتے ہیں اور مُطَہِّرُکَ کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کریگا اور وہ زمانہ یہی ہے۔ مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہے کہ تطہیر ۱۹ سو برس کے بعد ہوئی اور رفع بقول مرزا صاحب واقعہ صلیب کے ۸۷ برس بعد ہوا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح کی تطہیر کا وعدہ پہلے تھا اور عیسائیوں کا غالب آنا بعد میں تھا۔ اور اب بقول مرزا صاحب عیسائیوں کو غلبہ پہلے ہوا اور تطہیر بعد میں مرزا صاحب کے زمانہ میں ہوئی۔

مرزا صاحب اپنی کتاب راز حقیقت کے حاشیہ صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالیٰ نجات پا کر باقی عمر سیاحت میں گذاری جب ۳۳ برس کی عمر میں واقعہ صلیب پیش آیا اور بقول مرزا صاحب حضرت مسیح نے صلیب سے نجات پاکر بفضلہ تعالیٰ یہودیوں کے پنجہ سے نجات پالی

اور ان کی آمد کی اور تکلیف رسانی صحبت سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو پاک
کیا تو یہ تطہیر پہلے ہوئی۔ کیونکہ صاف لکھا ہے کہ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا
یعنے اے عیسیٰ میں تجکو تمہارے منکروں کی تکلیفوں اور شرارتوں سے پاک
کردوں گا۔ جب صلیب سے بچالیا اور کشمیر کیطرف خدا تعالیٰ مسیح کو لے آیا اور
بقول مرزا جی امن کی جگہ یعنے پر کشمیر میں جگہ دی تو یہ تطہیر پہلے ہوئی اور توفی کا
وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا یعنے پہلے توفی کا وعدہ تھا۔ گویا بقول مرزا صاحب پہلے
مسیح کی موت ہونی تھی اور پھر رفع ہونا تھا۔ اور پھر تطہیر ہونی تھی۔ مگر ہوا اسکا الٹ
کہ پہلے بذریعہ صلیب عذاب دئے گئے اور کوڑے پٹوائے گئے۔ منہ پر تھوکا
گیا لمبے لمبے کیل اسکے اعضا میں ٹھونکے گئے جس سے خون جاری ہوا۔ مگر بقول مرزا
صاحب خدا کا فضل شامل حال رہا اور جان نہ نکلی اور خدا تعالیٰ نے اسکو یہودیوں
کی صحبت سے نکال لیا اور تطہیر کر کے کشمیر لے گیا۔ تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے
توفی یعنے وفات کا وعدہ ابھی پورا نہ کیا۔ اور نہ دوسرا وعدہ رفع کا پورا کیا۔ مگر تیسرا
وعدہ تطہیر کا پہلے پورا کر دیا کیونکہ بقول مرزا صاحب مسیح ۸۷ برس کشمیر میں زندہ رہا
تو ثابت ہوا کہ تطہیر ۸۷ برس پہلے رفع اور وفات کے ہوئی۔ پس اس سے ترتیب
قائم نہ رہی ۔۔۔ پھر چوتھا وعدہ تھا کہ تیرے منکروں پر تیرے ماننے والوں کو غالب
کرونگا۔ یہ وعدہ واقعہ صلیب کے تین سو برس بعد پورا ہوا۔ یعنے عیسائی یہودیوں
پر غالب آئے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بحوالہ ڈریپر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح
کے بعد ۳۰۰ء میں سلطنت قائم ہوگئی حالانکہ یہ وعدہ تطہیر کے بعد پورا ہونا تھا
مگر مرزا صاحب خود مانتے کہ تطہیر کا زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے
یا مرزا صاحب کا زمانہ؟ ۔۔۔ اب کوئی مرزائی بتادے کہ ترتیب کہاں گئی اور مرزا صاحب
کے معانی و تشریح کسطرح درست ہوئی۔ اس سے بھی تقدیم و تاخیر ثابت ہوئی
تو کیا مرزا صاحب اور مرزائی بھی اسی خطاب کے مستحق ہیں جو حضرت ابن عباسؓ
و دیگر سلف صالحین کو دئے گئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں حال کے متعصب ملاں جن کو یہودیوں کی طرح یحرفون

الکلم عن مواضعہ صرف کی ہے۔ آگے لکھتے ہیں جنہوں نے بے حیائی اور شوخی کی راہ سے ایسی تحریف کی ہے اور شبہ نہیں کہ ایسی کارروائی سراسر الحاد اور صریح بے ایمانی میں داخل ہو گئی الخ (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۹۲۶ و مصنفہ مرزا صاحب)

برادران اسلام! مرزا صاحب کی یہ بد زبانی اور گالی اُنکے حق میں ہیں جو تقدیم و تاخیر کا قائل ہو۔ اور وہ حضرت ابن عباسؓ ہیں جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور صحابی تھے۔ یہ مرزا صاحب کا ناپاک جھوٹ ہے۔ کہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے واسطے کہا ہے کہ حال کے متعصب ملّاں تقدیم و تاخیر کرتے ہیں حالانکہ حال کے ملّاں نہیں بلکہ صحابہ کرام و تابعین کے طبقہ کے حضرات ہیں جنکے نام نامی اوپر درج ہوئے۔ اور یہ وہی حضرات مفسرین ہیں جنکا سہارا مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے لیکر تعریف کرتے ہیں۔

سنو! انہی حضرت ابن عباسؓ کے حق میں کیا لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارہ میں ان کے حق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی ہے (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۲۴۷)

یہ مرزا صاحب نے حضرت ابن عباسؓ کی تعریف اس وقت کی جبکہ انہوں نے متوفیک کے معنے ممیتک کئے۔

مگر جب اسی ابن عباسؓ نے کہا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور یہ وعدہ وفات کا بعد نزول ظہور میں آئیگا۔ اور کہ حضرت عیسٰے مرے نہیں اصالتاً ان کا نزول اسی جسم سے ہوگا جسکے ساتھ وہ آسمان پر گئے تھے تو وہی مرزا صاحب ہیں کہ حضرت ابن عباس قتادہ۔ ضحاک۔ ابو اللیث سمرقندی و دیگر مفسرین و صحابہ کرام و اولیائے عظام جو کہ حیات مسیح و اصالتاً نزول عیسٰے علیہ السلام و تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں سب کو ملحد و یہودی کہتے ہیں اور گالیاں سناتے ہیں۔ یہ ہے مرزا صاحب اور مرزائیوں کا ایمان:۔

جسطرح ہمنے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا اصالتاً نزول ہوگا مرزائیوں میں سے بھی کوئی مرزائی سلف صالحین میں سے کسی ایک کا نام

لیکن جو اصالتاً نزول کا منکر اور بروزی بروز کا معتقد ہو۔ ورنہ محال عقلی اور نقلی محال

ہے تو قیامت کا ہونا اور مردوں کا قبروں سے نکلنا جو خاک ہو گئے ہیں محال عقلی

ہے۔ کیا مرزائیوں کو قیامت سے بھی انکار ہے۔ کیونکہ وہ بھی محالات عقلی

میں سے ہے۔ جیسا کہ حیاتِ مسیح محال عقلی ہے ؛

۹۔ عبداللہ بن مغفل (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۹ حدیث نمبر ۲۰۹۳) اخرج الطبرانی

عن عبد اللہ ابن مغفل۔ قال ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقاً بمحمد صلّی اللہ علیہ وسلم اماماً

مہدیاً و حکماً عدلاً فیقتل الدجال یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے اور امام

و حاکم عادل ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے

مصدق ہوں گے ؛

۱۰۔ عبداللہ بن عاص (تجلی آسمانی ۱/۴۴) حدیث بہت طول ہے دجال کے قصہ

میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن عاص سے اخراج کیا ہے کہ بعد نزول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھینگے جیسا کہ لکھا ہے

فیصلی امیر المومنین بالناس ولیصلی عیسیٰ خلفہ ؛

۱۱۔ ابی سعیدؓ۔ (تجلی آسمانی ۱/۴۴) اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی سعدؓ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیر المهدی

تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراً۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام الگ ہوں گے اور امام مہدی الگ ہونگے اور مرزائیوں

اور مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود بھی تھے اور مہدی بھی تھے۔

۱۲۔ امامۃ الباہلیؓ۔ (سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال و نزول عیسیٰ علیہ السلام ۲/۲۹۷

اور کنز العمال ۷/۱۹۶) ابی امامۃ الباہلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو خطبہ

سنایا اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے اور مسلمانوں کا امام انکو کہیگا کہ آپ

اللہ کے رسول ہیں آپ آگے ہو کر نماز پڑھائیں۔ مگر وہ مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز

پڑھینگے۔ یہ ہے خلاصہ حدیث کا۔

۱۳۔ نواس بن سمعانؓ۔ (مسلم ۲/۴۰۱ ابن ماجہ ۲/۲۹۵) قال قال رسول اللہ صلی اللہ

دمشق یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جامع دمشق
کے شرقی منارہ پر اتریں گے۔ مرزا صاحب نے قادیان میں منارہ بنا کر جیسے خود بروزی
ونقلی عیسےٰ بنے ویسا ہی بروزی ونقلی منارہ بھی بنایا۔ مگر چونکہ یہ بناوٹ انسانی تھی
صاحب نازل پہلے ہو پڑے اور منارہ بعد میں تعمیر ہونا شروع ہوا۔ حالانکہ رسول
اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا۔ کہ دمشق کے شرقی منارہ پر نازل ہوں گے۔ اب یہ کہنا کہ
قادیان میں مرزا صاحب پیدا ہوئے اور بعد میں جو منارہ بنایا گیا یہی منارۂ دمشق ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔ شرقی منارہ کے لفظ سے
ثابت ہے چاروں مناروں سے جو شرقی منارہ ہے اسپر حضرت مسیح کا نزول ہوگا
مگر تابعدار رسول اللہ ہونیکے مدعی کہتے ہیں کہ نہیں رسول اللہ کو (نعوذ باللہ) سمجھ نہ تھی
اصل مراد یہ تھی کہ قادیان جو دمشق کے شرق کیطرف ہے اسمیں مسیح پیدا ہوگا۔ لہذا
یہ رسول اللہ کی صریح مخالفت نہیں تو کیا ہے؟ اللہ انکی حالت پر رحم کرے۔ ت

۱۴۔ جابر بن عبداللہ۔ (ر $\frac{1}{۱۲۸}$ و کنز العمال $\frac{۶}{۲۰۲}$) عن جابر ابن عبد اللہ عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل عیسےٰ ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا
فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ الامۃ۔ یعنی حضرت عیسےٰ نازل
ہونگے اور مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں تو وہ فرمائینگے کہ نہیں تم سب ایک
دوسرے کے امیر ہو اس امت کی بزرگی کے لیے:۔

۱۵۔ حذیفہ بن سعید الغفاری۔ (مسلم $\frac{۲}{۳۹۲}$ اور کنز العمال $\frac{۶}{۱۸۵}$) عن حذیفہ
ابن سعید الغفاری قال طلع النبیؐ علینا ونحن نذکر فقال ما تذکرون قالوا
انذکر الساعۃ قال انھا لن تقوم الساعۃ حتی تروا قبلھا عشر آیات فذکر
الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسےٰ علیہ
السلام۔ یعنی ہم قیامت کے بارہ میں ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اور پوچھا کیا ذکر کر رہے ہو۔ ہم نے عرض کی کہ قیامت
کا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی جبتک یہ دس نشان نہ دیکھو اور ذکر فرمایا

ع دہم دھواں۔ دجال۔ اور دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے نکلنا اور اترنا عیسےٰ
علیہ السلام کا۔ الخ۔ اس حدیث سے پورا پورا اجماع امت کا ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت
۔۔۔ فرماتے ہیں کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ گویا بہت سے صحابی جمع تھے اور
سب کا یہی مذہب تھا کہ نزول حضرت عیسےٰ کا اصالتاً ہوگا۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! عیسےٰ تو مرچکے ہیں وہ کسطرح آسکتے ہیں
۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دس نشان قیامت کے فرمائے سب کے
سب خلاف قانون قدرت و محالاتِ عقلی میں سے ہیں۔
۔۔ کیا سورج کا مغرب کیطرف سے طلوع کرنا محال عقلی نہیں۔ کیا دابۃ الارض
کا نکلنا محال عقلی نہیں؟ کیا دھواں کا آسمان پر ظاہر ہونا محال عقلی نہیں؟ کیا دجال
کا۔ لنا اور اسکی صفاوت علامات سب محال عقلی نہیں؟۔ جب ہم سب مسلمان
۔۔ت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مخبر یقین کرتے ہیں اور خود قیامت
۔۔ آنے کو بھی برحق سمجھتے ہیں جو بجائے خود محالات عقلی سے ہے۔ تو پھر عیسےٰ
۔۔ السلام کے نزول سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں صرف اس بناء پر کہ وہ محالات
عقلی سے ہے اور یہ ناممکن ہے کہ انسان آسمان پر جاوے اور پھر اترے
۔۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو محالات عقلی پر قادر سمجھتے ہیں اور دوسری علامات
۔۔ کو برحق جانتے ہیں تو پھر حضرت عیسےٰ کے نزول پر ہمکو کیوں اعتراض ہے
۔۔ صرف اسواسطے کہ اس سے مرزا صاحب کے دعوے کا بطلان ہوتا ہے
۔۔ صاحب کا ایک دعوےٰ نہیں ہزار اور لاکھ دعوے ہوں اگر وہ رسول اللہ
۔۔ اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے برخلاف ہیں۔ تو ہم انکو باطل سمجھیں گے۔ اور
۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھیں گے اور مرزا صاحب کو جھوٹا
۔۔ اور کذاب۔ کیونکہ کسی مسلمان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مرزا جی کو تو سچا
۔۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) جھوٹا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
۔۔ فرماویں کہ عیسےٰ آسمان سے نازل ہوگا۔ سورج مغرب سے نکلیگا۔ دابۃ الارض
۔۔ ظاہر ہوں گے۔ تب قیامت آئیگی۔ مگر مرزا صاحب کہیں کہ نہیں مغرب سے

آفتاب کے نکلنے سے اسلام کا مغرب سے ظاہر ہونا۔ دابۃ الارض علماء ہیں۔ اور
دجال پادریوں کی قوم ہے۔ اور عیسٰے بن مریم ہم ہی ہوں۔ تو کون عقل کا اندھا اس
کرکے جہنم کی آگ اپنے لئے تجویز کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ تاویلات بالکل غلط ہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پادری بھی تھے اور علمائے اسلام بھ
اسلام بھی مکہ اور مدینہ کی مغرب کی جانب ظاہر ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
نے تو یہ تاویل نہ فرمائی۔ اب جو مرزا صاحب تاویلات تراشیں تو رسول اللہ کے خ
ہوں گے اور مخالف نبی کا جہنمی ہے۔ مسلمانوں کو فلسفی دلائل سے کیا کام۔ اگر
فلسفی دلائل سے ڈر کر نزول عیسے سے انکار ہے تو کل جملہ مسلمات دین اور قیامت
سے انکار ہوگا۔ اور محالات عقلی کے اعتراضات ہمکو دہریت اور الحاد کیطرف
لیجائینگے۔ خدا تعالے ہر مسلمان کو اس سے بچائے آمین۔

۱۶۔ حضرت ثوبانؓ۔ (کنز العمال ج۷) وعصابۃ تکون مع عیسے بن مریم

۱۷۔ اوس بن اوسؓ (کنز العمال ج۷) ینزل عیسے بن مریم عند المنارۃ البیضاء

۱۸۔ کیسانؓ (کنز العمال ج۷) " " " " " "

۱۹۔ عبدالرحمن بن سمرۃ (بجلی آسمانی ج۱) اخرج حکیم ابو عبد اللہ الترمذی فی
نوادر الاصول عن عبد الرحمن بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والذی بعثنی بالحق لیجدن ابن مریم فی امتی خلفا من حواریہ یعنی قسم
اس ذات کی جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا کہ ابن مریم میرے خلفا میں
ہوگا۔ اور رسول اللہ کے اس تفصیلی بیان کے مقابل مرزا صاحب کا الہام
غلط ہے کہ امتی مسیح موعود ہونیکا دعوے کرکے نبی اللہ و رسول اللہ ہوگا:
صاف ہے کہ رسول امتی محمد رسول اللہ ہوگا نہ کہ ایک جھوٹا مدعی نبوت ام
محمدی میں سے عیسے بن مریم رسول اللہ ہوگا۔ یہ کسی زبان کا محاورہ نہیں۔
والے کی جب تیری صفات بیان کی جاویں تو وہ تیری صفات کوئی اپنے ا
چسپاں کرکے مدعی بن بیٹھے۔ مثلاً جب کہا جاوے کہ ڈاکٹر رحیم خان دہلی میں آو
اس سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتے کہ رحیم خان دہلی میں پہلے آویگا اور بعد میں

کر چونکہ آنیوالا ذاکر ہے اسلئے میں ذاکر ہوں۔ ذاکر تو اسکی صفت ہے جو اسکی
ذات کے ساتھ ہے ایسا ہی آنیوالا ابن مریم نبی اللہ و رسول اللہ و روح اللہ ہے
ایک امتی کبھی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ آنیوالا نبی اللہ اور رسول اللہ روح اللہ ہے
اس لئے میں ہی مسیح موعود ہوں اور میں ہی نبی اللہ و رسول اللہ و روح اللہ ہوں۔ پس
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قسمیہ بیان کے مقابل مرزا صاحب کا امتی ہو کر رسول اللہ
و نبی اللہ بننا باطل ہے۔

۲۰۔ سمرہؓ۔ (یعلی آسمانی ص ۱۷) اخرج البزار والطبرانی عن سمرۃ قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل عیسےٰ ابن مریم مصدقاً بمحمد و علی ملتہ
فیقتل الدجال ثم انما ھو قیام الساعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ عیسےٰ بیٹا مریم کا نازل ہوگا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریگا اور دجال
کو قتل کرے گا۔ پھر قیامت ہوگی۔

۲۱۔ مجمعؓ بن جاریہ (ترمذی ترجمہ اردو ج ۲ ص ۱۲۱ و کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸ و مرقاۃ ج ۵ ص ۱۸۸) عن مجمع
ابن جاریۃ الانصاری قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یقتل
ابن مریم الدجال بباب لُدّ

۲۲۔ واثلہؓ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۹) اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی معاجمہ
عن واثلۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتی تکون
عشر آیات خسف بالمشرق و خسف بالمغرب و خسف بجزیرۃ العرب والدجال
و نزول عیسےٰ و یاجوج و ماجوج۔

۲۳۔ حذیفہؓ بن الیمان (کنز العمال ج ۷ ص ۱۷۶) اخرج ابن جریر عن حذیفۃ بن
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول الآیات الدجال و نزول عیسےٰ

۲۴۔ انس ابن مالکؓ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۲۶) اخرج الدیلمی عن انسؓ قال کان طعام عیسےٰ
الباقلاء حتی رفع ولم یاکل عیسےٰ شیئا غیرتہ النار حتی رفع۔

۲۵۔ ابی شریحہؓ۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۵) اخرج ابن عساکر والطبرانی والبغوی عن ابی
شریحۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر بین یدی الساعۃ خسف

بالمغرب وخسف بالمشرق وخسف بجزیرۃ العرب والدخان ونزول عیسٰی ابن مریم

۲۶ عروۃ ابن ادیم (کنز العمال ۳/۲) اخرج الحکیم عن عروۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر ھذہ الامۃ اولھا واخرھا اولھا فیھم رسول اللہ واخر فیھم عیسٰے ابن مریم علیہ السلام۔

۲۷ یحیٰی ابن عبدالرحمٰن الثقفی (درمنثور ۲/۵) اخرج ابن ابی حاتم عن یحیٰی ابن عبدالرحمٰن الثقفی قال ان عیسٰے کان سائحا ولذلک سمی المسیح کان یمسی بارض ویصبح باخری وانہ لم یتزوج حتی رفع۔

۲۸۔ حاطب ابن ابی بلتعہ (خصائص الکبریٰ ۲/۲) اخرج البیہقی عنہ ان اللہ تعالیٰ رفع عیسیٰ فی السماء مرزائی کہا کرتے ہیں آسمان کا لفظ دکھاؤ۔ اس حدیث میں آسمان کا لفظ بھی ہے۔

۲۹۔ سفینہ رضی اللہ عنہ (درمنثور ۵/۲۴۲) اخرج ابن ابی شیبۃ عن سفینۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فینزل عیسٰے علیہ السلام فیقتلہ (ای دجال) اللہ عند عقبۃ افیق۔

حضرات تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین

۳۰۔ محمد بن الحنفیہ رح (درمنثور ۲/۲۴۱) اخرج عبد اللہ ابن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ عن محمد بن علی بن ابی طالب ھو ابن الحنفیہ ان عیسٰے لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ الخ

یعنی عیسٰے علیہ السلام نہیں مرے اور وہ زندہ اٹھائے گئے طرف آسمان کی اور وہی اتریں گے قیامت سے پہلے لو حکیم صاحب یہ تو حضرت تابعین میں سے ہیں جو حیات مسیح کے قائل ہیں اور وفات مسیح کے منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہی عیسٰے بنی ناصری اصالتاً نزول فرماویں گے۔

۳۱۔ امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ یعنی امام ابوحنیفہ رح (فقہ اکبر ۱۸) وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسٰے علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔ یہ امام صاحب

اسقدر صاحب فراست و فضیلت ہیں کہ مرزا صاحب انکے حق میں لکھتے ہیں

امام اعظم اپنی قوتِ اجتہادی اور اپنے علم و درایت اور فہم و فراست میں آئمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل اور اعلیٰ تھے۔ اور انکی خداداد قوت اور قدرت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور انکی قوت مدرکہ کو قرآن کے سمجھنے میں ایک دستگاہ تھی۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۵۳۰ و ۵۳۱

لیجئے حکیم صاحب آپ کے مرشد مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فہم و فراست میں دوسرے تین اماموں سے افضل و اعلیٰ تھے۔ جب ایک بات کو اعلیٰ شخص مان لے تو یقین ہو سکتا ہے کہ دوسرے تین امام بھی اسی مذہب پر تھے۔ کیونکہ اعلیٰ شخص مان گیا تو ادنیٰ فرد رہ جائیں گے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں امام اس اعتقاد پر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونگے اور سورج بھی واقعی ان دنوں مغرب کیطرف سے نکلے گا وغیرہ وغیرہ۔

۳۲- امام احمد بن حنبلؒ (مسند امام احمد ۱/۳۱۸) ابن عباس سے روایت ہے کہ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔ یہ عیسیٰ بن مریم کا قبل روز قیامت نکلنا ہے۔

۳۳- امام محمد بن ادریس الشافعیؒ۔ یہ صاحب امام مالک اور امام محمد کے شاگرد تھے جو کہ شاگرد تھے امام ابو حنیفہؒ کے جنکا مذہب اوپر ذکر ہو چکا ہے جس سے ثابت ہے کہ کل اماموں کا یہی مذہب تھا جو امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا تھا ورنہ اختلاف کرتے جیسا کہ دوسرے جزوی مسائل نماز و وضو وغیرہ میں کیا ہے۔ اختلاف نہ کرنا دلیل موافقت کی ہے

۳۴- امام حسن بصریؒ۔ (فتح الباری ۱۳/۲۸۱ عمدۃ القاری ۷ش/۵۴۲ درمنثور ۲/۲۴۱)

اخرج ابن جریر عن الحسن وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ حی الآن عند اللہ ولکن اذا نزل امن بہ اجمعون اس سے حیات مسیح ثابت ہے

۳۵- کعب احبارؒ (عمدۃ القاری ۷ش/۵۴۲) اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن کعب الاحبار فیرجع امام المسلمین المھدی فیقول عیسیٰ ابن مریم تقدمہم۔ اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ اور مہدی الگ الگ دو شخص ہیں اور عیسیٰ امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھینگے۔

۳۶۔ ربیع ابن انس رضی (در منثور ج۲ ص۳۶ کبیر ج۴ ص۱۳ و ابی السعود ج۲ ص۷۴) اخرج ابن جریر
وابن ابی حاتم عن الربیع قال ان النصاریٰ اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخاصموہ
فی عیسیٰ ابن مریم قال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الستم تعلمون ان ربنا حی
لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نصاریٰ
آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بحث ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ خدا تعالیٰ زندہ اور لا یموت ہے یعنی اس کو موت نہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی اس سے
ثابت ہوا کہ یہ بزرگ بھی حیات مسیح کے بموجب اس حدیث کے قائل تھے ورنہ رسول اللہ حضرت
عیسیٰ کی نسبت مات فرماتے یاتی علیہ الفناء نہ فرماتے کیونکہ یاتی علیہ الفناء کا
ظاہر ہے کہ عیسیٰ مرے نہیں بعد نزول ان پر فنا وارد ہوگی۔

۳۷۔ حریث بن مخشی (در منثور ج۲ ص۳۶) اخرج حاکم فی المستدرک عن حریث
بن المخشی قال ولیلۃ اسری بعیسیٰ یعنی رفع الی السماء یہاں بھی آسمان کا لفظ مذکور ہے

۳۸۔ قتادہ رضی (در منثور ج۲ ص۲۳۸) اخرج ابن جریر منع اللہ نبیہ ورفعہ الیہ۔

۳۹۔ مجاہد رضی (در منثور) اخرج عبد ابن حمید وابن جریر وابن المنذر عن مجاہد
فی قولہ تعالیٰ شبہ لھم قال صلبوا غیر عیسیٰ ورفع اللہ الیہ عیسیٰ حیاً۔ یعنی حضرت
عیسیٰ زندہ اٹھائے گئے اور انکا غیر صلیب دیا گیا۔

۴۰۔ عکرمہ رضی (تفسیر ترجمان القرآن ج۲ ص۴۲) مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ کا نزول قرب قیامت کا نشان ہے

۴۱۔ ضحاک رضی 〃 〃 〃 〃 〃

۴۲۔ ابو مالک رضی 〃 〃 〃 〃 〃

۴۳۔ ابو العالیہ رضی 〃 〃 〃 〃 〃

۴۴۔ وہب ابن منبہ رضی (در منثور ج۲ ص۳۶) اخرج ابن عساکر و حاکم عن وہب ابن منبہ قال
اماتت اللہ عیسیٰ ثلاث ساعات ثم احیاہ ورفعہ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو
تین ساعت تک مارے رکھا پھر زندہ کیا اور پھر اسکو اٹھایا۔ یہ تفسیر اناجیل مروجہ کے مطابق ہے

۴۵۔ عطاء ابن ابی رباح رضی (تفسیر فتوحات الٰہیہ ج۱ ص۵۲۵) قال عطاء اذا نزل عیسیٰ الی الارض
لا یبقی یہودی ولا نصرانی الا امن بعیسیٰ یعنی جب حضرت عیسیٰ زمین پر اتریں گے تو کوئی

یہودی اور نصاریٰ نہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے۔ اس سے بھی آسمان سے اترنا ظاہر ہے کیونکہ نزول عیسیٰ الی الارض لکھا ہے :۔

۶۶۔ امام جعفرؓ
۶۷۔ امام باقرؓ
۶۸۔ امام زین العابدینؓ
۶۹۔ امام حسنؓ

(مشکوٰۃ المصابیح ۵۸۳) اخرج رزین عن جعفر الصادق عن ابیہ محمد باقر عن جدہ امام حسن او زین العابدینؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف تہلک امۃ انا اولہا والمہدی وسطہا والمسیح آخرہا یعنی کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے وہ امت جسکے اول میں ہوں اور درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح علیہ السلام

ناظرین کرام - - - - - ابتو مرزاجی کا تمام طلسم ٹوٹ گیا ابتو روز روشن کیطرح ثابت ہوا کہ مہدی الگ ہے اور مسیح موعود وہی نبی اللہ ہے نہ کہ کوئی امتی جو کہ بعد میں نبوت کا دعوے کرے۔

۷۰۔ حسین بن الفضلؒ۔ (تفسیر خازن ۱/۲۴۴ کبیر ۲/۵۷۶) قول الحسین بن الفضل ان المراد بقولہ وکہلاً بعد ان ینزل من السماء فی آخر الزمان ویکلم الناس ویقتل الدجال۔ یہی مضمون تفسیر فتح البیان ۲/۴۴ میں ہے۔

گروہ محدثین

۷۱۔ حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری (صحیح بخاری نزول عیسیٰ ابن مریم کتاب ذکر الانبیاء ۱/۴۹۰) عن ابو ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبل احد وتکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ہریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (درمنثور ۲/۲۴۵) اخرج البخاری فی تاریخہ عن عبد اللہ ابن سلام قال یدفن عیسیٰ مع رسول اللہ وابی بکر وعمر ویکون قبرا رابعا۔ ناظرین [illegible] یہ وہی بخاری ہے جسکو مرزا صاحب بھی اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرآن شریف کے مانتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید کے حوالہ سے حیات مسیح واصالتاً نزول مسیح ثابت ہے اور مدینہ منورہ میں فوت ہو کر دفن ہونا بھی ثابت ہے۔

۵۲- امام حافظ ابو الحسین مسلم بن الحجاج (صحیح ...) عن عبد ...

صلے اللہ علیہ وسلم عرض علیّ الانبیاء فاذا موسیٰ ضرب من الرجال کانہ من رجال شنوءۃ

ورأیت عیسٰے فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا عروۃ بن مسعود۔ صحیح مسلم ۲/۴۰۳ عن ابن عمر قال

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یخرج الدجال فیمکث اربعین لا ادری اربعین

او شہرا او عاما فیبعث اللہ عیسٰے ابن مریم کانہ عروۃ ابن مسعود فیطلبہ

فیہلکہ۔ ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات عیاں ہے کہ آنیوالا مسیح وہی

عیسٰے بن مریم نبی ناصری ہوگا۔ جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں

دیکھا تھا۔ نہ مرزا صاحب کہ جو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

۵۳- ابو عبد اللہ محمد ابن ماجہ قزوینی (ابن ماجہ ۲/۲۶۵) عن نواس ابن سمعان

ان المسیح ینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق۔ الخ

۵۴- حافظ ابو عیسٰے محمد بن علی الحکیم الترمذی (سنن الترمذی ۲/۴۸) عن

نواس ان المسیح ینزل عند المنارۃ البیضاء دمشق الخ

۵۵- سلیمان ابن اشعث سجستانی (سنن ابوداؤد ۲/۲۴۲) عن ابی ہریرۃ عن

النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لیس نبی بینی وبینہ۔ ای عیسٰے وانہ نازل۔ الخ

۵۶- محمد ابن سیرین (ہدیۃ السائل ۱/۴۸) اخرج ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن

ابن سیرین قال المہدی من ہذہ الامۃ وھو الذی یؤم عیسٰے ابن مریم۔ اس سے بھی

ثابت ہے کہ عیسٰے اور مہدی الگ الگ ہیں۔

۵۷- ابو داؤد طیالسی (کنز العمال ۷/۲۶۲) اخرج ابو داؤد طیالسی فی مسندہ عن ابی

ہریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لم یسلط علی الدجال الا عیسٰے بن مریم

۵۸- ابو عبد اللہ محمد المعروف بحاکم (عون الودود شرح ابو داؤد ۴/۲۰۵) اخرج الحاکم

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیہبطن عیسٰے   اماما مقسطا

۵۹- امام عبد الرزاق (در منثور ۶/۲۰) اخرج عبد الرزاق عن قتادۃ وانہ لعلم

للساعۃ قال نزول عیسٰے للساعۃ الخ۔ یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام کا نزول نشان قیامت

۶۰۔ ابن حاتم رح
۶۱۔ ابن مردویہ رح
۶۲۔ عبد ابن حمید رح
۶۳۔ سعید بن منصور رح
۶۴۔ طبرانی رح

تفسیر درمنثور ج۶ ص۲۰ میں مذکور ہے کہ یہ محدثین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت انہ لعلم للساعۃ کی تفسیر کرتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حضرت عیسیٰ کا خروج قیامت کی نشانی ہے

۶۵۔ ابو نعیم رح (آسمانی بجلی ۱/۱۴۳) اخرج ابو نعیم عن عبد اللہ ابن مسعود فی الحدیث الطویل حتی ینزل علیہم عیسیٰ ابن مریم فیقاتلون مع الدجال۔ الخ

۶۶۔ اسحاق بن بشیر رح
۶۷۔ ابن العساکر رح
(کنز العمال ج۷ ص۲۶۸) میں ہے اخرج اسحٰق ابن بشیر و ابن العساکر عن ابن عباس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء الخ

۶۸۔ ابو بکر ابن ابی شیبہ رح (بجلی آسمانی ۱/۱۴۳) اخرج ابن ابی شیبۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فینزل عیسیٰ فیقتل الدجال الخ

۶۹۔ ابن جوزی (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ابن مریم ۲/۴۷۹) اخرج ابن جوزی فی کتاب الوفا عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمساً واربعین سنۃ الخ یعنی حضرت عیسیٰ زمین کیطرف اترینگے پھر شادی کرینگے اور انکی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس رہینگے پھر فوت ہونگے اور مدینہ میں مدفون ہوں گے جیساکہ تمام حدیث کا مضمون ہے۔ اس حدیث کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب نزول مسیح میں صحیح سمجھکر ذکر کیا ہے اور اپنا نکاح آسمانی اسی یتزوج سے ثابت کیا ہے۔ مگر افسوس نہ نکاح ہوا اور نہ سچے مسیح ہوئے۔

۷۰۔ ابن حبان۔ (اسعاف الراغبین برحاشیہ مشارق الانوار مطبوعہ مصر ص۱۳۲) اخرج ابن حبان مرفوعاً ینزل عیسیٰ فیقول امیر المہدی تعال صل بنا فیقول لہ انما بعضکم ائمۃ علی بعض تکرمۃ لھذی الامۃ الخ

۷۱۔ ابو عبد الرحمٰن احمد شعیب النسائی (سنن النسائی کتاب الجہاد ص۲۹/۲) عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عصابتان

من امتی اخرجھم اللہ من النار عصابۃ تغزو الھند وعصابۃ تکون مع عیسی ابن مریم

۷۲۔ **دیلمی** (کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸) اخرج الدیلمی عن انس قال کان طعام عیسے الباقلا حتی رفعہ ولم یاکل عیسے شیئا غیرتہ النار حتی رفع۔

۷۳۔ **بیہقی** (کتاب الاسماء والصفات ص ۴۲۴) عن ابو ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم۔ یہ بھی لفظ آسمان ہے۔

۷۴۔ **بزار** (بحلی آسمانی ص ۱) اخرج البزار عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسے ابن مریم مصدقا بمحمد وعلی ملتہ فیقتل الدجال ثم انما ھو قیام الساعۃ

۷۵۔ **احمد بن علی ابو یعلی** (بحلی آسمانی ص ۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس ادرکن رجال من امتی عیسے ابن مریم ولیشھدن ان قتال الدجال۔ رواہ ابو یعلے

ناظرین قتال دجال کب ہوا۔ اور مرزا صاحب نے کب دجال کو قتل کیا تاکہ سچے مسیح موعود ثابت ہوتے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسے امت میں سے نہ ہوگا بلکہ وہی عیسے ابن مریم نبی اللہ ہوگا پس مسئلہ بروز بھی غلط ہوا۔

۷۶۔ **رزین** (مشکوٰۃ ص ۵۸۴ باب ثواب ہذہ الامۃ)

طبقہ مفسرین

۷۷۔ **ابو جعفر محمد ابن جریر طبری شافعی** (تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۰۲) ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ جب عیسے اتریگا تو کل دین اسکے تابع ہو جاینگے۔

ناظرین فرمائیے کہ ایسا ہوا؟ ہرگز نہیں بلکہ عیسائیوں اور آریوں کا غلبہ ہوا۔ دوم تفسیر ابی السعود بحاشیہ کبیر ج ۱ ص ۱۳۲ اخبار الطبری ان اللہ رفع عیسے من غیر موت۔ یعنی عیسے علیہ السلام کا رفع بغیر موت کے ہوا۔

۷۸۔ **حافظ ابن کثیر** (تفسیر ابن کثیر بحاشیہ فتح البیان مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۲۹) فنجاہ اللہ من بینھم ورفعہ من روزنۃ ذالک البیت الی السماء (ب جلد ۳ ص ۲۳۲) وبعلم (ای عیسے) فی السماء وانہ سینزل الی الارض قبل یوم القیمۃ (ج ص ۲۳۲)

۷۹- امام فخر الدین رازیؒ (تفسیر کبیر ج۲ ص۴۷۱) بل رفع اللہ الیہ - رفع عیسےٰ الی السماء
ثابت بھذہ الآیۃ (ج ۲ ص ۴۷۱) فمثل عروج النبی الی المعراج وعروج عیسےٰ الی السماء

۸۰- امام جلال الدین سیوطیؒ } (تفسیر جلالین واتقان صفحہ ۳۳ و ۲۴۴) وغیرہ ذکر
۸۱- شیخ جلال الدین محلیؒ } ومکر اللہ بان القٰی شبہ عیسےٰ علی من قصد
قتلہ ورفع عیسےٰ الی السماء (خصائص الکبریٰ ج۲ ص۱۸۴) داول رفع الی السماء

۸۲- محمد طاہر گجراتی (مجمع البحار ج۱ ص۱۴) فبعث اللہ عیسےٰ ای ینزل من السماء - یعنی
عیسےٰ آسمان سے نازل ہوگا۔

۸۳- قاضی ناصر الدین بیضاویؒ (تفسیر بیضاوی ج۱ ص۸۲) روی ان عیسےٰ ینزل
من السماء حین یخرج الدجال فیھلکہ الخ

۸۴- حافظ ابو محمد حسین البغویؒ (تفسیر معالم التنزیل ج۱ ص۲۶۲) بل رفع اللہ عیسےٰ الی السماء

۸۵- سید معین الدین محمدؒ (تفسیر جامع البیان ص۱۰۰) فلما توفیتنی بالرفع الی السماء

۸۶- شیخ الاسلام ابو مسعود (تفسیر ابو مسعود بحاشیہ کبیر ج۳ ص۲۶۹) فلما توفیتنی فلما
رفعتنی الی السماء - یعنی اٹھایا مجھکو طرف آسمان کی - جیسا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا تھا۔

۸۷- علاؤ الدین خازن (تفسیر خازن ج۱ ص۵۳۱) فلما توفیتنی - فلما رفعتنی الی السماء

۸۸- ابو البرکات عبد اللہ بن احمد حنفیؒ (تفسیر مدارک التنزیل ج۱ ص۲۰۶) روی ان عیسےٰ
ینزل من السماء فی آخر الزمان۔

۸۹- محمد بن عمر زمخشری (تفسیر کشاف ج۱ ص۳۰۶) رافعک الی سمائی

۹۰- شیخ زین الدینؒ (تفسیر تیسیر المنان تیسیر الرحمٰن ج۱ ص۱۱۳) رافعک الی سمائی

۹۱- شیخ سلیمان جمل (تفسیر فتوحات الٰہیہ ج۱ ص۱۵۸) فلما توفیتنی ای اخذتنی وافیا بالرفع

۹۲- صاحب تنویرؒ (تفسیر تنویر المقباس بحاشیہ درمنثور ج۱ ص۲۷۸) رفعتنی من بینھم الی

۹۳- شیخ کمال الدینؒ (تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین ص۵۲) ان اللہ رفع عیسےٰ من روزن
فی البیت الی السماء۔

۹۴- امام زاہدیؒ (تفسیر زاہدی قلمی ورق ۱۶۲ ص۲) رفع اللہ عیسےٰ حیًّا الی السماء

۹۵- قاضی حسین بن علیؒ (تفسیر حسینی ج۲ ص۲۴۸) چوں کار بر مومنان تنگ آمد حق سبحانہ

عیسیٰ را از آسمان فرستد تا دجال را بکشد الخ۔

۹۶۔ مولانا احتشام الدین (مترجم تفسیر اکسیر اعظم ج ۲) خدا نے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا۔

۹۷۔ قاضی شوکانی یمنی (تفسیر فتح البیان ۱/۱۵۸) تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسماً۔

ناظرین! یہاں جسم کا لفظ بھی ہے۔

۹۸۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ۔ جو کہ مجدد زمان تھے اور لاہوری مرزائی بھی
انکو مجدد مانتی ہے۔ اب طریق ایمانداری یہ ہے کہ انکا فیصلہ قبول کریں وھو ہذا (تاویل
الاحادیث مترجم رموز قصص الانبیا (مطبع احمدی دہلی ص ۶۰) واجمعوا علی قتل عیسیٰ
ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین فجعل لہ فیہ مشابہۃ ورفعہ الی السماء
یعنی یہود حضرت عیسیٰؑ کے قتل پر جمع ہوئے پس مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے
اور اللہ غالب مکر کرنے والوں کا ہے۔ پس اللہ نے شبیہہ عیسیٰ کی ڈالدی ایک
پر اور اٹھا لیا اسکو یعنی عیسیٰ کو طرف آسمان کی۔ یہ مضمون مطابق ہے انجیل برنباس
کے دیکھو انجیل برنباس باب ۱۱۲ آیت ۱۳۔ اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں
کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالیگا ۱۴۔ اور اس بنا پر پس مجکو اسبات کا یقین ہے کہ جو
شخص مجھے بیچیگا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جاویگا ۱۵۔ اسلئے کہ اللہ مجکو زمین سے
اوپر اٹھا لیگا اور بیوفا کی صورت بدل دیگا۔ یہانتک کہ ہر ایک خیال کریگا کہ
میں ہوں۔ ۱۶۔ مگر جب مقدس محمد رسول آئیگا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو مجھ سے
دور کریگا۔ پھر دیکھو فصل ۲۱۶۔ اور یہودا زور کے ساتھ اُس کمرہ میں داخل ہوا جس
میں یسوع اٹھا لیا گیا تھا ۲۔ اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔ جب عجیب اللہ
نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہودا بولی اور چہرہ میں بدلکر یسوع کے مشابہ ہو گیا ۴۔
یہانتک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے ۵۔ لیکن اس نے ہمکو جگانے
کے بعد تلاش کرنا شروع کیا۔ تاکہ دیکھے کہ معلم کہاں ہے ۶۔ اسلئے ہمنے تعجب کیا
اور جواب میں کہا اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے ۷۔ پس تو ہمکو بھول گیا ۸۔ مگر
اس نے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم احمق ہو کہ یہودا اسخریوطی کو نہیں پہچانتے
۹۔ اور اسی اثناء میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے

باقد یہودا پر ڈال دیئے اسلئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔

اسی انجیل برنباس کے مطابق حضرات مفسرین نے شبہ لھم کی تفسیر کی ہے پس دو مذہب مفسرین کے ہیں یا تو صلیب پر فوت ہو کر بعد تین ساعت یا دن کے زندہ کر کے اللہ تعالے نے اسکو آسمان پر اٹھا لیا۔ یا یہودا کی صورت حضرت عیسے سے بدل دی اور صلیب سے بال بال بچا کر آسمان پر اٹھا لیا۔ اور جیسا کہ حضرت عیسے سے پیشگوئی تھی کہ مقدس رسول محمد آ کر میرے سے یہ بدنامی کا دھبہ اٹھائیگا۔ قرآن شریف نے ما قتلوہ وما صلبوہ فرما کر حضرت عیسے کے صلیب دئے جانے اور عذاب سے بچ جانیکا ارشاد فرمایا اور جو بدنامی ایک نبی اللہ کی ہو رہی تھی کہ وہ صلیب دیا گیا اور لمبے لمبے کیل اسکے اعضاء میں ٹھوکے گئے اور وہ معذب ہوا۔ اسکی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ نے حضرت عیسے کو صلیب کے عذابوں سے بچا کر زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔

حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کا یہ بیان اجماع امت کے مطابق ہے اب مرزا صاحب بھی مجدد ہونیکا دعویٰ کر کے تمام امت کے برخلاف کسطرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ عیسے صلیب دیا گیا اور فوت ہو گیا۔ کوئی سند شرعی ہے تو پیش کرو۔ ورنہ خدا کے عذاب سے ڈرو اور سوچو کہ دو مجددوں میں سے یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مرزا صاحب میں سے کون سچا ہے۔ اور کون جھوٹا ہے اور یہ ظاہر ہے جس مجدد کی تحریر اجماع امت و اناجیل و قرآن و احادیث کے مطابق ہے وہی سچا ہے اور مرزا صاحب چونکہ سب کے برخلاف جاتے ہیں اسلئے جھوٹے ہیں۔

بزرگان دین و علمائے کرام کا طبقہ

۹۹۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ (مدارج النبوۃ ۱/۱۱۲) اللہ عزوجل عیسے را بآسمان برداشت (ب لمعات ۴/۴۴۳) فرود آید عیسے از آسمان بزمین۔

۱۰۰۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم صفحہ، مکتوب ۱۷ صفحہ ۳۵) حضرت عیسے کہ از آسمان نزول خواہد فرمود و متابعت

شریعت خاتم الرسل خواہد نمود -

۱۰۱ شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر (در تلخیص الحبیر ۱/۳۱۴) واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انہ رفع ببدنہ حیاً یعنی اہل تفسیر اور احادیث کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ اسی جسم کے ساتھ اٹھائے گئے -

کیوں جی مرزائی صاحبان! اب تو آپ ہرگز انکار نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بزرگ شہادت دیتے ہیں کہ اہل تفسیر و حدیث کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ اسی بدن اور جسم کیساتھ اٹھائے گئے آپ تو ضعیف سے ضعیف حدیث طلب کرتے ہیں - یہاں تو تمام صحیح حدیثوں اور تفسیروں کا اتفاق ہے - کہ اسی بدن کے ساتھ حضرت عیسیٰ کا رفع ہوا - اور یہ مرزا صاحب اور آپ کا ڈھکوسلا غلط ہوا کہ انکا رفع روحانی ہوا چونکہ یہ بزرگانِ دین مرزا صاحب سے کئی سال بلکہ صدیوں پہلے گذرے ہیں بالکل قیاس نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے عداوت سے ایسا لکھا ہے - جیسا کہ آپ حال کے علماء کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب سے عداوت کے باعث حیات مسیح اور اصالتاً انکے نزول پر زور دیتے ہیں -

۱۰۲ - سید بدرالدین علامہ عینی (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۱۱/۱۴۲) ان عیسیٰ یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء الخ (ب ۶/۲۵۲) ان عیسیٰ دعا اللہ لما رای صفۃ محمد وامتہ ان یجعلہ منہم استجاب اللہ دعاءہ وابقی حتی ینزل فی اٰخر الزمان یجدد امر الاسلام (ج عینی ۶/۴۴) القول الصحیح بان عیسیٰ رفع و ہو حی الخ لو ناظرین اب تو حضرت عیسیٰ کا زندہ اور رفع بجسد عنصری ثابت ہوا - یہ صحیح بخاری کی شرح اس بزرگ نے انجیل برناباس کے مطابق کی ہے جسمیں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے دعا کی تھی - دیکھو اصل عبارت انجیل برناباس "- اے رب بخشش والے اور رحمت میں غنی تو اپنے خادم (عیسیٰ) کو قیامت کے دن اپنے رسول (محمدؐ) کی امت میں ہونا نصیب فرما" فصل ۲۱۲ صفحہ ۲۹۲ - انجیل برناباس - یہ وہ انجیل ہے جسکو مرزا صاحب صحیح مانتے ہیں - اب روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

نفقہ ہیں۔ اور حدیث کے معنے جو مرزا صاحب کرتے ہیں غلط ہیں

۱۰۳۔ علامہ قسطلانی (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ص ۲۱۹ ج ۱۲) ہا بنزل عیسی من السماء الی الارض (ب) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ص ۷ ج ۱۲) فلما توفیتنی ای بالرفع الی السماء ناظرین انہو مرزا صاحب کا تمام طلسم ٹوٹا کر وہ توفیتنی سے وفات مسیح ثابت کرتے ہیں اور بخاری کی حدیثوں کے غلط معنے کرتے ہیں۔

۱۰۴۔ حافظ شمس الدین ابن قیم (ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاری ص ۴۳) ان المسیح رفع وصعد الی السماء (ایضاً ص ۱۳۳) ان المسیح نازل من السماء فیحکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔

۱۰۵۔ علامہ ملا علی قاری (مرقاۃ ص ۳ ج ۱۲) ینزل عیسی من السماء علی منارۃ مسجد دمشق (ب) ص ۳۳۳ (اور رسالہ مہدی ص ۱۵) ان عیسی رفع بہ الی السماء وعمرہ ثلاث و ثلاثون سنۃ

۱۰۶۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ (فتوحات مکیہ مصری باب ۳۶۷ حدیث معراج میں فرماتے ہیں) فلما دخل اذا بعیسی بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء

مرزائی دوستو اب بھی کوئی عذر کرو گے حضرت شیخ اکبرہ فرماتے ہیں کہ انیوالا مسیح موعود نبی و رسول ہے۔ اور آپ کا اور آپ کے امیر مولوی محمد علی صاحب اور تمام جماعت کا اعتقاد ہے کہ مرزا نبی و رسول نہیں۔ اور چونکہ وہ نبی و رسول نہیں تو پھر مسیح موعود بھی نہیں۔

۱۰۷۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحم (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۱۹۱ بحث ۶۵ وس ۶) والحق ان المسیح رفع بجسمہ الی السماء والایمان بذلک واجب قال اللہ تعالی بل رفعہ اللہ الیہ

۱۰۸۔ علامہ ابو طاہر قزوینی (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۲۹) قال ابو طاہر قزوینی واعلم ان کیفیۃ رفع عیسی ونزولہ وکیفیۃ مکثہ فی السماء الی ان ینزل من غیر طعام ولا شراب مما یتقاصر عن درکہ العقل

۱۰۹۔ امام قرطبی۔ قال القرطبی والصحیح ان اللہ رفع عیسی من غیر موت تفسیر ابو سعود

۱۱۰- خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ در کتاب فصول ستہ نقل معتمد مے آرد۔ کہ حضرت عیسےٰ بعد از نزول عمل بمذہب امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خواہد کرد (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۵۵ دفتر سوم)

۱۱۱- یحییٰ بن اشرف محی الدین علامہ نووی ۔ فیبعث اللہ عیسےٰ بن مریم ای بدلہ من السماء حاکما بشرعنا۔ یعنی حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائیگا۔ یعنی انکو آسمان سے بدلکر ہماری شریعت کا حاکم امام بنائیگا۔ نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۳)

۱۱۲- علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اشراط الساعۃ ان من علامتھا خروج الدجال ودابۃ الارض ویاجوج وماجوج ونزول عیسےٰ من السماء وطلوع الشمس من مغربہا (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۴۲)

۱۱۳- ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپکی کتاب مشکوٰۃ المصابیح میں بہت احادیث لکھی ہیں دیکھو باب نزول عیسےٰ علیہ السلام۔

ناظرین! یہ عقائد کی کتاب ہے اور ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اعتقاد رکھے کہ نزول حضرت عیسےٰ قیامت کے نشانات میں سے ایک نشان ہے۔

۱۱۴- شیخ محمد بن احمد الاسفرائینی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب لوائح الانوار البہیۃ جلد ۲ صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے۔ من علامات الساعۃ العظیمۃ العلامۃ الثالثۃ ان ینزل من السماء عیسےٰ بن مریم ونزولہ ثابت بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ اس بزرگ کی بھی شہادت یاد رکھو کہ اجماع الامۃ اسی پر ہے کہ حضرت عیسےٰ اصالتاً آسمان سے نزول فرمائینگے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت ضلالت پر کبھی جمع نہ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ یہی اعتقاد درست ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور وہی قرب قیامت میں نازل ہونگے۔ اور مرزا صاحب ایسا ہی جھوٹا ہے۔ جیسا کہ پہلے یحییٰ ابن فارس اور باقی آٹھ جو نے مدعیان مسیحیت گذرے ہیں۔

۱۱۵- حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کشف المحجوب کے اردو ترجمہ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور کے صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مرقع رکھتے

گئے جسکو وہ آسمان پر لیگئے

فرمایئے مرزائی صاحبان! اب بھی جسد عنصری سے رفع جسمانی ثابت ہوا ہے یا نہیں۔ کیا روح بھی مرقع (گودڑی) پہنا کرتا ہے؟ اور حضرت گنج بخش صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحیح سنت کے طریقوں میں آیا ہے۔ یعنی داتا صاحب نے تحقیق کر کے لکھا ہے

۱۱۶۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (انیس الارواح مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۹) محمد بن
۱۱۷۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ } عبداللہ یعنی امام مہدی بیرون آید از شرق تا غرب عدل وے بگیرد حضرت عیسےٰ از آسمان فرود آید۔

۱۱۸۔ قاضی عیاضؒ (صحیح مسلم ۲/۴۰۳ حاشیہ نووی) قال القاضی نزول عیسےٰ وقتل الدجال حق وصحیح عند اهل السنة بالاحادیث الصحیحة (عون المعبود ۴/۲۲۲)

۱۱۹۔ شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی۔ آپکی کتاب علامات قیامت کا اردو ترجمہ صفحہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوں گے۔

۱۲۰۔ شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ (قرآن مجید مترجمہ شاہ صاحب مطبوعہ کریمی بمبئی صفحہ ۱۳۹) فائدہ موضح القرآن ص (حضرت عیسےٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اسکو ماریںگے۔ الخ

۱۲۱۔ مولانا عبدالحق صاحب حقانی (عقائد الاسلام مطبوعہ مطبع اکمل المطابع صفحہ ۱۹۶) بوقت رات ملائکہ حضرت مسیح کو آسمان پر لے گئے تھے اور آپ آسمان پر زندہ ہیں۔

۱۲۲۔ نواب صدیق حسن خان صاحب (تفسیر ترجمان القرآن ۲/۴۴۶) اسبات پر خبریں متفق ہیں کہ عیسےٰ نہیں مرے بلکہ آسمان میں اسی حیات دنیوی پر باقی ہیں۔ الخ

۱۲۳۔ نواب قطب الدین دہلوی۔ (مظاہر حق ۲/۳۳۹) جب حضرت عیسےٰ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اسوقت ۳۳ برس کے تھے

۱۲۴۔ ابوالحسن محمد بن حسین الالسلوی الخشمی (رسالہ مہدی صفحہ ۲۵ ۔ ادرنتح الباری ۱۳/۲۸۲) قال ابو الحسن الخشمی المدنی فی مناقب الشافعی تواترالاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسےٰ یصلی خلفه۔ اس سے ثابت ہے کہ مہدی الگ ہے اور عیسےٰ

۱۲۵۔ حضرت معروف کرخیؒ (علامہ دمیری کی کتاب حیات الحیوان ۲/۱۰۹) عن ابونعیم قال سمعت معروف کرخی یقول فاوحی اللہ عز وجل الی جبریل ان ارفع عبدی الی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کی جبرئیل کی طرف کہ میرے بندے کو میری طرف اٹھالا۔ الخ

۱۲۶۔ مورخ ابن الاثیرؒ (تاریخ کامل ۱/۱۰۹) فرفع عیسے الی السماء من ثلاث الروزنۃ الخ

۱۲۷۔ مورخ خادم علی فاروقیؒ (تاریخ جدولیہ ص۵) حضرت عیسے علیہ السلام ۵۶۱۶ھ ہبوط آدم میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ الخ

۱۲۸۔ مورخ ابن خلدون (تاریخ ابن خلدون ۲/۳۲۲) ان المهدی الاکبر الذی یخرج فی اخر الزمان وان عیسے یکون صاحبہ ویصلی خلفہ۔

۱۲۹۔ مورخ مسعودیؒ (تاریخ مروج الذہب بحاشیہ ابن الاثیر ۱/۳۳۸) رفع اللہ عیسے وهو ابن ثلاث وثلاثین سنۃ۔ الخ

۱۳۰۔ ابو القاسم اندلسی (علامہ عینی کی عمدۃ القاری ۱۱/۳۲۸) قال ابو القاسم اندلسی لاشک ان عیسے فی السماء وهو حی۔ اس سے حیات مسیح و رفع بجسد عنصری ثابت ہے۔

۱۳۱۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ (مثنوی معنوی جزو اول ص۴) جسم خاک از عشق بر افلاک شد بآیۂ کریمہ کہ در سورۃ النساء است در شانِ حضرت عیسے بل رفعہ اللہ الیہ یعنی برداشت او را خدا بسوئے خود۔ الخ

۱۳۲۔ مولانا مولوی اسمعیل شہید دہلویؒ (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان باب دوم ص۶۲) قیامت کے دن حضرت عیسے خدا کے آگے یوں عرض کرینگے میرے آسمان پر جانیکے بعد ان لوگوں نے مجھکو اور میری ماں کو پوجا اور پرستش کی جب تو نے مجھکو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر گیا الخ

۱۳۳۔ علامہ مناویؒ (مشارق الانوار ص۱۰۹) قال الامام المناوی فی جواهر العقل بن فی مسلم خروج الدجال فیبعث اللہ عیسیٰ فیطلبہ ویهلکہ۔

۱۳۴۔ علامہ نفراویؒ (مشارق الانوار ص۱۱۲) ان جبریل ینزل علی عیسے بعد نزول عیسے من السماء۔ الخ

۱۳۵۔ علامہ زرقانیؒ (شرح مواهب لدنیہ) فلما نزل سیدنا عیسے فانہ یحکم بشریعة نبینا

۱۳۶۔ امام نور الدین رح المعتمد فی المعتقد۔ بعد از ظہور دجال و فساد وے در زمین نزول عیسیٰ ہما

۱۳۷۔ شیخ محمد اکرم صابری رح (اقتباس الانوار ص۲۲) در اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ باو اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین بریں متفق اند۔

یہ وہی شیخ محمد اکرم صابری رح ہیں جنکی نسبت مرزا صاحب نے جھوٹ لکھدیا ہے کہ وہ لا المهدی الا عیسیٰ کے قائل تھے۔ افسوس مرزا صاحب اسی راستی پر مسیح موعود بنتے ہیں۔ شیخ نے جو لکھا تھا کہ ایں مقدمہ بغایت ضعیف است چھوڑ دیا۔ اور لا المهدی الا عیسیٰ یعنی روح عیسیٰ در مہدی بروز کند لکھدیا۔ مرزا صاحب کی اسی راستی کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ انکی زندگی پر نظر ڈالو اور نبی مانو۔ اجی حضرت کبھی جھوٹا آدمی بھی نبی ہوا ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری تو کہہ رہا ہے کہ تمام عارف لوگ صاحب مرتبہ اثبات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ مہدی اور عیسیٰ الگ الگ ہیں مگر مرزا صاحب کی راستی دیکھئے کہ ازالہ اوہام میں اسی رنگ پر جھوٹ باندھا۔

۱۳۸۔ علامہ قمری رح (حیات الحیات ص) انما ینزل عیسیٰ الی الارض وکان راسہ یقطر الماء الخ۔ یعنے حضرت عیسیٰ زمین کیطرف اترینگے۔ اور انکے سر سے پانی قطرے

۱۳۹۔ شیخ محمد رحمت اللہ مہاجر مکی رح (ازالۃ الشکوک ص) آسمان کیطرف عیسیٰ کی روح مع بدن العنصری کی کوئی فقط روح کو بغیر بدن کے نہ سمجھے الخ یہاں رفع روحانی کی صاف تردید ہے

۱۴۰۔ آل حسن استفسار بر حاشیہ ازالہ اوہام مطبوعہ سید المطابع ص۴۵۲ عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے

۱۴۱۔ رضی الدین حسن بن الحسن صغانی رح (مشارق الانوار مصری ص۱۱) ان عیسیٰ حی فی السماء الثانیۃ لا یاکل ولا یشرب الخ

۱۴۲۔ شیخ محمد صبان رح (اسعاف الراغبین بر حاشیہ مشارق الانوار مصری ص۱۲۶) ان عیسیٰ یقتل الدجال بباب لد بارض فلسطین۔ یعنی حضرت عیسیٰ دجال کو ارض بیت المقدس میں مقام لد پر قتل کرینگے۔ اس سے مرزا صاحب کی تاویل کہ لد سے لدہانہ مراد ہے بالکل غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ لدہانہ پنجاب میں ہے نہ کہ بیت المقدس میں۔

۱۴۳۔ مولانا خرم علی جونپوری رح (تحفۃ الاخیار اردو ترجمہ مشارق الانوار ص۲۲) قیامت کے

قریب امام مہدی کیوقت میں حضرت عیسےٰ آسمان سے اترینگے اور نصرانی دین کو مٹا دینگے۔

۱۴۴۔ مولانا محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند (ہدیۃ الشیعہ ص۲۱۱) حضرت عیسےٰ حافظ کمیں باتفاق شیعہ یعنی آسمان چہارم پر زندہ موجود ہیں۔

۱۴۵۔ شیخ شرقاویؒ (مشارق الانوار مصری ص۱۰۸) قال شیخ شرقاوی ان عیسےٰ ینزل فی زمان المہدی بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق۔

۱۴۶۔ محمد بن عبداللہؒ (عون الودود شرح ابوداؤد ج۲/ص۲۰۲) تواترت الاخبار عن النبی صلعم فی نزول عیسےٰ من السماء بجسدہ العنصری الی الارض عند قرب الساعۃ) ان عیسےٰ حی فی السماء وینزل فی اخر الزمان بن اتہ الشریف رج) اتفاق اھل السنۃ فان عیسےٰ الآن حی فی السماء لم یمت بیقین۔ الخ۔

۱۴۷۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ (صحیح بخاری مطبع احمدی ج۲/ص۶۶۵ کتاب التفسیر حاشیہ فلما توفیتنی بالرفع الی السماء (ب) ص۱۲ حاشیہ سلہ) لاشک ان عیسےٰ فی السماء و ھو حی (د) ص۵۰۰ حاشیہ ۳ ان عیسےٰ یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعۃ المحمدیۃ الخ۔

۱۴۸۔ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (شرح ابوداؤد ج۲/ص۲۲۵) حاشیہ (ان عیسےٰ یقتل الدجال) ان عیسےٰ یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعۃ المحمدیۃ

۱۴۹۔ مولانا صدر الدین بردوئیؒ (عقاید اسلام ص۱۱۲) عیسےٰ چوتھے آسمان سے اتر کر امام مہدی کی مدد کرینگے:۔

۱۵۰۔ مولانا نجم الغنی صاحب بریلوی (مذاہب اسلام ص۶۵) دجال و دابۃ الارض کا ظاہر ہونا اور یاجوج کا خروج کرنا اور حضرت عیسےٰ کا مسلمانوں کی مدد کے لیئے آسمان سے اترنا۔ اور تین خسفوں کا ہونا۔ یہ سب باتیں ہونیوالی ہیں:۔

۱۵۱۔ مولانا وحید الزمان دکنی (المتفقات علی ترجمہ مشکوٰۃ ج۴/ص۹۹) قیامت کے قریب امام مہدی کے وقت میں عیسےٰ آسمان سے اترینگے:۔

۱۵۲۔ مولانا حافظ حاجی احمد حسین صاحب دکنی (مقدمہ احسن التفاسیر جز ص۲۶) عیسےٰ کی شبیہ قتل کیگئی اور وہ زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے نزدیک اترینگے۔

۱۵۳- مولانا فخر الدین صاحب (تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی ۲/۳۷۸) اور بیشک عیسےٰ نشانی واسطے قیامت کے ہے کیونکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حضرت عیسےٰ کا اترنا ہے:۔

۱۵۴- علامہ کاشفی۔ (معارج النبوۃ قلمی (و) ورق ۵۳ صفحہ اول) عیسےٰ را بآسمان چہارم بردند کہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ (ب) ورق ۲۰ اول عیسےٰ را باید او خداوند تعالےٰ بآسمان رفت

۱۵۵- محمد بن نصر الدین بن جعفر۔ ان کی کتاب بحر المعانی میں ہے ینزل عیسےٰ من السماء الرابع الخ

۱۵۶- مولانا عبدالحی لکھنوی۔ انکی کتاب جر الناس کے صفحہ ۹۵ پر ہے۔ یاتی عیسےٰ بن مریم فی اٰخر الزمان علی شریعۃ محمد وھو نبی۔ الخ

۱۵۷- حافظ محمد صاحب لکھنوی کے (احوال الآخرت صفحہ ۳۰) سے اسماناں تیں حضرت عیسےٰ مونڈھے ملکاں آوے ہٗ اور منارے شرقی مسجد جامع آں ملاوے۔

۱۵۸- مولانا محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی (مظہر العقائد صفحہ ۲۶ او ۲۷) عیسےٰ آخر زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔

۱۵۹- علامہ قنوی (حاشیہ قنوی علی البیضاوی ۶/۱۳۵) قولہ لان حدوث عیسےٰ ای نزول عیسےٰ من اشراط الساعۃ الخ

۱۶۰- مولوی فیروز الدین ڈسکوی (لغات فیروزی صفحہ ۳۳) خدا نے عیسےٰ کو آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ قیامت کے نزدیک مسیح پھر اتریں گے۔

۱۶۱- علامہ عبدالرحمٰن بن علی الربیع الشیبانی الزبیدی الشافعی (تیسیر الوصول الی جامع الاصول مطبوعہ مصر ۴/۲۱۲ کتاب القیامت فصل ۴) اخرج مسلم عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فینزل عیسےٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا۔ الخ

۱۶۲- علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔ (قاموس جلد اول صفحہ ۳۲۲) یقتل عیسےٰ الدجال عند باب لُدّ۔ الخ

۱۶۳- امام عثمان بن حسین (درۃ الناصحین ۲/۲۶۸) نزول عیسےٰ فی الشام فی المنارۃ البیضاء ولیقتل الدجال۔ الخ

۱۶۴- قاری حافظ خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوری (تقصیع الکاملین صفحہ ۳۳)

عیسٰےؑ قریب قیامت کے آسمان سے نزول فرما کر امت حبیب خدا میں داخل ہوں گے۔

۱۶۵۔ محمد بن عبد الرسول ... برزنجی ثم المدنی (الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص۲۸۶) اولھا خروج المھدی وانہ یاتی فی اخر الزمان من ولد فاطمۃ یملاء الارض عدلا کما ملئت ظلما وانہ یقاتل الروم وینزل عیسٰے ویصلی خلفہ الخ مختصراً۔

۱۶۶۔ شیخ فرید الدین عطارؒ (مثنوی عطار ص۔) سے عشق عیسٰے راپگر دوں میبرد یافتہ ادریس جنت از صمد۔

۱۶۷۔ عثمان بن ابی العاص (در منثور $\frac{۲}{۲۴۲}$) اخرج ابن ابی شیبۃ واحمد و الطبرانی والحاکم عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسٰے عند صلوۃ الفجر فیقول لہ امیر الناس تقدم یا رسول اللہ فصل بنا فیقول انکم معشر ھذہ الامۃ امراء بعضکم علی بعض تقدم انت فصل بنا فیقوم فیصلی بھم فاذا انصرف اخذ عیسٰے حربۃ نحو الدجال۔

۱۶۸۔ ابی الطفیلؓ (در منثور $\frac{۲}{۲۴۲}$) اخرج حاکم عن ابی الطفیل ان عیسٰے ابن مریم یقتل الدجال وھوم اصحابہ۔

۱۶۹۔ سید الطائفہ حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ (غنیۃ الطالبین $\frac{۲}{۴۸}$) والتاسع رفع اللہ عزوجل عیسٰے بن مریم الی السماء۔ فیہ

۱۷۰۔ شرف الدین ابی عبد اللہ محمد بن سعیدؒ (شرح ابن حجر علی متن الھمزیۃ فی مدح خیر البریۃ ص۱۳۲) ولما رفع عیسٰے الی السماء وکانت مریم لھم سنۃ ۵۳۔ الخ

۱۷۱۔ شیخ محمد الحفنی۔ ایضاً کتاب حاشیہ (ص۲۲) وحکمۃ نزول عیسٰے دون غیرہ من الانبیاء الرد علی الیھود فی زعمھم انھم قتلوہ فبین اللہ کذبھم۔

ناظرین لیجئے یہاں عیسٰے کے نزول کی خصوصیت بھی بتادی ہے جو آپ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ عیسٰے ہی کیوں دوبارہ آوے۔ اسکی حکمت یہ ہے کہ یہود کا رد مقصود ہے۔ کیونکہ وہ کہتے تھے ہم نے عیسٰے کو مار دیا ہے۔

۱۷۲۔ خطیب شربینیؒ (عرائس البیان $\frac{۱}{۹۲}$) وقیل یکلم الناس فی المھد صبیاً وعند نزولہ من السماء کھلاً۔

۱۷۳۔ علامہ شیخ فیض اللہ فیضی (سواطع الالہام صـ۱۸) وحول طللہ کطلل روح اللہ وصعل روح اللہ مصاعد السماء واھلکو صعول الطلل۔

۱۷۴۔ شاہ رؤف احمد مجددی (رؤفی ۱/۲۸۶) حق تعالیٰ نے عیسیٰ کو رات کے وقت آسمان پر پہونچایا تھا۔

۱۷۵۔ امام نیشاپوری (تفسیر غرائب القرآن ۶/۱۹) ثم مثبہ بقول وکان اللہ عزیزاً حکیما علی ان الی قدرتہ سہل۔

۱۷۶۔ مصنف عجائب القصص (عجائب القصص ۲/۲۸۶) اور حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے

۱۷۷۔ امام ابی حیان (بحر المحیط ۲/۹۱) ان الاخبار تظاہرت برفع عیسیٰ حیا وانہ فی السماء حی وانہ ینزل ویقتل الدجال۔

۱۷۸۔ مصنف تفسیر البحر المادر (تفسیر البحر المادر ۳/۲) وتظاہرت الاخبار الصحیحۃ عن رسول اللہ انہ فی السماء حی وانہ ینزل ویقتل الدجال۔

۱۷۹۔ مصنف تفسیر خلاصۃ التفاسیر (خلاصۃ التفاسیر ۱/۴۴۳) بلکہ خدا نے اسے (عیسیٰ) کو اپنی حضوری بلایا اور آسمان پر اٹھالیا۔

۱۸۰۔ امام ابی الحسن علی بن احمد الواحدی (کتاب الوجیز ۱/۲۲۹) ای قبضتنی و رفعتنی الیک ای الی السماء۔

۱۸۱۔ شیخ محمد نووی (مراح لبید ۱/۱۸۳) قال کثیر المتکلمین ان الیہود لما قصدوا قتلہ رفعہ اللہ الی السماء۔

۱۸۲۔ یوسف ابن اسمعیل النبہانی (حجۃ اللہ علی العالمین صـ۲۹۳) ان اللہ تعالیٰ رفع عیسیٰ الی السماء وھو ابن ثلاث وثلاثین سنۃ۔

۱۸۳۔ مصنف سراج المنیر (سراج المنیر ۱/۱۸۳) رفع عیسیٰ الی السماء ولہ عمرہ ۳۳ سنۃ

۱۸۴۔ مصنف تحفۃ الباری (تحفۃ الباری ۳/۲۰۹) باب نزول عیسیٰ ای من السماء الی الارض۔

۱۸۵۔ ابن عربی فتوحات مکیہ (جلد ۳ صـ ۳۶۶) بانّ عیسیٰ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء

۱۸۶۔ مصنف نزہۃ المجالس (۱۰۵ ج۲) رفع اللہ عیسٰی الی السماء۔

۱۸۷۔ مصنف توضیح العقائد (صفحہ ۱۳) عصر کیوقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عیسٰی آسمان سے اتریںگے۔

ناظرین! یہ ایک سو ستاسی (۱۸۷) نام ہیں۔ انکے علاوہ ہم ذیل میں مرزا صاحب کی بھی شہادت لکھتے ہیں۔ جو انکی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں ابتک موجود ہے

اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جاویگا۔ (بلفظہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹/۴۹۸)۔

اگر کوئی مرزائی کہدے کہ اسمیں تو دوبارہ آنیکا ذکر ہے آسمان پر جانیکا ذکر نہیں۔ تو اسکے جواب میں بھی مرزا صاحب کی شہادت پیش کیجاتی ہے۔ دیکھو حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ مندرجہ صفحہ ۳۶۱ براہین احمدیہ مصنفہ مرزا صاحب جس سے حیات مسیح اور صعود مسیح ثابت ہے وھو ہذا۔

حضرت عیسٰی تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔

مرزا صاحب کی شہادت سے بھی روز روشن کیطرح ثابت ہوا کہ نزول مسیح کا عقیدہ ایک ایسا مسئلہ اجماعی عقیدہ تھا کہ مرزا صاحب کے آباؤ اجداد اور وہ خود بھی پہلے اسی عقیدہ پر تھے حالانکہ اسوقت بھی مرزا جی وحی الہی کے مدعی تھے اور براہین احمدیہ جسمیں مسیح کا دوبارہ آنا لکھا ہے اُن کے زعم میں الہامی کتاب ہے۔ تو اب ثابت ہوا کہ یہ ایسا اجماعی عقیدہ ہے کہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین وصوفیائے کرام و اولیائے عظام اسپر متفق الرائے ہیں بلکہ مرزا صاحب اور اُن کے خدا کا بھی اسپر اتفاق تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی ناصری اصالتاً نازل ہوں گے۔

براہین احمدیہ میں لفظ دوبارہ ہے جس سے نزول مسیح بجسد عنصری ثابت ہوتا ہے۔ اور جب مرزا صاحب بہلے خدا تعالیٰ کے الہام سے لکھ چکے کہ مسیح دوبارہ آئینگے تو ثابت ہوا کہ یہی عقیدہ درست ہے۔ کیونکہ الہام و کشف وہی خدا تعالیٰ کیطرف سے ہوسکتا ہے جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو ورنہ شیطانی وسوسہ ہے اور اسپر اجماع امت ہے کہ اگر کوئی شخص کیسا ہی معجزہ نمائی کرے۔ ہوا پر اُڑے اور دریا پر سے خشک پاؤں

گذرے۔ اگر اسکا الہام شریعت کے خلاف ہو۔ تو شیطانی وسوسہ ہے مرزا صاحب نے
بعد میں جو عقیدہ ایجاد کیا وہ غلط ہے۔ خدائی الہام نہیں کیونکہ قرآن حدیث اور اجماع
امت کیخلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (پارہ ۵ سورہ نساء) ترجمہ۔ اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے
بعد کہ اس پر ہدایت کھل چکی ہو۔ اور پھر چلے مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ پر
تو ہم اسکو چلاتے جائینگے اسی راستہ پر اور اسکو دوزخ میں جھونک دینگے اور وہ
بری جگہ ہے۔ اس فرمان خداوندی سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہیں۔

اول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخلاف جانے والا دوزخ میں جھونکا جائیگا۔
یعنے جو رسول اللہ کے فرمان کے خلاف کوئی اور راستہ نکالے تو وہ جہنمی ہے اور
اس کا پیرو بھی جہنمی ہوگا۔ مرزا صاحب نے جو عیسٰے ابن مریم رسول اللہ نبی اللہ کے
معنے بالکل رسول اللہ کے برخلاف کر کے خود مسیح موعود بنے اور اپنا راستہ الگ
نکالا یہ جہنم کا راستہ ہے۔ کیونکہ انجیل میں صاف لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے فرمایا
کہ "جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں" (دیکھو انجیل یوحنا ۱۴ باب ۲۸) تم سن چکے ہو کہ
مینے تمکو کہا کہ میں جاتا ہوں اور تم پاس پھر آتا ہوں" اس انجیل کے مضمون سے
اظہر من الشمس ہے کہ جانیوالا ایک ہی شخص ہے۔ یعنی عیسٰے ابن مریم نبی اللہ و رسول اللہ نبی ناصری
ہے جسکی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے یہود عیسٰے نہیں مرے وہ تمہاری
طرف قیامت سے پہلے واپس آئینگے۔ حدیث میں لفظ راجع ہے جسکی معنے واپس آنیکے ہیں
جو انجیل کے عین مطابق ہے کہ پھر آتا ہوں۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری
حدیث میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسٰے بعد نزول فوت ہونگے اور میرے مقبرہ میں درمیان
ابوبکرؓ و عمرؓ کے مدفون ہونگے اور انکی قبر چوتھی قبر ہوگی۔ اسقدر ثبوت کے ہوتے ہوئے
کسی خدا ترس مسلمان کا تو کام نہیں کہ حضرت عیسٰے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے برخلاف الگ راستہ نکالکر کہے کہ حضرت عیسٰے نہیں آئینگے۔ اور غلام احمد کے
آنے سے مسیح موعود آگیا مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ اگر آنیوالا حضرت عیسٰے کے علاوہ کوئی

اور یہ ہے تو دجال کا آنا بھی تو ضروری ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور عیسےٰ کو اکٹھے دیکھا ہے۔ اور مرزائی اچھل اچھل کر یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح کو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا ہے۔ وہ مسیح مرزا صاحب ہیں اور مرزا صاحب کا حلیہ اُس مسیح سے ملتا ہے۔ مگر یہ نادان یہ نہیں جانتے کہ ایسا کہنے سے تو مرزا صاحب کا تمام کھیل ہی بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ وہی مسیح ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال واحد شخص کے ساتھ دیکھا تھا تو مرزا صاحب کے ساتھ وہ دجال بھی آنا چاہیے تھا۔ وہ دجال واحد نہیں آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی مسیح موعود کے آنیکے وہی نشان بتائے جو انجیل نے قیامت کے بتائے۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ الخ یعنی جب سورج اپنی روشنی چھوڑ دیگا اور ستارے مدہم پڑ جاوینگے (دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۴ و ۵ و ۶) اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا۔ اُسکے شاگردوں نے خلوت میں اُس پاس آکے کہا کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنیکا اور زمانے کے آخر ہونیکا نشان کیا ہے۔ تب یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آئینگے اور کہینگے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کرینگے" الخ

آیت ۲۴۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور نبی آئینگے اور ایسے بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے کہ اگر ہو سکتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے"

آیت ۲۹۔ ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دیگا اور ستارے آسمان سے گر جائینگے اور آسمان کی قوتیں ہلجائینگی تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اُس وقت کے سارے گھرانے چھاتی پیٹیں گے۔ اور ابن آدم (عیسےٰ) کو بڑی قدرت اور جلال کیساتھ آسمان کی بدلیوں پر آتے دیکھینگے۔ انجیل کے اس مضمون کی تصدیق قرآن شریف نے بھی کردی ہے کہ اول وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فرمایا۔ یعنے حضرت عیسےٰ

کا نزول قیامت کا نشان ہے ۔ اور حدیث شریف میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک امر پہلے انجیل سے پھر قرآن اور حدیث
سے پھر اجماع امت سے ثابت ہو چکا تو اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا جس کا
دعوے یہ ہو کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور خدا کے ملائکہ اور خدا کے رسولوں اور
خدا کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں ۔ ہاں دوسرا شخص جو چاہے سو کرے ۔ ایک
مسلمان ہرگز ایسی دلیری نہیں کر سکتا کہ تمام امت کا ساتھ چھوڑ کر اور تمام الہامی کتابوں
کے مضامین سے انکار کر کے اپنا الگ راستہ نکالے یعنی یہ کہ عیسٰے ابن مریم
کے معنے مرزا غلام احمد ہے اور دمشق کے معنے قادیان ہے ۔

دوم مرزا صاحب کا فرمانا کہ اگر میں حق پر نہ ہوتا تو اسقدر مجکو کامیابی نہ ہوتی
خدا تعالٰے نے اسکی بھی تردید فرما دی ۔ کیونکہ اس آیت میں فرمایا جو شخص غیر مومنین
کی سبیل نکالتا ہے ہم بھی اُسکو اُسی راستہ پر چلائے جاتے ہیں اور اُسکو ترقی دیتے
ہیں ۔ اور بظاہر اُسکو کامیاب کرتے ہیں تا کہ اُسکو جہنم میں جھونک دیں ۔ چنانچہ مسیلمہ
کذاب کی نظیر موجود ہے اس نے سبیل المومنین کے برخلاف راستہ نکالا اور کہا کہ میں
غیر تشریعی نبی ہوں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف نبوت میں شریک
ہوں مگر اسی کی شریعت کے تابع ہوں ۔ شریعت محمدی پر عمل کرتا ہوں میں محمد
کے برخلاف نہیں ہوں ۔ صرف اُنکا نائب ہوں ۔ اور یہ راستہ جو اس نے مسلمانوں
اور کافروں کے درمیان اختیار کیا تو خدا تعالٰے نے بھی اُسکو اسی راستہ
پر چلایا اور وہ ایسا کامیاب ہوا کہ سوا مہینے کے عرصہ میں لاکھ سے زیادہ مسلمان
اُسکے پیرو ہو گئے ۔

مسلمانو! غور کرو مرزا جی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ساتھ
ساتھ کرتے جاتے ہیں ۔ یہ وہی چال ہے جو مسیلمہ چلا تھا ۔ کیونکہ جانتا تھا کہ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کو مسلمان مانے ہوئے ہیں اسی کی آڑ میں ترقی ہو سکتی
ہے اسواسطے مرزا صاحب نے فنافی الرسول کا نکتہ نکالا ورنہ جو خود مدعی
نبوت ہو وہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیل اور دشمن ہے ۔ ایک حاکم کے

ہوتے ہوئے دوسرا اگر اس کے خلاف شریک حکومت ہو تو یقیناً اس کا
دشمن ہوتا ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کو دھوکا دیا جاتا ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام سنکر دام میں پھنس جائیں۔

مرزائیوں کی طرح مسیلمہ کذاب کے مریدوں کو بھی دھوکا لگا
کہ ہم محمد رسول اللہ کی امت ہیں مسیلمہ کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا
حرج ہے۔ تاریخ اسلام میں لکھا ہے۔ کہ جب مسیلمہ کے قاصد
خط لیکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضورؐ نے
قاصد سے پوچھا کہ تم کیا ایمان رکھتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور
کو بھی نبی مانتے ہیں اور مسیلمہ کو بھی نبی یقین کرتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ
السلام کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ اگر قاصدوں کا
قتل جائز ہوتا تو میں تمکو قتل کراتا۔ اور پھر آپ نے مسیلمہ پر قتال کا حکم
دیا اور ہزارہا مسلمان جنہوں نے مسیلمہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ شریک نبوت کیا تھا قتل ہوئے۔ اگر صبر اور خوش اعتقادی
ہی معیار صداقت ہے تو مسیلمہ سچا نبی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی
شخص کسی جھوٹے کے پیچھے اپنی جان قربان نہیں کرتا۔ مرزا صاحب
کے صرف دو مرید کابل میں اپنی سندِ کفر کے باعث قتل کیے گئے تو مرزائی
اب تک صداقت کی دلیل پیش کرتے ہیں مگر مسیلمہ کی طرف نہیں
دیکھتے کہ ہزاروں نے اس پر جان قربان کی اور مرنا قبول کیا لیکن مسیلمہ کی
غیر تشریعی نبوت سے جسکے اب مرزا جی مدعی ہیں انکار نکیا۔ کیوں انکار
نکیا اور مارے گئے۔ اس لیے کہ وعدہ خداوندی ہے کہ ہم کاذبوں کو اسی
راستہ پر چلاتے ہیں جو رسول اللہ کے برخلاف اختیار کرتے ہیں۔ تاکہ
حجت خداوندی پوری ہو اور وہ دوزخ میں جھونک دیے جاتے
ہیں۔

آنحضرت نے فرمایا لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت

گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ رفع جسمی
ونزول اصلی حضرت عیسےٰ پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ (۱۸۷) سلف صالحین کے
نام مع انکی کتابوں کے درج ہیں ضلالت پر نہیں ہیں۔ مرزا جی نے ہی
رسول کے خلاف راہ نکالی اور خدا نے بھی ان کو اُنہی راہ خلاف رسول
پر چلایا اور دوسرے کذابوں کی طرح انکو بھی ترقی دی اور بظاہر اس میں انہوں
نے اپنی کامیابی سمجھی مگر حقیقت میں چونکہ وہ راستہ خلاف رسول تھا اسلیئے
جہنم کا راستہ ہے خدا تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو بچائے آمین ثم آمین

ناظرین:۔ مرزا صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
جگہ جو شخص صلیب دیا گیا اُس نے اسوقت کیوں نہ کہا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔
مجھکو ناحق صلیب دیا جاتا ہے پس مفسرین قرآن نے یہ قصہ غلط اپنے پاس سے
بنا لیا ہے۔ کہ مسیح صلیب نہیں دیا گیا۔ اور کوئی دوسرا شخص اس کا مشبہ دیا گیا۔
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے۔ الخ۔ ازالہ اوہام۔

جواب۔ حضرات مفسرین نے جو لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام صلیب
نہیں دئے گئے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ انہوں نے مطابق انجیل برنباس کے
لکھا ہے۔ جس انجیل کی نسبت مرزا صاحب نے اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ
کے صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ معتبر انجیل ہے۔

ہم ذیل میں اس دعوےٰ کی تصدیق میں کہ مفسرین رحمتہ اللہ علیہم نے انجیل سے
جسکو قرآن مجید آسمانی کتاب ہونا تصدیق فرماتا ہے۔ اصل عبارت انجیل کی
لکھتے ہیں۔ تاکہ مومنین کتاب اللہ کو معلوم ہو کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام صلیب نہیں دئے گئے۔ بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ
قرآن مجید میں ہے :

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز قتل نہیں ہوئے۔ بلکہ یقیناً اٹھائے گئے اللہ
کی طرف بلکہ حدیثات میں ہے کہ۔ ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم
القیامۃ۔ یعنی حضرت عیسےٰ نہیں مرے۔ وہ تمہاری طرف واپس آنیوالے ہیں

قیامت سے پہلے دیکھو تفسیر در منثور۔

ناظرین برنباس حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چشم دید شہادت کے مقابل ۱۹ سو برس کے بعد مرزا صاحب کی من گھڑت بلا ثبوت کہانی جو کہ انہوں نے اپنے مطلب کے واسطے خلاف اجماع امت و قرآن و انجیل تصنیف کرلی ہے۔ تاکہ مسیح کو مار کر خود اسکی جگہ مسیح موعود بنجاوے۔ کوئی مسلمان جسکو دعویٰ ہے کہ یومنون بالغیب کی جماعت میں سے ہوں۔ اور کتب سماوی توراۃ۔ زبور انجیل و قرآن پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور جو ان کتابوں میں لکھا ہے۔ اور قرآن اُن کا مصدق ہے۔ صدق دل سے یقین کرتا ہوں۔ وہ تو ہرگز ہرگز مرزا صاحب کی تصنیف کردہ مطلب پرستی کی بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ خلاصہ انجیل برنباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مگر سب سے پہلے واجب ہے۔ کہ مختصر طور پر ناظرین کو بتایا جاوے کہ برنباس کون ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ شہادت دینے والا ایسا معتبر شخص ہے۔ کہ جسکی چشم دید شہادت کسی طرح خلاف نہیں ہوسکتی۔

چشم دید حالات صلیب عیسیٰ علیہ السلام

برنباس حضرت مسیح کے اُن خاص مددگاروں اور حواریوں میں سے ایک نامور حواری ہیں۔ جنکو مقتدایان کلیسا رسول کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ پولس رسول ایک زمانہ تک انہی کیساتھ رہے ہیں۔ بلکہ انہی برنباس نے مسیح کی شاگردوں کو پولس کی ہدایت یابی اور یروشلیم واپس آنیکے بعد دوبارہ اس سے واقف اور شناس کرایا تھا۔ کیونکہ مسیح کے شاگرد پولس کی اگلی دین کے ساتھ سخت عداوت دیکھنے کے بعد کبھی اسکی دینداری اور راہ یابی پر اعتماد نہ کرتے۔ اگر برنباس پہلے اس سے خود واقف ہوکر پھر اسپر اعتماد کر لینے کے بعد دیگر شاگردان مسیح سے اس کا تعارف نہ کراتے ۱۲ السید رشید رضا مصری مالک رسالہ المنار مصر۔

دیکھو فیرو کی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام دربارہ جھوٹے مدعیان نبوۃ۔ جو بعد حضرت

خاتم النبین ظاہر ہوں گے۔ انجیل برنباس فصل ۹۷ آیت ۵۔ مگر میری تسلی
اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارہ میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دیگا۔ اور
اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالے نے ہمارے باپ
ابراہیم سے یونہی وعدہ کیا ہے۔ (۷) اور جو چیز مجھکو تسلی دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس
رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اسلئے کہ اللہ اُسکو درست اور محفوظ رکھیگا۔ کاہن نے
جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئینگے (۸) رسول ۸۔
یسوع نے جواب دیا اسکے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی
کوئی نہیں آئینگے۔ ۹۔ مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئیگی اور یہی
بات ہے جو مجھے رنج دیتی ہے۔ ۱۰ اسلئے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے
بھڑکائیگا۔ پس وہ میری انجیل کے دعوی کی پیروی میں چھپیں گے۔ ترجمہ
انجیل برنباس۔ انجیل برنباس فصل ۱۱۲ آیت ۱۳ پس اے برنباس تو معلوم کر کہ
اسی وجہ سے مجھپر اپنی حفاظت کرنا لازمی ہے۔ اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے
تیس سکوں کے ٹکڑوں کی بالعوض بیچ ڈالے گا۔ ۱۴۔ اور اس بناء پر پس مجھکو اس
بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا۔
۱۵۔ اسلئے کہ اللہ مجھکو زمین سے اوپر اٹھائیگا۔ اور بیوفا کی صورت بدل دیگا یہاں
تک اسکو ہر ایک یہی خیال کریگا کہ میں ہوں ۱۶۔ مگر جب مقدس محمد رسول
آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو مجھ سے دور کریگا۔

فصل ۱۳۹ آیت ۴۔ پس عنقریب کاہنوں کے سردار اور قوم شیوخ
مجھپر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور رومانی حاکم سے میرے قتل کرنیکا حکم طلب
کرینگے ۵۔ کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ میں اسرائیل کا ملک غصب کرونگا ۶ اور
اسکے علاوہ میرا ایک شاگرد مجھے بیچ ڈالیگا۔ اور مجھے دشمن کے حوالہ کر دے گا۔
جیسے کہ یوسف علیہ السلام مصر میں بیچا گیا تھا۔ ۷ مگر عادل اللہ عنقریب اُسکو
مضبوط باندھ لیگا۔ جیسے کہ داؤد نبی کہتا ہے۔ جس شخص نے اپنے بھائی
کے واسطے کنواں کھودا اور خود اسکے اندر گرے گا۔ ۸۔ مگر اللہ مجھکو چھڑا لیگا

ان کے ہاتھوں سے اور مجھے دنیا سے اٹھا لیگا۔

فصل ۲۱۳ آیت ۲۴۔ تب یسوع نے یہ بھی کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بیشک تم ہی میں کا ایک عنقریب مجھکو حوالہ کردیگا۔ تب میں ایک بکری کے بچہ کی طرح بیچ دیا جاؤں گا۔ ۲۵۔ لیکن خرابی ہے اسکے لئے کیونکہ عنقریب وہ سب پورا ہوگا۔ جو کہ داؤد ہمارے باپ نے اسکی نسبت کہا ہے۔ کہ وہ خود اسی گڑھے میں گریگا۔ جو کہ اس نے دوسروں کے لیے مہیا کیا ہے۔

بیان واقعہ اخذ و قتل و رفع جسمانی

فصل ۲۱۴۔ اور یسوع گھر سے نکلکر باغ کی طرف مڑا تا کہ نماز ادا کرے تب وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھا۔ ایک سو مرتبہ اپنے منہ کو نماز میں اپنی عادت کے موافق خاک آلود کرتا ہوا ۲ اور چونکہ یہودا اس جگہ کو جانتا تھا جسمیں یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ تھا۔ لہذا وہ کاہنوں کے سردار کے پاس گیا۔ ۳ اور کہا تو نے مجھے وہ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ تو میں آج کی رات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کردوں گا۔ جسکو تم لوگ ڈھونڈ رہے ہو۔ ۴ اسلیے کہ وہ گیارہ رفیقوں کیساتھ اکیلا ہے۔ ۵ کاہنوں کے سردار نے جوابدیا تو کس قدر طلب کرتا ہے۔ ۶ یہودا نے کہا تیس ٹکڑے سونے کے ۷ پس اسوقت کاہنوں کے سردار نے فوراً اسے روپیہ مہیا کردیے۔ اور ایک فریسی کو حاکم اور ہیرودس کے پاس بھیجا تا کہ وہ کچھ سپاہی بلا لائے۔ ۹ تب ان دونوں نے اس کو ایک دستہ سپاہ کا دیا اسواسطے کہ وہ دونوں قوم سے ڈرتے ۱۰ تب دون ہی اُن لوگوں نے اپنے ہتھیار لئے۔ اور اورشلیم سے لاٹھیوں پر مشعلیں اور چراغ جلائے ہوئے نکلے۔

فصل ۲۱۵۔ ۱۔ اور جبکہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جسمیں یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا۔ ۲ تب اسی لئے وہ ڈرکر گھر میں چلا گیا۔ ۳ اور گیارہوں شاگرد سو رہے تھے۔ ۴ پس

جبکہ اللہ نے اپنے بندہ پر خطرہ کو دیکھا۔ اپنے اپنے سفیروں جبریل اور میخائیل اور
رفائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لیلیویں۔ ۵ تب پاک فرشتے آئے
اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لیلیا۔ پس وہ اسکو
اٹھا لیگئے۔ اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھدیا
جوکہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہینگے ۔

فصل ۲۱۶

۱۔ اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جسمیں سے یسوع اٹھا لیا گیا تھا
۲۔ اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔ ۳ جب عجیب اللہ نے ایک عجیب
کام کیا۔ پس یہودا بولے اور چہرے میں بدلکر یسوع کے مشابہ ہوگیا۔ یہاں تک
کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے۔ ۵ لیکن اس نے ہمکو جگانیکے بعد
تلاش کرنا شروع کیا تھا تاکہ دیکھے معلم کہاں ہے۔ ۶۔ اسلیئے ہم نے تعجب کیا
اور جواب میں کہا اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے۔ ۷۔ پس تو اب ہمکو بھول گیا ۸ مگر
اُسنے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم احمق ہو کہ یہودا اسخریوطی کو نہیں پہچانتے۔ ۹ اور
اُسی اثناء میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا سپاہی داخل ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے
ہاتھ یہودا پر ڈالدیے اسلیئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔
۱۰۔ لیکن ہم لوگوں نے جب یہودا کی بات سُنی۔ اور سپاہیونکا گروہ دیکھا۔ تب
ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے۔ ۱۱۔ اور یوحنا جو کہ ایک کتان کے لحاف میں
لپٹا ہوا تھا جاگ اٹھا۔ اور بھاگا۔ ۱۲۔ اور جب ایک سپاہی نے اُسے کتان کے
لحاف کے ساتھ پکڑلیا تو وہ کتان کا لحاف چھوڑ کر ننگا بھاگ نکلا۔ اسلیئے کہ اللہ نے یسوع
کی دعا سنلی۔ اور گیارہ شاگردوں کو آفت سے بچادیا۔

(فصل ۲۱۷)

۱۔ پس سپاہیوں نے یہودا کو پکڑا اور اسکو اس سے مذاق کرتے ہوئے باندھ لیا ۲۔ اسلیئے
کہ یہودا نے ان سے اپنے یسوع ہونیکا انکار کیا بجائیکہ وہ سچا تھا۔ ۳ تب سپاہیوں
نے اُس سے بھیٹر کرتے ہوئے کہا اے ہمارے سید تو ڈر نہیں اسلیئے کہ ہم تجھکو

اسرائیل پر بادشاہ بنانیکے لئے آئے ہیں۔ ۴۔ اور ہمنے مجھکو محض اس واسطے
باندھا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو بادشاہت کو نامنظور کرتا ہے۔ ۵۔ یہودا
نے جواب میں کہا کہ شائد تم دیوانے ہو گئے ہو۔ ۶۔ تم تو ہتھیاروں اور چراغوں کو لیکر
یسوع ناصری کو پکڑنے آئے ہو۔ گویا کہ وہ چور ہے تو کیا تم مجھی کو باندھو گے جسنے
کہ تمہیں راہ دکھائی ہے تاکہ مجھے بادشاہ بناؤ۔ ۷۔ اسوقت سپاہیوں کا صبر جاتا رہا
اور انہوں نے یہودا کو مکوں اور لاتوں سے مار کر ذلیل کرنا شروع کیا اور غصہ کیساتھ
اُسے اورشلم کی طرف کھینچے لیچلے۔ ۸۔ یوحنا اور بطرس نے سپاہیوں کا دور سے پیچھا
کیا۔ ۹۔ اور ان دونوں نے اس لکھنے والے کو یقین دلایا کہ انہوں نے وہ سب مشورہ
خود سنا جو کہ یہودا کے بارہ میں کاہنوں کے سردار اور اُن فریسیوں کی مجلس نے کیا کہ یہ لوگ
یسوع کے قتل کرنیکو جمع ہوئے تھے۔ ۱۰۔ تب وہیں یہودا نے بہت سی دیوانگی کی
باتیں کیں۔ ۱۱۔ یہانتک کہ ہر ایک آدمی نے تمسخر میں انوکھا پن پیدا کیا۔ یہ خیال
کرتے ہوئے کہ وہ یہودا درحقیقت یسوع ہی ہے اور یہ کہ وہ موت کے ڈر سے
بناوٹی جنون اظہار کرتا ہے۔ ۱۲۔ اسی لئے کاہنوں نے اُسکی دونوں آنکھوں پر
ایک پٹی باندھ دی۔ ۱۳۔ اور اس سے ٹھٹھا کرتے ہوئے کہا ای یسوع ناصریوں
کے نبی (اسلئے کہ وہ یسوع پر ایمان لانیوالوں کو یہی کہکر پکارتے تھے) تو ہمیں بتا کہ
تجھکو کس نے مارا ہے۔ ۱۴۔ اور اُسکے گال پر تھپڑ مارے۔ اور اُسکے منہ پر تھوکا۔
۱۵۔ اور جبکہ صبح ہوئی اسوقت کاہنوں اور قوم کے شیوخ کی بڑی مجلس جمع ہوئی
۱۶۔ اور کاہنوں کے سردار نے معہ فریسیوں کے یہ خیال کرتے ہوئے یہودا پر
جھوٹا گواہ طلب کیا کہ یہی یسوع ہے۔ مگر انہوں نے اپنا مطلب نہ پایا۔ ۱۷۔ اور
میں یہ کیوں کہوں کہ کاہنوں کے سرداروں ہی نے یہ جانا کہ یہودا یسوع ہے۔
بلکہ تمام شاگردوں نے بھی معہ اس لکھنے والے کے یہی اعتقاد کیا۔ ۱۹۔ بلکہ اس
سے بھی بڑھکر یہ یسوع کی بیچاری ماں کنواری نے معہ اسکے قریبی رشتہ داروں
اور دوستوں کے یہی اعتقاد کیا۔ ۲۰۔ یہانتک کہ ہر ایک کا رنج تصدیق سے
بالاتر تھا۔ ازیں قبل کہ وہ دنیا سے اٹھا لیا جائے گا۔ اور یہ کہ ایک دوسرا شخص

اس کے نام سے عذاب دیا جاویگا۔ اور یہ کہ وہ دنیا کا خاتمہ ہونیکے قریب تک
نہ مریگا۔ اسلیئے یہ لکھنے والا یسوع کی ماں اور یوحنا کے ساتھ صلیب کے پاس گیا
۲۳۔ تب کاہنوں کے سردار نے حکم دیا کہ یسوع کو مشکیں بندھا ہوا اُسکے روبرو
لایا جائے۔ ۲۴۔ اور اس سے اس کے شاگردوں اور اسکی تعلیم کی نسبت سوال کیا۔
۲۵۔ پس یہودا نے اس بارہ میں کچھ بھی جواب نہ دیا گویا کہ وہ دیوانہ ہو گیا اسوقت کاہنوں
کے سردار نے اسکو اسرائیل کے جیتے جاگتے خدا کے نام حلف دیا کہ وہ اس سے سچ
کہے ۲۷۔ یہودا نے جواب دیا میں تو تم سے کہہ چکا کہ میں ہی یہودا اسخریوطی ہوں جس
نے یہ وعدہ کیا تھا کہ یسوع ناصری کو تمہارے ہاتھوں میں سپرد کردیگا۔ ۲۸۔ مگر میں
نہیں جانتا کہ تم کس تدبیر سے پاگل ہو گئے ہو۔ ۲۹۔ کہ تم ہر ایک وسیلہ سے یہی چاہتے
ہو کہ میں ہی یسوع ہو جاؤں کاہنوں کے سردار نے جواب میں کہا اے گمراہ گمراہ
کرنیوالے البتہ تو نے اپنی جھوٹی تعلیم اور کاذب نشانیوں کیساتھ تمام اسرائیل کو
جلیل سے شروع کر کے یہاں اورشلیم تک گمراہ بنا دیا ہے۔ ۳۱۔ کیا اب تجھکو یہ
خیال سوجھتا ہے۔ کہ تو اس سزا سے جس کا تو مستحق ہے اور تو اسکی لائق ہے۔
پاگل بنکر نجات پا جائیگا۔ ۳۲۔ قسم ہے اللہ کی جان کی کہ تو ہرگز اس سے نجات
نہ پائیگا۔ ۳۳۔ اور یہ کہنے کے بعد اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اسے خوب گھونسوں
اور لاتوں سے ماریں تاکہ شاید اسکی عقل شاید اس کے سر میں پلٹ آئے۔ ۳۴۔ اور حقیقت
یہ ہے کہ یہودا کو کاہنوں کے سردار کے خادموں کے ہاتھ سے وہ ذلت اور حقارت
پہنچی جو کہ باور کرنے حد سے باہر ہے۔ ۳۵۔ اسلیئے کہ انہوں نے جوش کیساتھ مجلس
کی دلچسپی کیلیئے نئے نئے ڈھنگ تمسخر کے ایجاد کیئے۔ ۳۶۔ پس اسکو مداری
کا لباس پہنایا اور اپنے ہاتھوں اور پیروں سے اسکو خوب دل کھولکر مارا۔ یہانتک
کہ اگر خود کنعانی اس منظر کو دیکھتے تو البتہ وہ اسپر ترس کھاتے۔ ۳۷۔ لیکن کاہنوں
اور فریسیوں اور قوم کے شیوخ کے دل یسوع پر یہانتک سخت ہو گئے کہ اس سے
وہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتے دیکھکر خوش ہوئے۔ بحالیکہ اُنکا خیال یہ تھا
کہ یہودا درحقیقتہ یسوع ہی ہے۔ ۳۸۔ پھر اس کے بعد اُسے مشکیں

بندھا ہوا حاکم کے پاس کھینچکر لیگئے جو کہ درپردہ یسوع سے محبت رکھتا تھا۔ ۳۹
اور چونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ یہودا یسوع ہی ہے۔ لہذا اُسکو اپنے کمرہ میں لیگیا۔ اور اُس
سے یہ سوال کرکے گفتگو کی کہ کاہنوں اور قوم کے سرداروں نے اُسے کس سبب سے
اسکے ہاتھوں میں سپرد کیا ہے۔ ۴۰۔ یہودا نے جوابدیا اگر میں تجھ سے سچ کہوں تو تو مجھے
سچا نہ جانے گا۔ اسلئے کہ تو بھی ویسا ہی دہوکا دیا گیا ہوگا جیسا کہ کاہنوں اور فریسیوں
کو دہوکا دیا گیا ہے۔ ۴۱ حاکم نے یہ خیال کرکے کہ وہ شریعت کے متعلق کہنا چاہتا
ہے۔ کہا کیا تو نہیں جانتا کہ میں یہودی نہیں ہوں ۴۲۔ مگر کاہنوں اور قوم کے شیوخ نے
تجھے میرے ہاتھ میں سپرد کیا ہے۔ ۴۳ پس تو ہم سے سچ کہہ تاکہ میں وہی کروں جو کہ
انصاف ہے۔ ۴۴۔ اسلئے کہ مجھے یہ اختیار ہے کہ تجھکو چھوڑ دوں یا تیرے قتل
کا حکم دوں ۴۵۔ یہودا نے جواب میں کہا اے آقا تو مجھے سچا مان کہ اگر تو میرے
قتل کیا کا حکم دیگا تو بہت بڑے ظلم کا مرتکب ہوگا اسلئے کہ تو ایک بیگناہ کو قتل
کریگا۔ ۴۶ کیونکہ میں خود یہودا اسخریوطی ہوں نہ کہ وہ یسوع جو کہ جادوگر ہے جس
نے اسطرح اپنے جادو سے مجھکو بدل دیا ہے۔ پس جبکہ حاکم نے اس بات کو سنا
وہ بہت متعجب ہوا یہانتک کہ اسنے چاہا کہ اُسے چھوڑ دے ۴۸ اسلئے حاکم باہر
نکلا اور اُسنے مسکراتے ہوئے کہا۔ کم از کم ایک جہت سے تو یہ آدمی موت کا مستحق
ہے۔ ۴۹ پھر حاکم نے کہا یہ آدمی کہتا ہے کہ وہ یسوع نہیں۔ بلکہ یہودا ہے۔ جو کہ
سپاہیوں کو یسوع کو پکڑوانے کے واسطے لیگیا تھا۔ ۵۰۔ اور کہتا ہے کہ جلیلی
کے یسوع نے اسکو جادو سے یوں بدل دیا ہے۔ پس اگر یہ بات سچ ہو تو اس کا
قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہوگا۔ ۵۱۔ لیکن اگر یہی یسوع ہے اور یہ انکار کرتا ہے کہ وہ
یسوع ہے۔ پس یہ یقینی ہے کہ اُسکی عقل جاتی رہی ہے۔ اور ایک دیوانہ کو
قتل کرنا ظلم ہوگا۔ ۵۳ اسوقت کاہنوں کے سرداروں اور قوم کے شیوخ نے
کاتبوں اور فریسیوں کے ساتھ ملکر شور مچا کے کہا وہ ضرور یسوع ناصری ہے
اسلئے کہ ہم اسکو پہچانتے ہیں ۵۴ کیونکہ اگر یہی مجرم نہ ہوتا تو ہم اسکو تیرے ہاتھ
میں سپرد نہ کرتے ۵۵ اور وہ دیوانہ ہرگز نہیں ہے بلکہ یقیناً وہ خبیث ہے۔ کیونکہ

اپنے اس مکر سے ہمارے ہاتھوں سے بچ جانیکا خواہاں ہے ۵۶ اور اگر اسنے نجات پالی توجو فتنہ یہ اٹھائے گا - وہ پہلے فتنہ سے بھی بدتر ہوگا - بہر حال بیلاطیس (یہ حاکم کا نام ہے) نے اسلئے کہ وہ اس دعوے سے اپنے تئیں چھڑا لے - یہ کہا یہ شخص جلیل کا رہنے والا ہے اور ہیرودس جلیل کا بادشاہ ہے - ۵۸ اسلئے اس مقدمہ میں حکم دینا میرا حق نہیں ہے - ۵۹ تم اب اسکو ہیرودس کے پاس بیجاؤ ۶۰ - تب وہ لوگ یہودا کو ہیرودس کے پاس لیگئے جس نے کہ بہت مرتبہ یہ آرزو کی تھی کہ یسوع اسکے گھر آئے ۶۱ مگر یسوع نے کبھی اسکے گھر جانیکا ارادہ نہیں کیا ۶۲ کیونکہ ہیرودس قوموں میں سے تھا - اور اسنے باطل جھوٹے معبودوں کی عبادت کی تھی - اور ناپاک قوموں کے رسم و رواج کے مطابق زندگی بسر کررہا تھا ۶۳ - پس جبکہ یہودا وہاں لیجایا گیا - ہیرودس نے اس سے بہت سی چیزوں کی نسبت سوال کیا یہودا نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہ وہ یسوع ہے - انکی بابت اچھا جواب نہیں دیا - ۶۴ - اس وقت ہیرودس نے اپنے سارے دربار کے ساتھ اس سے ٹھٹھا کیا اور حکم دیا کہ اسکو سفید لباس پہنایا جائے - جیسا کہ بیوقوف آدمی پہنتے ہیں ۶۵ اور یہ کہہ کر اسے بیلاطیس کے پاس واپس بھجدیا کہ تو اسرائیل کے گھرانے کو انصاف عطا کرنے میں کمی نہ کر ۶۶ - اور ہیرودس نے یہ اسلئے لکھا کہ کاہنوں کے سرداروں اور کاتبوں و فریسیوں نے اسکو سکوں کی بڑی مقدار دی تھی ۶۷ پس جبب حاکم نے اس بات کو ہیرودس کے ایک خادم سے معلوم کیا کہ معاملہ ایسا ہے - تو اس نے کچھ روپیہ حاصل کرنے کے لالچ میں آکر یہ ظاہر کیا کہ وہ یہودا کو چھوڑ دینا چاہتا ہے ۶۸ - تب اس نے اپنے ان غلاموں کو (جنہیں کاتبوں نے کچھ روپیہ عطا کیا تھا تاکہ وہ اس یہودا کو قتل کرڈالیں) حکم دیا کہ اسے کوڑے ماریں - مگر اللہ جس نے کہ انجاموں کی تقدیر کی ہے - یہودا کو صلیب کیواسطے باقی رکھا تاکہ وہ اس ڈراؤنی موت کی تکلیف کو بھگتے - جسکے لئے اس نے دوسرے کو سپرد کیا تھا ۶۹ - پس اللہ نے تازیانہ کے نیچے یہودا کی موت آنے نہیں دی - باوجود اسکے کہ سپاہیوں نے اسکو اس زور کے ساتھ کوڑے مارے

تھے کہ ان سے اس کا بدن خون بنکر بہ نکلا ۷۰۔ اور اس لئے انہوں نے اسکو حقارتًا
ایک پرانا کپڑا ارغوانی رنگ کا یہ کہکر پہنایا۔ کہ ہمارے نئے بادشاہ کو مناسب ہے کہ
وہ حلہ پہنے۔ اور تاج دے ۷۱ پس انہوں نے کانٹے جمع کئے۔ اور ایک تاج
سونے اور قیمتی پتھروں کے تاج کے مشابہ بنایا۔ جسکو کہ بادشاہ اپنے سروں
پر رکھتے ہیں ۷۲ اور کانٹے کا تاج یہودا کے سر پر رکھا ۷۳ اور اس کے ہاتھ
میں ایک بانس کا ٹکڑا مثل چوگان (عصا) کے دیا۔ اور اسے ایک بلند جگہ میں بٹھایا
۷۴ اور اسکے سامنے سے سپاہی از راہ حقارت اپنا سر جھکا کے اسکو سلامی
دیتے گذرے گویا کہ وہ یہود کا بادشاہ ہے ۷۵ اور اپنے ہاتھ پھیلا کے
تاکہ وہ انعامات لیویں جنکے دینے کی نئے بادشاہوں کو عادت تھی ۷۶ پس
جب کچھ نہ پایا تو یہ کہتے ہوئے یہودا کو مارا۔ اے بادشاہ اس حالت میں تو
کیونکر تاج پوش ہوگا جبکہ تو سپاہیوں اور خادموں کو انعام نہیں دیتا ۷۷ جبکہ
تو کاہنوں کے سرداروں نے مع کاتبوں اور فریسیوں کے دیکھا کہ یہودا تازیانوں
کی ضرب سے نہیں مرا۔ اور جبکہ وہ اس سے ڈرتے تھے کہ پیلاطس اسکو رہا
کردیگا۔ انہوں نے حاکم کو روپیوں کا ایک انعام دیا۔ اور حاکم نے وہ انعام لیکر یہودا
کو کاتبوں اور فریسیوں کے حوالہ کردیا۔ گویا کہ وہ مجرم ہے۔ جو موت کا مستحق ہے۔ اور انہوں نے
اسکے ساتھ ہی دو چوروں پر صلیب دئے جانیکا حکم لگایا ۷۹ تب وہ لوگ اسے جمجمہ
پہاڑ پر لیگئے۔ جہاں کہ مجرموں کو پھانسی دینے کی انہیں عادت تھی اور وہاں اس
اسی یہودا کو ننگا کرکے صلیب پر لٹکایا۔ اسکی تحقیر میں مبالغہ کرنیکے لئے ۸۰ اور یہودا نے
کچھ نہیں کیا سوا اس چیخ کے کہ اے اللہ تو نے مجھکو کیوں چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ
مجرم تو بچ گیا۔ اور میں ظلم سے مر رہا ہوں ۸۱ میں سچ کہتا ہوں کہ یہودا کی آواز اور
اس کا چہرہ اور اسکی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی
کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اور اسپر ایمان لانے والوں نے اسکو یسوع
ہی سمجھا ۸۲ اسلئے انمیں سے بعض یہ خیال کرکے یسوع کی تعلیم سے نکل گئے
کہ یسوع جھوٹا نبی تھا اور اس نے جو نشانیاں ظاہر کیں وہ فن جادوگری سے ظاہر کیں بعض

۸۴- اسلئے کہ یسوع نے کہا تھا کہ وہ دنیا کا خاتمہ ہونے کے قریب تک نہ مریگا ۸
کیونکہ وہ اسوقت میں دنیا سے لے لیا جائیگا ۸۵ پس جو لوگ کہ یسوع کی تعلیم میں مضبوطی
سے جمے رہے۔ انکو رنج نے گھیر لیا۔ اسواسطے کہ انہوں نے مرنیوالے کو یسوع کے
ساتھ بالکل مشابہ دیکھا۔ یہانتک کہ انکو یسوع کا کہنا بھی یاد نہ آیا ۸۶ اور اسی طرح
وہ یسوع کی ماں کی ہمراہی میں مجمع پہاڑ پر گئے ۸۷ اور صرف ہمیشہ روتے ہوئے
یہودا کی موت کو دیکھنے کے لئے موجود ہونے پر ہی کمی نہیں کی بلکہ نیقودیموس اور
یوسف ارمتیا ئی کے ذریعہ سے حاکم سے یہودا کی لاش بھی حاصل کی تاکہ اسے دفن
کریں ۸۸ تب اسکو صلیب پر سے ایسے رونے دھونے کے ساتھ اتارا جس کو
کوئی باور نہ کریگا ۸۹ اور اسکو یوسف کی نئی قبر میں ایک سو رطل خوشبوؤں میں لپیٹنے
کے بعد دفن کر دیا۔ فصل ۲۱۸ ۱- اور ہر ایک آدمی اپنے گھر کو پلٹ آیا۔ ۲- اور
جو یہ لکھتا ہے۔ اور یوحنا اور یعقوب اس یوحنا کا بھائی یسوع کی ماں کے ساتھ
ناصرہ کو گئے ۳- رہے وہ شاگرد جو کہ اللہ سے نہیں ڈرتے۔ تو وہ رات کے وقت گئے
اور یہودا کی لاش چرا کر اسے چھپا دیا۔ اور خبر اڑا دی کہ یسوع جی اٹھا ہے۔ ۴ تب اس
فعل کے سبب سے ایک بے چینی پیدا ہوئی ۵ کاہنوں کے سردار نے حکم دیا
کہ کوئی آدمی یسوع ناصری کی نسبت کلام نہ کرے ورنہ وہ مجرم کرنے کی سزا کے تحت میں
آئیگا۔ ۶ اس کے لئے بڑی سختی ظاہر ہوئی۔ پس بہت سے آدمی سنگسار کئے گئے
اور تازیانوں سے مارے گئے۔ اور ملک سے جلاوطن کر دئے گئے۔ کیونکہ انہوں
نے اسبارے میں خاموشی کو لازم نہیں پکڑا ۷۔ اور وہ ناصرہ میں یہ خبر پہنچی کہ کیونکر
یسوع ان کے شہر کا ایک باشندہ جی اٹھا ہے۔ اس کے بعد کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا
۸- تب اس نے جو کہ لکھتا ہے یسوع کی ماں سے منت کی کہ وہ خوش ہو کر رونے
سے باز آئے۔ کیونکہ اس کا بیٹا جی اٹھا ہے۔ پس جبکہ کنواری مریم نے اس بات کو سنا ۹
رو کر کہنے لگی تو اب ہمیں اورشلیم چلنا چاہئے تاکہ میں اپنے بیٹے کو ڈھونڈوں۔ ۱۰
اسلئے کہ اگر میں اسکو دیکھ لوں گی۔ تو آنکھیں ٹھنڈی کرکے مرونگی فصل ۲۱۹
۱- تب کنواری مع اس لکھنے والے اور یوحنا اور یعقوب کے اسی دن اورشلیم میں آئی

جس روز کہ کاہنوں کے سردار کا حکم صادر ہوا تھا۔ پھر کنواری نے جو کہ اللہ سے ڈرتی تھی
اپنے ساتھ رہنے والوں کو ہدایت کی۔ وہ اس کے بیٹے کو بھلا دیں باوجود اس کے کہ اس
نے معلوم کر لیا تھا۔ کہ کاہنوں کے سردار کا حکم ظلم ہے ۳۔ اور ہر ایک آدمی کا انفعال
دنائش کسقدر سخت تھا ۴۔ اور وہ خدا جو کہ انسان کے دلوں کو جانچتا ہے۔ جانتا
ہے کہ بلا شبہ ہم لوگ (جسکو کہ ہم اپنا معلم یسوع سمجھتے تھے) کی موت پر رنج والم اور
اسکو جی اٹھتا دیکھنے کے شوق میں محو ہو گئے تھے ۵۔ اور وہ فرشتے جو کہ مریم پر نگاہ
تھے تیسرے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ جہاں کہ یسوع فرشتوں کی ہمراہی میں
تھا۔ اور اس سے سب باتیں بیان کیں ۶۔ لہذا یسوع نے اللہ سے منت کی کہ وہ
اسکو اجازت دے۔ کہ یہ اپنی ماں اور اپنے شاگردوں کو دیکھ آئے ۷۔ تب اسوقت
رحمٰن نے اپنے چاروں نزدیکی فرشتوں کو جو کہ جبرئیل اور میخائیل اور رافائیل اور
اوراوریل ہیں۔ حکم دیا کہ یہ یسوع کو اسکی ماں کے گھر اٹھا کر لیجائیں ۸۔ اور یہ کہ
متواتر تین دن کی مدت تک وہاں اسکی نگہبانی کریں ۹۔ اور سوا ان لوگوں کے
جو اسکی تعلیم پر ایمان لائے ہیں۔ اور کسیکو اسے نہ دیکھنے دیں ۱۰۔ پس یسوع
روشنی سے گھرا ہوا اس کمرہ میں آیا جسکے اندر کنواری مریم مع اپنی دونوں بہنوں
مرتا اور مریم مجدلیہ اور لعازر اور راس لکھنے والے اور یوحنا اور یعقوب اور بطرس
کے مقیم تھی ۱۱۔ تب یہ سب خوف سے بیہوش ہو کر گر پڑے گویا کہ وہ مردے
اس ۔ پس یسوع نے اپنی ماں کو اور دوسروں کو یہ کہتے ہوئے زمین سے اٹھایا
تم نہ ڈرو اس لئے کہ میں یسوع ہوں ۱۲۔ اور نہ رو کیونکہ میں زندہ ہوں نہ کہ مردہ
۱۴۔ تب انمیں سے ہر ایک دیر تک یسوع کے آجانیکی وجہ سے دیوانہ سا رہا۔
۱۵۔ اس لئے کہ انہوں نے پورا پورا اعتماد کر لیا تھا کہ یسوع مر گیا ہے ۱۶۔ پس
اسوقت کنواری نے روتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے تو مجھکو بتا کہ اللہ نے تیری
موت کو تیرے قرابتمندوں اور دوستوں پر بدنامی کا دھبہ رکھکر اور تیری تعلیم کو
داغدار کر کے کیوں گوارا کیا۔ حالانکہ اس نے تجھکو مردوں کے زندہ کر دینے پر قوت
دی تھی۔ پس تحقیق ہر ایک جو کہ تجھسے محبت رکھتا تھا وہ مثل مردے کے تھا

فصل ۲۲۰- ۱- یسوع نے اپنی ماں سے گلے ملکر جواب میں کہا اے ماں تو مجھے
سچا مان کیونکہ میں تجھ سے سچائی کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ میں ہرگز نہیں مرا ہوں ۲
اسلئے کہ اللہ نے مجھکو دنیا کے خاتمہ کے قریب تک محفوظ رکھا ہے ۳ اور جبکہ
یہ کہا چاروں فرشتوں سے خواہش کی کہ وہ ظاہر ہوں اور شہادت دیں کہ بات
کیونکر تھی۔ ۴ تب دونہی فرشتے چار چمکتے ہوئے سورجوں کی مانند ظاہر ہوئے۔
یہانتک کہ ہر ایک دوبارہ گھبراہٹ سے بیہوش گر پڑا گویا کہ وہ مردہ ہے ۵ پس
اسوقت یسوع نے فرشتوں کو چار چادریں کتان کی دیں تا کہ وہ اُن سے اپنے
تئیں ڈھانپ لیں۔ کہ اسکی ماں اور اُسکے رفیق انہیں دیکھ نہ سکیں۔ اور صرف
ان کو باتیں کرتے سننے پر قادر ہوں ۶ اور اسکے بعد اُن لوگوں میں سے ہر ایک
کو اٹھایا انہیں یہ کہتے ہوئے تسلی دی کہ یہ فرشتہ اللہ کے ایلچی ہیں ۷ جبریل جو
کہ اللہ کے بھیدوں کا اعلان کرتا ہے ۸ اور میخائیل جو کہ اللہ کے دشمنوں سے
لڑتا ہے ۹ اور رافائیل جو کہ مرنیوالوں کی روحیں نکالتا ہے ۱۰ اور اوریل
جو کہ روز اخیر قیامت میں لوگوں کو اللہ کی عدالت کی طرف بلائے گا۔ ۱۱ پھر چاروں
فرشتوں نے کنواری سے یہ بیان کیا کہ کیونکر اللہ نے یسوع کی جانب فرشتے
بھیجے۔ اور یہودا کی صورت کو بدل دیا تا کہ وہ اس عذاب کو بھگتے جس کیلئے اپنے
دوسرے کو بیچا تھا۔ ۱۲- اسوقت اس لکھنے والے نے کہا اے معلم کیا مجھے
جائز ہے کہ تجھ سے اسوقت بھی اس طرح سوال کروں جیسے کہ اسوقت جائز تھا
جبکہ تو ہمارے ساتھ مقیم تھا۔ ۱۳ یسوع نے جواب دیا برنباس تو جو چاہے دریافت
کر میں تجھکو جواب دونگا۔ ۱۴ پس اسوقت اس لکھنے والے نے کہا اے معلم اگر
اللہ رحیم ہے تو اسنے ہمکو یہ خیال کرنیوالا بنا کر اسقدر تکلیف کیوں دی۔ کہ تو مردہ
تھا۔ ۱۵ اور بتحقیق تیری ماں تجھکو اسقدر روئی کہ مرنیکے قریب پہنچ گئی ۱۶-
اور اللہ نے یہ روا رکھا کہ تجھ پر جو کہ پہاڑ پر چوروں کے مابین قتل ہونیکا رتبہ
لگے۔ حالانکہ تو اللہ کا قدوس ہے ۱۷- یسوع نے جواب میں کہا اے برنباس
تو مجھکو سچا مان کہ اللہ ہر خطا پر خواہ وہ کتنی ہی ہلکی کیوں نہو بڑی سزا دیا کرتا ہے

کیونکہ اللہ گناہ سے غضب ناک ہوتا ہے ۱۸ پس اسی لئے جبکہ میری ماں اور
میرے ان وفادار شاگردوں نے جو کہ میرے ساتھ تھے مجھ سے دنیاوی محبت
کی نیک کردار خدا نے اس محبت پر موجودہ رنج کیساتھ سزا دینے کا ارادہ
کیا تاکہ اسپر دوزخ کی آگ کیساتھ سزا دہی نہ کیجائے ۱۹ پس جبکہ آدمیوں نے
مجھکو اللہ سے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھے ٹھٹھا
کریں یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے
دن میں شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں ۲۰ اور یہ بدنامی اسوقت تک باقی
رہیگی۔ جبکہ محمد رسول آئے گا۔ جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھولیگا
جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔ ۲۱ اور یسوع نے یہ بات کہنے کے بعد
کہا اے رب ہمارے البتہ تو بے شک عادل ہے۔ اس لئے کہ اکیلے تیرے
ہی لئے بے نہایت بزرگی اور اکرام ہے۔ **فصل ۲۲۱** - اور یسوع اس لکھنے
والے کی جانب متوجہ ہوا اور کہا اے برنباس تجھ پر واجب ہے کہ تو ضرور
میری انجیل اور وہ حال لکھے جو کہ میرے دنیا میں رہنے کی مدت میں میرے
بارے میں پیش آیا اور وہ بھی لکھ۔ جو کہ یہودا پر واقع ہوا۔ تاکہ ایمانداروں کا
دھوکا کھانا زائل ہو جاوے۔ اور ہر ایک حق کی تصدیق کرے ۳ اسوقت اس
لکھنے والے نے جواب دیا اے معلم اگر خدا نے چاہا تو میں اسکو ضرور کرونگا۔ ۴
لیکن میں نہیں جانتا کہ یہودا کو کیا پیش آیا۔ اسلئے کہ میں نے سب باتیں
نہیں دیکھی ہیں۔ ۵ یسوع نے جواب دیا یہاں یوحنا اور بطرس ہیں جن
دونوں نے ہر چیز دیکھی ہے۔ پس یہ دونوں تجھکو تمام واقعات کی خبر دیں گے
۶ پھر ہمکو یسوع نے ہدایت کی کہ ہم اسکے مخلص شاگردوں کو بلائیں تاکہ وہ سب
اسکو دیکھیں ۷ تب اسوقت یعقوب اور یوحنا نے ساتوں شاگردوں کو مع نیقود
دیموس اور یوسف اور بہت سے دوسروں کے بہتروں میں سے جمع کیا۔ اور
انہوں نے یسوع کے ساتھ کھانا کھایا ۸ اور تیسرے دن یسوع نے کہا
تم لوگ میری ماں کے ساتھ زیتوں پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ ۱۹ سلئے کہ میں وہیں سے

آسمان پر بھی چڑھ جاؤں گا ۱۰- اور تم اسکو دیکھو گے جو کہ مجھے اٹھا لے جائے گا۔ تب سب کے سب گئے بجز یکیس کے بہتّر شاگردوں میں سے جو کہ خوف سے دمشق کی طرف بھاگ گئے تھے ۱۲- اور اسی اثنا میں کہ یہ سب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے یسوع ظہر کیوقت ان فرشتوں کی ایک بھاری بھیڑ کیساتھ آیا جو کہ اللہ کی تسبیح کرتے تھے ۱۳ تب وہ اس یسوع کے چہرے کی روشنی سے اچانک ڈر گئے اور اپنے مونہوں کے بھل زمین پر گر پڑے ۱۴- لیکن یسوع نے انکو اٹھا کر کھڑا کیا۔ اور یہ کہکر انہیں تسلی دی۔ تم ڈرومت میں تمہارا معلم ہوں۔ اور اس نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ یسوع مر کر پھر جی اٹھا ہے یہ کہتے ہوئے آیا تم مجھکو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو ۱۶- اسلئے کہ اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے۔ کہ میں دنیا کے خاتمہ سے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے ۱۷ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے ۱۸ تم ڈرتے رہو اسلئے کہ شیطان اپنی طاقت بھر تمکو دھوکا دینے کا ارادہ کریگا ۱۹ لیکن تم تمام اسرائیل ساری دنیا میں ان سب چیزوں کے لئے جنکو تم نے دیکھا اور سنا ہے میرے گواہ رہو۔ ۲۰ اور یہ کہنے کے بعد اللہ سے مومنوں کی نجات اور گنہگاروں کی تجدید توبہ و ایمان کے لئے دعا کی ۲۱ پس جبکہ دعا ختم ہو گئی اسنے یہ کہتے ہوئے اپنی ماں کو گلے لگایا اے میری ماں مجھ پر سلامتی ہو ۲۲ تو اس اللہ پر توکل کر جس نے تجھکو اور مجھکو پیدا کیا ہے ۲۳ اور یہ کہنے کے بعد اپنے شاگردوں کی طرف کہتا ہوا متوجہ ہوا۔ اللہ کی نعمت اور اسکی رحمت تمہارے ساتھ رہے۔ ۲۴ پھر اسکو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے ؛؛

(فصل ۲۲۲)

۱- یسوع کے چلے جانیکے بعد شاگرد اسرائیل اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پراگندہ ہو گئے ۲ رہگیا حق جو شیطان کو ناپسند آیا۔ اسکو باطل نے دبالیا۔ جیسا کہ یہ ہمیشہ کا حال ہے ۳ پس تحقیق شریروں کے ایک فرقہ نے جو دعوے

کرتے ہیں کہ وہ یسوع ع کے شاگرد ہیں۔ یہ بشارت دی کہ یسوع ع مر گیا۔ اور وہ جی اٹھا اور دوسروں نے یہ تعلیم پھیلائی کہ وہ در حقیقت مر گیا پھر جی اٹھا اور اوروں نے منادی کی اور برابر منادی کر رہے ہیں۔ کہ یسوع ع ہی اللہ کا بیٹا ہے اور انہی لوگوں کے شمار میں پولس نے بھی دھوکا دیا ہے اب رہے ہم تو ہم محض اسی کی منادی کرتے ہیں جو کہ میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں تاکہ آخیر دن میں جو اللہ کی عدالت کا دن ہوگا چھٹکارا پائیں۔ آمین۔

ناظرین مذکورہ بالا حوالجات انجیل برنباس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب دیا جانا۔ اور صلیب کے عذابوں سے معذب ہونا تو کجا وہ تو دشمنوں کے پاس تک نہ رہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو ان تک رسائی نہیں ہوئی۔ سولی دینا اور صلیب پر لٹکانا اور بیگناہ کو کوڑے مارنا تو برا کام ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسے طریق سے حفاظت کی کہ دشمنوں نے مس تک نہ کیا۔ اور خدا نے انکو حسب وعدہ انی متوفیک و رافعک صحیح سلامت آسمان پر اٹھا لیا اور انکی عوض یہودا اسکریوطی جس نے تیس سکوں کے لالچ پر حضرت عیسیٰ کو پکڑوانا چاہا تھا وہی صلیب دیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ یعنی یہودا نے تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ غالب تدبیر کرنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر میں غالب آیا۔ اور جو صلیب کے عذاب یہودا نے حضرت مسیح کے واسطے تجویز کئے تھے وہی عذاب اس پر الٹ دئے۔ یہودا اسکریوطی حضرت عیسیٰ کی جگہ مصلوب ہوا۔ اور یہ عین انصاف تھا۔ کیونکہ یہودا اسکریوطی نے حضرت عیسیٰ کو صلیب دلوانے کی تدبیر کی تھی۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو بچا لیا۔ اور یہودا پر حضرت عیسیٰ کی شبیہ ڈالی یعنی یہودا کی شکل حضرت عیسیٰ کی ہو گئی۔ اور وہ صلیب دیا گیا۔ یہودا نے اس وقت بہت شور اٹھایا اور فریاد و واویلا کیا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں عیسیٰ نے جادو کے زور سے مجھ پر اپنی شبیہ ڈالی ہے۔ اور خود بچ گیا ہے۔ مگر سب نے سنکر یہ خیال کیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود ہی اپنی جان صلیب سے بچانے کے

حیلہ نکالا ہے۔ کہ کسی طرح بچ جاؤں۔ پر کسی نے اعتبار نہ کیا اور اسکو صلیب دی۔

تمام عیسائیوں کے دو فرقے ہو گئے تھے۔ ایک کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب نہیں دئے گئے۔ اور نہ صلیب کے زخم انکو لگائے گئے وہ صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے گئے اور انکا مشبہ یعنی یہودا اخریوطی جسپر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی تھی۔ وہی صلیب دیا گیا۔ اس اعتقاد والے باسا لیدیان۔ سرن تھان۔ گور پوکھری تیان تین فرقے عیسائیوں کے ہیں۔

دوسرا گروہ عیسائیوں کا اس بات کا معتقد ہے۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صلیب دئے گئے۔ اور انکو صلیب کے عذاب اسواسطے دئے گئے کہ ان کی امت کی نجات ہو۔ اور کفارہ کی بنیاد رکھنے یا قائم کرنیکے واسطے ایسا اعتقاد تراشا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے امت کے گناہوں کے بدلے عذاب اٹھائے۔ اور صلیب پر فوت ہو گئے تھے۔ اور پھر تیسرے روز زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ فرقے رومن کیتھلک۔ یونیٹرین۔ پروٹسٹنٹ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ تیسرا گروہ یہود کا تھا جو کہتا تھا کہ ہم نے عیسٰی کو جو رسول اللہ ہونے کا دعوٰے کرتا تھا قتل کر دیا۔ یہ اختلاف حضرت خلاصہ موجودات محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک برابر چلا آتا تھا۔ یہود کہتے تھے کہ ہم نے عیسٰی کو قتل کر دیا۔ ایک عیسائی فرقہ کہتا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صلیب نہیں دئے گئے۔ بلکہ زندہ اٹھائے گئے۔ اور انکا ہمشکل پھانسی دیا گیا۔ اور مارا گیا۔ تیسرا گروہ عیسائیوں کا یہ کہتا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سولی پر لٹکائے گئے۔ اور فوت ہو کر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر آخری زمانہ میں اتریں گے۔ قرآن مجید اور محمد رسول اللہ نے اس اختلاف کا جو فیصلہ کیا وہ یہ ہے کہ یہود کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسٰی کو قتل کیا غلط ہے۔ حضرت عیسٰی نہ قتل ہوئے نہ صلیب دئے گئے۔ جیسا کہ ما قتلوہ وما صلبوہ سے ظاہر ہے بل رفع اللہ علیہ۔ بلکہ اللہ تعالٰے نے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہی فیصلہ قرآن کے ماننے والوں نے تسلیم

کیا اور ۱۴۰۰ برس تک صحابہ کرام و ائمہ دین و صوفیائے کرام و اولیائے امت محمدی
میں فیصد قرآن مانتے آئے ہیں کسی ایک نے بھی قرآن کے برخلاف نہ یہود کا
اعتقاد رکھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مرگئے۔ اور نہ عیسائیوں کا اعتقاد رکھا
کہ صلیب پر لٹکائے گئے۔ بلکہ وہی اعتقاد رکھا جو قرآن نے انجیل برنباس کے
بیان کی تصدیق کی تھی۔ یعنی شُبِّہَ لَہُم فرمایا تھا جس کا مطلب وہی ہے۔ جو کہ
برنباس حواری نے بیان کیا۔ اور چشم دید حال بیان کیا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام
صلیب نہیں دئے گئے بلکہ انکا ہمشکل صلیب دیا گیا۔ اب جائے غور ہے کہ
وہ شخص کسقدر ظالم طبع ہوگا۔ جو یہ اعتقاد رکھے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جو حکم لیکر آئے تھے انہوں نے اختلاف کا فیصلہ نہ کیا۔ اور جس مطلب
کیواسطے رسول بنکر آئے تھے۔ وہ کام نہ کیا اور اپنا فرض منصبی ادا نہ کیا۔ اور اختلاف
چھوڑ گئے۔ یہ جو مرزا صاحب اور مرزائی اب کہتے ہیں کہ عیسٰی صلیب پر لٹکایا
گیا یہ تو پہلے عیسائیوں کا اعتقاد تھا اور یہ کفارہ کی بنیاد تھی۔ کہ حضرت عیسٰی
نے صلیب کے عذاب امت کی خاطر برداشت کئے۔ اور چونکہ یہ اعتقاد
باطل تھا اسلئے قرآن نے اسکی تردید کی۔ اور صاف صاف لفظوں میں
فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام نہ تو فوت
ہوئے۔ اور نہ صلیب دئے گئے۔ بلکہ انکو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا
اگر حضرت عیسٰی فوت ہو گئے ہوتے تو صاف فرمایا جاتا کہ عیسٰی مر گئے اور بَلْ
رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ نہ فرمایا جاتا۔ اور یہ قطعی دلیل حیات مسیح ہے۔ اور محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی تصدیق فرمائی ہے کہ عیسٰی زندہ ہے
وہ حدیث یہ ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُوْدَ اِنَّ
عیسیٰ اِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ از در منثور یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا کہ عیسٰی فوت نہیں ہوئے۔ وہ تم میں قیامت
سے پہلے آنیوالے ہیں۔ پھر دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسٰی بن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون

قبرۃ رابعاً۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ کے ساتھ دفن ہوں گے۔ اور انکی چوتھی قبر ہوگی
پھر تیسری حدیث میں فرمایا ثم یموت فیدفن معی فی قبری۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد
نزول ۴۵ برس زندہ رہکر پھر فوت ہوں گے۔ اور مقبرہ میں دفن ہوں گے؛

اس جگہ مرزا صاحب کے اس اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو
وہ فی قبری کے لفظ پر کرتے ہیں۔ افسوس مرزا صاحب کو اعتراض کرتے کیوقت ہوش نہ
رہتی تھی۔ فی قبری کے لفظی معنوں پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ رسول کی ہڈیاں
نکال کر پھر عیسیٰ کو دفن کریں گے۔ اور یہ ہتک رسول اللہ کی ہے۔ ہم مرزا صاحب اور
اُن کے مریدوں سے باادب دریافت کرتے ہیں کہ فی کے معنی اگر یہی ہیں جو مرزا صاحب
کہتے ہیں۔ تو قل سیروا فی الارض کے معنی بھی وہ یہی کرتے ہوں گے زمین کے
بیچ میں سرنگ کھود کر سیر کرو۔ وادخلی فی عبادی کے معنی بھی وہ یہی کرتے
ہوں گے۔ کہ میرے بندوں کے پیٹ پھاڑ کر داخل ہو جاؤ۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ
کے معنی بھی یہی کرتے ہوں گے طبقات زمین کے نیچے زمین کے درمیان آدم کو
خلیفہ بنا دیگا۔ مرزا صاحب کا قاعدہ تھا کہ صریح نص شرعی کے مقابل جب انکو جواب
دینا تو جہالت کے اعتراض کر کے نص شرعی ٹالنا چاہتے تھے۔ مگر اہل علم کب سنتے
ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جب اس حدیث کی شرح دوسری حدیث نے کر دی ہے
فیکون قبرہ رابعاً۔ یعنی اُسکی قبر چوتھی قبر ہوگی تو پھر جہالت نہیں تو اور کیا ہے کہ فی
قبری سے یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ کی قبر کو کھود کر عیسیٰ کو دفن کریں گے۔
خلاصہ یہ ہے کہ جو امر انجیل میں مذکور ہو۔ اور قران اور احادیث سے اسکی تصدیق ہو
اور شریعت محمدی میں جزو ایمان قرار پائے۔ اس امر سے محض اپنی خواہش نفس کی
خاطر انکار کرنا اور مسیح کو مار کر خود مسیح موعود بننا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ اس طرح
تو پہلے بھی کئی جھوٹے مسیح موعود ہو گزرے ہیں۔ چنانچہ ابراہیم بذلہ نے خراسان میں یہی
دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بسند ھ میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں
مسیح موعود ہوں۔ جزیرہ جمیکہ میں ایک حبشی نے دعوےٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔

جعلی وظلی و بروزی و ظلی مسیح تو بہت ہو گذرے ہیں۔ اور حسب پیشگوئی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہوتے رہیں گے۔ اصلی مسیح موعود
تو وہی ہے جو نبی ناصری ابن مریم تھا۔ جس کا زندہ ماننا نزول کیوا سطے لازمی امر ہے
کیونکہ اگر مسیح بھی دوسرے نبیوں کی طرح مرچکا ہے۔ تو پھر اس کا نزول بھی باطل ہے
کیونکہ مردے کبھی اس دنیا میں دوبارہ نہیں آتے اور مسئلہ نزول جزو ایمان ہے۔ اس
لئے مسیح کا زندہ ماننا بھی جزو ایمان ہے۔ دیکھو فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں و خروج الدجال و یاجوج و ماجوج و طلوع الشمس من المغرب و نزول عیسے علیہ السلام
من السماء و سائر علامات یوم القیامۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔ یعنی نکلنا دجال و
یاجوج و ماجوج کا۔ اور چڑھنا سورج کا مغرب کی طرف سے۔ اور اترنا عیسیٰ علیہ السلام
کا آسمان سے اور تمام علامات قیامت کی جو کچھ حدیثوں میں وارد ہے۔ سب حق
ہیں (از فقہ اکبر) پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جزو ایمان ہے۔ اور نزول عیسیٰ
علیہ السلام علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب شرط
زائل ہو تو مشروط بھی زائل ہو جاتا ہے۔ پس اصالتاً نزول عیسیٰ سے انکار عین قیامت
کا انکار ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مرزا صاحب انجیل و قرآن و احادیث نبوی کے برخلاف "ازالہ اوہام حصہ دوم" کے صفحہ ۵۶۱ پر لکھتے ہیں۔ "اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے چنانچہ الہام یہ ہے:- "مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اوسکے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے" الخ۔

ناظرین کرام! چونکہ یہ الہام قرآن شریف اور احادیث نبوی اور اجماع امت کے برخلاف تھا اسلئے حسب اصول مقرر کردہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و اولیائے امت مرزا صاحب کو ایسے الہام پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے تھا کیونکہ اسپر اجماع امت ہے کہ جو الہام قرآن شریف کے برخلاف ہو وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں بلکہ القائے شیطانی ہے۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے بجائے اس الہام کو رد کرنے کے اُلٹا اس فکر میں لگے کہ کسیطرح وفات مسیح قرآن شریف سے ثابت کر کے اپنے الہام کی پیروی کرتے ہوئے خود ہی عیسیٰ ابن مریم بن جائیں اور اپنی پہلی تحریریں جو کہ وہ بھی الہام سے لکھی تھیں اونکو رد ہی کر دیں۔ اونکی پہلی الہامی تحریریں حسب ذیل ہیں:-

الہام مرزا صاحب۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آویگا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاوینگے تو اونکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائیگا (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ مصنفہ مرزا صاحب) جسکی نسبت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ الہام ربانی سے لکھی گئی ہے۔

اب فیصلہ آسان ہے کہ مرزا صاحب کی دونوں تحریروں کو خدا کیطرف سے تسلیم نہیں کر سکتے ہیں بلکہ ہمارا ایک ہی درست ہو گی جو قرآن کریم اور حدیث شریف اور سلف صالحین کی تحریروں کے موافق ہو گی۔ اور دوسری جو نصوص شرعیہ کے خلاف ہے غلط ہو گی۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کی بعد کی تحریر چونکہ نصوص شرعی کے برخلاف ہے اسواسطے غلط ہے پیروی کے لائق نہیں مرزا صاحب

تحت اصول غلطی کھائی ہے کہ تمام امت کے برخلاف جو اونکو الہام ہوا اوسکے سچا کرنیکو بیٹھے
قرآن شریف کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو یہود نے کتاب اللہ توریت کے ساتھ کیا تھا یعنے یُحَرِّفُونَ
الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ مرزا صاحب نے تیس آیات پیش کی ہیں جو کہ ذیل میں درج کر کے ہر ایک کا نمبروار
جواب دیا جاتا ہے۔ **قولہ** کے تحت میں مرزا صاحب کی عبارت ہے اور **اقول** کے تحت جواب۔

قولہ پہلی آیت یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ
الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ یعنے اے عیسے میں تجھے وفات دینے والا
ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت
تک غلبہ دینے والا ہوں۔

اقول ۔ اگر دوسرا شخص یہ ترجمہ کرتا تو مرزا صاحب اوسپر یہودیت اور الحاد کا فتوے دیدیتے
کہ تم نے "پھر عزت کے ساتھ" کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اور تہمتوں سے کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ مگر
مرزا صاحب خود ہی کہ قرآن شریف میں تحریف لفظی کرتے ہیں اور خوف خدا نہیں کرتے کہ جو الفاظ قرآن
میں نہیں ہیں کیونکر اپنی طرف سے وہ الفاظ قرآن شریف میں داخل کئے جا سکتے ہیں اب مرزا صاحب کا کوئی
مرید بتاوے۔ عزت کے ساتھ اٹھانا اور تہمتوں سے پاک کرنا کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ مُطَهِّرُكَ
کا لفظ جان بوجھکر چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس میں آسمان کیطرف جانیکا اشارہ تھا۔ کہ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا یعنے اے عیسے میں تجھکو اون لوگوں کی صحبت سے پاک کرونگا۔ یہ اشارہ تھا کہ تمکو ایسی جگہ
رکھونگا جس جگہ کافر نہ پہونچ سکیں۔ اور وہ جگہ آسمان ہی ہے۔ جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ "مسیح
آسمان پر اٹھایا گیا" اور مسیح خود بھی فرماتے ہیں کہ "میں ایسی جگہ جاتا ہوں کہ تم وہاں نہیں آسکتے یعنی آسمان"
اور مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے "سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے"
(دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۳۶۱ مصنفہ مرزا صاحب) مُتَوَفِّیْكَ کے معنے بھی مارنیوالا غلط کئے ہیں کیونکہ
توفی کا مادہ وفا ہے اور وفا کے معنے موت ہرگز نہیں صرف بطور مجاز موت کے معنے لئے جاتے ہیں
کیونکہ موت کے وقت خدا تعالیٰ روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے اسواسطے مجازی معنے موت کیے ہیں

حقیقی معنے توفی کے پورا پورا لینے یا دینے کے ہیں۔ دیکھو ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ
یعنے پھر تمام نفس پورا پورا بدلہ دیئے جائینگے اور وہ ظلم نہ کئے جائینگے۔ افسوس مرزا صاحب نے خود ہی
توفی کے معنے پورا پورا لینے کے کئے ہیں (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹ جو مرزا صاحب کی الہامی کتاب ہے)

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول نے بھی اسی آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ الآیۃ کے
پورا لینے کے کئے ہیں سنو حکیم صاحب کا ترجمہ جب اللہ نے فرمایا اے عیسے میں لینے والا ہوں
تجھکو اور بلند کرنیوالا ہوں اپنی طرف (دیکھو تصدیق صفحہ ۸ مصنفہ حکیم نورالدین صاحب)

اسمیں کچھ شک نہیں کہ پہلے مرزا صاحب مسلمان تھے اور اونکے عقائد جمہور اہل اسلام کے تھے
وہ حضرت مسیح کے اصالتاً نزول اور حیات کے معتقد تھے مگر جبکہ جب اونکو خود عیسے بن مریم بننے کا
خیال ہوا تو پھر سب کچھ بھول گئے۔ اور حضرت عیسے علیہ السلام کی وفات کے ثابت کرنے میں قرآن
شریف میں تحریف شروع کردی۔ اور برائے نام تیس ۳۰ آیات لکھکر اپنے من مانی تفسیر و معانی کئے
اور اونکے مرید حکیم خدا بخش نے اپنی کتاب عسل مصفے میں بے محل ساٹھ آیتیں لکھدیں یہ اپنے مرشد
مرزا صاحب سے بھی بڑھ گئے۔ اصل میں ایک آیت بھی قرآن شریف میں نہیں ہے کہ جس سے ثابت ہو
کہ حضرت عیسے علیہ السلام پر موت وارد ہو گئی ہے۔ پس اس آیت سے وفات کا وارد ہو جانا ہرگز
ثابت نہیں کیونکہ مُتَوَفِّیْکَ کے معنے یہ نہیں کہ مار دیا۔ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ میں تجھے مارنیوالا ہوں
جسکا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ابھی مارا نہیں آئندہ کسی زمانہ میں مارنیوالا ہوں۔

اس آیت کو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کرنا علم عربی سے ناواقف ہونے کی
سند ہے۔ کیونکہ مُتَوَفِّیْکَ کے معنے مارنے والا ہے نہ کہ مار دیا۔ اسم فاعل کے صیغہ کو
ماضی کا صیغہ سمجھنا عربی سے جاہل ہونے کی ایک کافی دلیل ہے۔

پس اس آیت سے وفات مسیح ہرگز ثابت نہیں بلکہ حیات ثابت ہے۔ کیونکہ اس آیت کے
نازل ہونے تک مسیح کی موت وارد نہ ہوئی تھی۔ اور مُتَوَفِّیْکَ کے صحیح معنے یہ ہیں کہ اے مسیح
میں تجھکو کسی آئندہ زمانہ میں مارنے والا ہوں۔ اور یہ معنے مرزا صاحب کے غلط معنے مارنوالا

تسلیم کر کے گئے ہیں ورنہ توفی کے معنے اخذ شئے وافیا ہی کے ہیں۔ جیسا کہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کسی مفسر نے اسکے معنے "رنہوالا" نہیں گئے۔ شاید کوئی مرزائی کہدے کہ ابن عباسؓ نے اسکے معنے ممیتک کئے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بعد نزول وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ سابقاً اسی کتاب میں لکھا جا چکا ہے (دیکھو صفحہ ابتدائی کتاب)

قولہ۔ دوسری آیت جو مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے یہ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ہے۔ یعنے مسیح ابن مریم مقتول و مصلوب ہو کر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اوسکو اپنی طرف اٹھا لیا۔

جاننا چاہئے کہ اس جگہ رَفَعَهُ سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ الخ

(ازالہ اوہام حصہ دوم ۵۹۹ مصنفہ مرزا صاحب)

اقول۔ رفعہ مسیح علیہ السلام کی مفصل بحث ذیل میں ملاحظہ ہو۔

(دیکھو صفحہ ۹۹) دیکھو خیال :ہ

ناظرین! رفع عیسیٰ علیہ السلام شاخ یا جزو یا فرع ہے۔ واسطے نزول عیسےٰ علیہ السلام کے جس کا نزول مخبر صادق خاتم النبیین مفخر موجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات میں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نزول بھی ایک علامت قیامت بیان فرمائی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ قیامت اور حشر بالاجساد پر اور یوم القیامت پر جو دن جزاء و سزا کا ہے۔ کیونکہ جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہرگز سچا مومن نہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے جو مومن سے اقرار لیا جاتا ہے یا جس کی تعلیم دیجاتی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہوں اور یہ اقرار نہ صرف زبانی اقرار کرتا ہوں بلکہ اسکی تصدیق قلب یعنی دل سے بھی کرتا ہوں اور کوئی مسلمان نہیں جو اس بات کو نہ جانتا ہو۔ مگر تاہم میں ایمان کی صفت بیان کرتا ہوں جس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور کسی ایک کو بھی انکار نہیں امنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالےٰ والبعث بعد الموت یعنی میں ایمان لایا اللہ پر فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر یعنی توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن پر اور تمام رسولوں پر اور قیامت کے دن۔ اور نیکی اور بدی کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کیطرف سے اور جی اٹھنا موت کے بعد قیامت کے دن۔ پس جو شخص اس اقرار پر قائم ہے۔ اور دل سے اسکی تصدیق کرتا ہے۔ وہ مومن ہے اور جو شخص ان امور کا منکر ہے وہ غیر مومن اور کافر ہے۔ اس صفت ایمان کو مد نظر رکھتے ہوئے اصل مسئلہ رفع پر جب غور کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ رفع کا انکار نزول کا انکار ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار علامات قیامت کا انکار ہے۔ کیونکہ جسقدر علامات قیامت ہیں:- سب کی سب دقیق الفہم ہیں اور عقل انسانی انکی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز ہے۔ اسی واسطے انپر ایمان لانیوالا مبارک گروہ یومنون بالغیب میں شامل ہوتا ہے اور چون و چرا کرنیوالا اور محالات عقلی و خلاف قانون قدرت کے عذر اور اعتراض پیش کرنا اس کی غفلت تاویلات کرنیوالا ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ یومنون بالغیب کی

فہرست میں داخل ہو سکے پس ثابت ہوا کہ مومن و غیر مومن میں یہی فرق ہے کہ مومن محالات
عقلی کے اعتراضات نہیں کرتا اور فرمودہ خداتعالےٰ نے اور اس کے رسول پاک پر ایمان لاتا
ہے۔ اور غیر مومن خدا اور اسکے رسول کے فرمودہ پر ایمان نہیں لاتا۔ اور اپنے حواس پر [illegible]
خوردہ ہو کر دولت ایمان سے بے بہرہ رہتا ہے پہلے کلام ربانی کی تاویلات اپنی عقل کے
مطابق کرتا ہے۔ اور جب اسکی عقل نظارۂ قدرت میں محو ہو کر حیران ہو کر عاجز ہوتی ہے۔
تو پھر انکار کر دیتا ہے۔ اور [illegible] دہریہ و کافر بن جاتا ہے۔ خواہ کسی مصلحت کے باعث
منافقانہ طور پر زبان سے اقرار بھی کرے۔ کہ میں ہاں میں تمام سماوی کتابوں کو مانتا ہوں
مگر سماوی کتابوں میں جو مضامین لکھے ہوئے ہیں انکے معنی سلف صالحین نے جو کیے
ہیں۔ چونکہ وہ موجودہ زمانہ کی معقول کے مطابق نہیں اسواسطے تاویلی معنے کرتا ہوں
دراصل وہ منکر ہوتا ہے۔ صرف مومنوں کے ڈر سے زبانی اقرار کرتا ہے۔ مگر یہ
اقرار مومنین کتاب اللہ میں شامل نہیں ہونے دیتا۔ اس مختصر تمہید کے بعد اصل
مسئلہ رفع کیطرف رجوع کرتا ہوں اور ثابت کرتا ہوں۔ کہ یہ مسئلہ رفع و نزول
عیسےٰ علیہ السلام قرآنی مسئلہ نہیں بلکہ انجیلی مسئلہ ہے جسکی تصدیق محمد صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمائی کیونکہ وہ عیسائیوں کے مشرکانہ عقیدہ کی اصلاح کیواسطے تشریف
لائے تھے۔ اگر یہ عقیدہ مشرکانہ تھا۔ تو حضور علیہ السلام کا پہلا فرض تھا کہ اسکی تردید
فرماتے۔ مگر جب تصدیق فرمائی تو یہ بالکل غلط ہوا کہ رفع جسمانی کا مسئلہ مشرکانہ
ہے۔ اس اعتقاد فاسد سے تو محمد رسول اللہ پر الزام آتا ہے۔ کہ انہوں نے جان
بوجھکر اپنی امت کو مشرک بنایا۔ اور کیوں نہ اس عقیدہ نزول و رفع کو باطل فرما دیا
جیسا کہ ابن اللہ اور تثلیث وغیرہ عقائد کی تردید فرمائی اور مٹایا اس مسئلہ رفع و نزول
کو بھی مٹاتے مگر بجائے مٹانے کے تصدیق فرمائی۔ اور جان بوجھکر اپنی امت کو
ابتلاء میں ڈالا۔ جب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے نزول عیسےٰ کے عقیدہ
کو بحال رکھا اور مناسب طریق پر اسکی تصدیق فرمائی تو پھر اس عقیدہ سے انکار کرنا
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنا ہے۔ اور جو نزول فرع ہے۔ اصل رفع
کی یعنی رفع لازم ہے اور نزول ملزوم یا یوں سمجھو کہ پہلے رفع ہے اور بعد نزول

جب رفع سے انکار ہوگا۔ تو نزول سے ضرور انکار ہوگا۔ اور یہ کفر ہے کہ علامات قیامت اور یوم آخرت سے انکار کیا جاوے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ انجیل میں اس مسئلہ کی نسبت کیا بیان ہے۔ اور قرآن نے تصدیق فرمائی یا نہیں۔ چونکہ قرآن مجید دوسری کلامی کتابوں کا مصدق ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ پہلے مسئلہ رفع عیسٰے علیہ السلام کی نسبت انجیل میں دیکھیں کہ انجیل میں رفع عیسٰے علیہ السلام کسطرح مذکور ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اہل کتاب سے دریافت کرو جو کچھ کہ تم نہیں جانتے۔ جب قرآن مجید کا دعوٰی ہے۔ کہ میں مصدق تورات و انجیل ہوں۔ دیکھو سورہ مائدہ رکوع ۷ آیتہ الانجیل فیہ ہدًی ونور۔ یعنی ہم نے عیسٰے علیہ السلام کو انجیل دی جس میں (ہر طرح کی) سوجھ اور نور ہدایت ہے۔ اور آگے فرمایا وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقًا لما بین یدیہ من الکتاب ومہیمنًا علیہ فاحکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اہواءہم الخ۔ ترجمہ اور (اے پیغمبر) ہمنے تمہاری طرف (بھی) کتاب برحق اتاری کہ جو کتابیں (اس کے اترنے کیوقت) پہلے سے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔ اور انکی محافظ بھی ہے۔ تو جو کچھ خدا نے تم پر اتارا ہے۔ تم بھی اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو۔ اور جو حق بات تم کو خدا سے پہنچی ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ صفحہ ۱۵۲ نذیر احمد۔

قرآن مجید نے رفع عیسٰے علیہ السلام کی تصدیق تو فرمائی کہ ما قتلوہ یقینًا بل رفعہ اللہ الیہ یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام یقینًا قتل نہیں ہوئے اور نہ صلیب دئے گئے بلکہ اللہ تعالٰے نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ مگر رفع کی کیفیت مفصل تحریر نہیں فرمائی کہ کسطرح حضرت عیسٰے علیہ السلام مرفوع ہوکے یعنے اٹھائے گئے اسلئے ضروری ہے کہ ارشاد خداوندی اور حکم قرآنی کے مطابق انجیل سے اس مسئلہ رفع کی حقیقت کو دیکھیں اگر اس کی تصدیق قرآن اور انجیل سے ہو جاوے تو پھر کسی مومن کا کام نہیں کہ اس مسئلہ سے انکار کرے چاہے اسکی عقل کے مطابق ہو یا نہ ہو کیونکہ مومن کی تعریف یہ ہے۔ کہ فرمودہ خدا پر بلا دلیل عقلی ایمان لاوے۔

مرزا صاحب بھی ازالہ اوہام حصہ دوم کے صفحہ ۶۱۶ پر فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم

لا تعلمون کا اصول قبول کرکے لکھتے ہیں کہ اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا
ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو۔ اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو۔ اصل حقیقت
تم پر منکشف ہو جاویگی۔ بلفظہ ملخصاً۔ پس مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ مسائل متنازعہ
فیہا میں جس مسئلہ کی تفصیل قرآن میں بیان نہ ہو تو اہل کتاب کی کتابوں سے دیکھنا
چاہئے۔ اور انکی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اب چونکہ رفع عیسیٰ علیہ السلام میں تنازعہ ہے
ایک فریق ۱۹ سو برس کے بعد کہتا ہے کہ روحانی رفع ہوا۔ اب طریق انصاف یہ ہے۔
کہ انجیل کیطرف رجوع کریں کیونکہ انجیل چشم دید شہادت حواریان حضرت عیسیٰ علیہ
السلام ہے۔ اور معتبر ہے جس سے مرزا صاحب نے حضرت ایلیا کا قصہ اور حضرت
یونس کا قصہ اور حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ حضرت یحییٰ ایلیا ہے قبول کیا تو اب انجیل کے
معتبر ہونے میں مرزا صاحب کو کوئی شک نہیں۔ پس ان کے مریدوں کو بھی شک نہیں
کرنا چاہئے۔ اور انجیل کا بیان قبول کرنا چاہئے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انصاف ہے
کہ مرزا صاحب و مرزائیوں کے واسطے انجیل جب انکے مطلب کی کہے تو معتبر ہو
اور جب وہی انجیل ان کے خلاف مطلب کہے تو محرف و مبدل اور غیر معتبر ہو جاوے
انجیل معتبر ہے تو دونوں کیواسطے ہے۔ اب ہم مرزا صاحب کے ارشاد کیمطابق انجیل
کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حوالہ اول:۔ انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۵۰ سے ۵۲ تک۔ تب وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام)
انہیں وہاں سے باہر بیت عنیا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کے انہیں برکت دی
اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا۔ ان سے جدا ہوا۔ اور آسمان پر اٹھایا گیا

ناظرین! ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور اسی حالت میں اٹھایا جانا رفع جسمانی ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ
روح کے ہاتھ نہیں ہوتے اور نہ روح دعا کر سکتا ہے۔ بغیر جسم کے

حوالہ دوم:۔ اعمال باب ۱ آیت ۹ سے ۱۱ تک اور یہ کہکے ان کے دیکھتے ہوئے
اوپر اٹھایا گیا۔ اور بدلی نے اسے انکی نظروں سے چھپا لیا۔ اور اس کے جاتے ہوئے
جب وے آسمان کیطرف تک رہے تھے۔ دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان
کے پاس کھڑے تھے۔ اور کہنے لگے کہ اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان

کیطرف دیکھتے ہو۔ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اسیطرح جسطرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا پھر آدے گا،،

ناظرین! غور فرمائیں کہ کسطرح رفع جسمانی اور نزول جسمانی ثابت ہے۔

حوالہ سوم:۔ انجیل مرقس باب ۱۶ آئت ۱۹ غرض خداوند (عیسےٰ علیہ السلام) انہیں ایسا فرمانے کے بعد بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔

ناظرین! کیا صاف صاف ثبوت ہے۔ کہ آسمان پر رفع جسمانی ہوا۔ کیونکہ فرمانے کے بعد اٹھایا گیا۔ لکھا ہے۔ مذکورہ بالا حوالجات انجیل سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور آسمان کا لفظ ہر ایک انجیل میں موجود ہے اور جسد عنصری کے ساتھ اٹھایا جانا ثابت ہے۔ کیونکہ بدلی کا لفظ انجیل میں موجود ہے۔ بتا رہا ہے کہ رفع جسمانی ہوا اور اگر رفع روحانی ہوتا تو بدلی کے ذریعہ اٹھایا جانا انجیل میں مذکور نہ ہوتا۔ کیونکہ روح کے اٹھانے کے واسطے بدلی کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کوئی نظیر ہے کہ روحانی رفع کے واسطے بادل آتے تھے۔ اور روحوں کو اٹھاتے جاتے تھے۔ اگر کوئی نظیر ہے تو کوئی مرزائی بتادے۔ مگر نہ بتا سکیں گے۔ چاہے تمام ملکر زور لگادیں۔ اور کوشش کریں۔ ان لم تفعلوا ولن تفعلوا الآیہ:۔

حوالہ چہارم:۔ انجیل لوقا باب ۲۴ آئت ۳۹ میں لکھا ہے میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو۔ کہ میں ہی ہوں۔ اور مجھے چھوؤ۔ اور دیکھو (۴۰) کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا مجھ میں دیکھتے ہو (۴۱) اور یہ کہہ کے انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھائے۔ اور جب وہ مارے خوشی کے اعتبار نہ کرتے اور متعجب تھے۔ اس نے ان سے کہا کہ یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے (۴۲) تب انہوں نے بھونی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا اُسکو دیا (۴۳) اس نے لیکر ان کے سامنے کھایا۔ اس انجیل کے مضمون نے روز روشن کیطرح بتا دیا ہے اور بعبارت النص ثابت کردیا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے روحانی رفع کی خود تردید کردی ہے۔ کیونکہ صاف صاف فرمایا کہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں۔ جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور پھر حواریوں کی تسلی کیواسطے بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کھایا۔ حالانکہ روح کہانے پینے سے پاک ہے۔ اب ثابت

ہو گیا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے کیونکہ پہلے
حواریوں کو دکھائی دے اور اسی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور قرآن
مجید نے اس مضمون انجیل کی تصدیق بھی فرمائی جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وما
قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ اور پھر تاکید کے طور پر دوبارہ فرمایا کہ مارا نہیں بلکہ اللہ
نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس جگہ غور طلب امر یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کا جو دعویٰ ہے
کہ میں انجیل و دیگر کتب سماوی کا مصدق ہوں۔ یہ دعویٰ تب ہی سچا ہو سکتا ہے
جب قرآن نے بھی جسمانی رفع کی تصدیق فرمائی۔ اور یہ کسی آیت قرآن میں نہیں
ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رفع روحانی ہوا۔ اور رفع جسمانی کی تردید کی ہے
جس طرح تثلیث و ابن اللہ اور الوہیت مسیح کی تردید ہے۔ بلکہ انجیل و قرآن رفع
جسمانی عیسٰی علیہ السلام میں متفق ہیں۔ اب کسی مسلمان کا کام نہیں کہ انکار کرے۔ اب
ہم ذیل میں زیادہ تسلی کیواسطے عقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔ تا کہ کسی مرزائی کو جائے
کلام باقی نہ رہے ؛

دلیل اول:۔ قتل اور صلیب کا فعل جسم پر وارد ہوتا ہے۔ نہ کہ روح پر کیونکہ
روح ایک جوہر لطیف ہے۔ جو کہ نہ محسوس در خارج ہے۔ اور نہ جسم ہے
نہ جسمانی ہے۔ اس کا قتل ہونا یا صلیب دیا جانا ممکن نہیں۔ جسم ہی قتل کیا جاتا ہے
اور جسم ہی صلیب دیا جاتا ہے۔ اب اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ
السلام نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب دیے گئے۔ بلکہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھا
لیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ جسم ہی کا رفع ہوا کیونکہ قتل جسم نے ہونا تھا۔ اور صلیب
پر بھی جسم نے ہی لٹکایا جانا تھا۔ جب اسی چیز کا رفع ہوا جس نے قتل ہونا
تھا تو ثابت ہوا کہ جسم ہی مرفوع ہوا۔ جس پر قتل و صلیب کا فعل وارد ہونا تھا
نہ کہ روح کیونکہ روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی سولی دے سکتا
ہے۔ جب قتل و صلیب سے جسم بچایا گیا۔ تو ضرور جسم کا ہی رفع ہوا۔ اور یہی
مقصود تھا اس جگہ مرزا صاحب اور ان کے مریدی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ
قرآن میں آسمان کا لفظ نہیں لکھا اور یہ تحریف ہے۔ کہ خدا کی کلام میں کوئی لفظ

زیادہ یا کم کیا جاوے۔ اس کا الزامی جواب یہ ہے۔ کہ یہ تحریف تو آپ کرتے ہیں۔ کہ روح
کا لفظ اپنے پاس سے لگا کر رفع روحانی کہتے ہیں۔ اگر رفع روحانی لیں تو پھر یہ الفاظ
زیادہ کرنے پڑتے ہیں۔ وما قتلوہ یقیناً بل رفع اللہ الیہ وصلب جسدہ ورفع روحہ
اور یہی تحریف والحاد ہے۔ پس جیسا آسمان کا لفظ نہیں ویسا ہی روح کا لفظ بھی
نہیں۔ مگر انجیل میں آسمان کا لفظ موجود ہے۔ اسلئے قرآن کی تفسیر انجیل کے مطابق
کرنا تحریف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ نے خود فرمایا کہ میں اسی جسم کے ساتھ آسمان
پر جاتا ہوں اور بدلی کا لفظ اسی واسطے ہے۔ تاکہ ثابت ہو کہ جسم اٹھایا گیا کیونکہ روح
مادی جسم نہیں ہے۔ کہ اسکے اٹھانے کیواسطے بادل کی ضرورت ہو۔ بادل مادی جسم کو
ہی اٹھاتا ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ سینکڑوں ہزاروں من پانی کا بوجھ بادل
اٹھائے پھرتے ہیں۔ اور جگہ جگہ میں پانی برساتے پھرتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام
کا بحکم ربی اٹھایا جانا کچھ محال نہیں۔ ہوائی جہازوں کو دیکھو سینکڑوں من لوہا کسطرح
ہوا اٹھائے پھرتی ہے۔ انسان میں تو اسقدر طاقت ہو کہ ہزاروں من بوجھ کرۂ ہوا پر لے
جاوے۔ مگر خدا تعالیٰ ایک من یا ڈیڑھ من کا آدمی ہوا پر نہ لے جا سکے۔ ایسے عاجز خدا
کو تو کوئی خدا نہیں مان سکتا جو حکمت و قدرت میں انسان اپنی مخلوق سے کم ہو۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو مضامین بطور قصہ بیان ہوتے ہیں وہ
اختصار سے ہوا کرتے ہیں کیونکہ پہلی کتابوں میں انکی تفصیل موجود ہے۔ اور اسیواسطے حکم
ہے کہ اہل کتاب سے سوال کرو اگر تم پورا قصہ نہیں جانتے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فرمانا کہ ہم نے
اسکو اپنی طرف اٹھا لیا انجیل کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔ اسجگہ مرزا صاحب اور مرزائی
ایک اور اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ خدا آسمان پر ہی ہے اور زمین پر نہیں۔ اس اعتراض کا
جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی تو یہ اعتراض ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ
ان کا خدا آسمان پر ہے۔ جسنے مرزا صاحب کا نکاح آسمان پر پڑھا۔ جیسا کہ انکی
پیشگوئی تھی۔ اگرچہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر یہ ثابت ہوا کہ مرزائی خدا آسمان پر ہے۔
اور وہاں سے محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے باندھا۔ نیز مرزا صاحب نے علماء
کو مخاطب کرکے جو کہا ہے کہ ہمارا اور انکا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔ مرزا صاحب کا

کا الہام ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء ترجمہ مرزا صاحب۔ تیری مدد وہ لوگ کریں
جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔ اب مرزا صاحب نے سما اور خدا کے ایک
ہی معنی کئے ہیں پس اپنی طرف اٹھانا آسمان پر اٹھانا ثابت ہوا حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۲
پھر مرزا صاحب کا الہام آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے
دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹ اس سے بھی ثابت ہوا کہ مرزائی خدا کا کارخانہ آسمان پر ہے۔ پھر الہام
مرزا صاحب ینزل علیک سرا من السماء۔ ہم آسمان کو تیرے پر کئی پوشیدہ باتیں نازل
کرتے اس سے ثابت ہو کہ خدا آسمان پر ہے اور آسمان سے مرزا صاحب پر پوشیدہ
باتیں نازل کرتا ہے۔ پھر الہام مرزا صاحب کان اللہ نزل من السماء گویا آسمان سے خدا اتر آیا
اس سے بھی خدا کا آسمان پر ہونا ثابت ہو۔ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵ پھر الہام مرزا صاحب انا لک درجۃ
فی السماء تیرا آسمان پر بڑا مرتبہ ہے اس سے بھی ثابت ہو کہ خدا آسمان پر ہو اور وہاں مرزا
صاحب کا بڑا مرتبہ اپنے پاس رکھا ہو صفحہ ۹۰ حقیقۃ الوحی۔ پھر قال ربک انہ نازل من السماء
ما یرضیک تیرا رب فرماتا ہے کہ ایک امر آسمان سے نازل ہوگا۔ کہ تو خوش ہو جائیگا حقیقۃ الوحی
مصنفہ مرزا صاحب غرض مرزائیوں کا خدا تو بیشک آسمان پر ہے۔ اور آسمان سے ہی
سب اسرار و احکام و مراتب نازل کرتا ہے۔ جب وہی خدا فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰ کو اپنی
طرف اٹھالیا۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے کیونکہ خدا آسمان پر ہے۔
ہاں دوسرے مسلمان اعتراض کریں تو انکا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ اور
ہر جگہ زمینوں و آسمانوں میں موجود ہے۔ اسکی حکومت سب جگہ ہے۔ اور اس کا جلوہ ہر
اجسام و اجرام میں ہے۔ یعنی تمام موجودات ارضی و سماوی کا خالق و مالک ہے۔ اور ہر ایک
میں اس کا تصرف ہے۔ یہ اسکی مرضی ہے کہ کسی وجود کو خواہ آسمان پر رکھے خواہ زمین
پر رکھے اسکی ذات پاک ہر جگہ موجود ہے۔ مگر یہ محاورہ کتب الٰہی کا ہے۔ کہ آسمانی بادشاہت
اور آسمانی صحائف جب کہا جاوے تو اس سے مراد خدا کی بادشاہت اور خدا کی کتابیں ہوتی
ہے۔ اور اس کے عکس جب کہا جاتا ہے کہ خدا کی کلام نازل ہوئی ہے تو مراد ہوتی ہے کہ
آسمان سے آئی ہے غرض خدا تعالیٰ کا تعلق زیادہ انسانی مفہوم کے واسطے آسمان سے
ہے۔ اور ثم استویٰ علی العرش نص قرآنی اسکی شاہد ہے۔ مگر بلا کیف کنہ یعنی خدا تعالیٰ

عرش پر ہے۔ مگر بلا کیف و کنہ کے یعنی کیونکر اور کس طرح عرش پر مقیم ہے یہ نہیں کہہ سکتے

جب کوئی کہتا ہے کہ میرا انصاف آسمان پر ہوگا تو اس سے مطلب کیا ہو خدا تعالیٰ ہوتی ہے

پس اسی محاورہ کے لحاظ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رفعہ اللہ الیہ کہ اللہ نے اس کو

اپنی طرف اٹھا لیا یعنی آسمان پر اٹھا لیا۔ اس رفعہ اللہ الیہ کی تفسیر محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے خود فرما دی ہے۔ جس کے مقابل کسی خود غرض لو مدعی کی تاویل و تفسیر

قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے مطلب کے واسطے غلط تفسیر کرتا ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج

ویولد لہ ویمکث خمسا و اربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا

و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا

ترجمہ روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے راضی ہو اللہ تعالیٰ دونوں باپ بیٹا سے کہا فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتریںگے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی پس نکاح

کرینگے اور پیدا کیجاویگی ان کیلئے اولاد اور ٹھیر ینگے اس میں ۴۵ برس پھر مریں گے عیسیٰ پس

دفن کئے جائینگے بیچ قبر میری کے درمیان ابو بکر اور عمر کے اس حدیث سے ثابت

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی آسمان پر ہوا۔ اور حیات بھی ثابت ہوئی

اور اس حدیث کو مرزا صاحب نے مانا ہوا بھی ہے۔ دیکھو نزول مسیح کا حاشیہ مندرجہ صفحہ ۲

اگر اہل دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ اسمہ کا سمی و یدفن معی فی قبری

تو وہ شوخیاں نہ کرتے اس حدیث سے کوئی مرزائی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مرزا

صاحب تسلیم کر گئے ہیں۔ پس تمام حدیث کے مضمون سے رفع جسمانی ہی ثابت ہوا

اور حیات مسیح بھی ثابت ہوئی۔ اور یہ بلحاظ حفاظت کامل کیا تاکہ یہود حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو تکلیف نہ دیں باقی رہا یہ اعتراض کہ کیا زمین پر معاذ اللہ نہ تھا کہ حفاظت

کرتا۔ کیوں آسمان پر حضرت عیسیٰ کو اٹھایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قادر

بیشک ہے مگر وہ کبھی کبھی اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کی حفاظت

کیواسطے خاص خاص کرشمہ قدرت دکھاتا رہتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ وہ قادر مطلق

ہے۔ کسی قانون قدرت کا پابند نہیں دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت خاص کرشمہ

قدرت دکھانا کہ بغیر ماں باپ پیدا کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد کردی
حضرت موسٰے علیہ السلام کے واسطے لکڑی کا سانپ بنایا اور اسکی جسمانی حفاظت
جادوگروں سے کی حضرت عیسٰے علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کیا حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیخاطر کفار عرب کو اندھا کردیا۔ کہ وہ حضور علیہ السلام
کو غار میں نہ دیکھ سکے اور تمدنی وسیاسی والٰہی علوم بغیر استاد تعلیم فرمائے۔ حضرت رب العزت
کی عادت ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔ کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ خاص معاملہ
رکھتا ہے۔ اور خاص طور پر انکی حفاظت جسمانی وروحانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر تھا
کہ نمرود کے دل پر تصرف فرما کر حضرت ابراہیم کی خلاصی کرادیتا مگر اسنے ایسا نہیں کیا
بلکہ نمرود کو اسبات پر آمادہ کیا کہ حضرت ابراہیم کو جلتی آگ میں ڈالے اور اسطرف خاص
کرشمہ قدرت دکھانے کیواسطے آگ کو حکم کیا کہ ابراہیم پر سرد ہو چنانچہ وہ آگ حضرت
ابراہیم پر سرد ہوگئی۔ ایسا کیوں کیا اسواسطے تاکہ آئندہ نسلوں کیواسطے میری
قدرت لامحدود کا نشان رہے۔ ایسا ہی فرعون سے حضرت موسٰے کو بچا سکتا تھا۔ مگر
کرشمہ قدرت دکھانیکیواسطے اور آئندہ نسلوں کی عبرت کیواسطے فرعون کو سمندر
میں غرق کیا اور اسی جگہ جس جگہ سے حضرت موسٰے صحیح سلامت بمعہ امت کے گذری
تھے۔ ایسا ہی حضرت خلاصہ موجودات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت
خدا کرسکتا تھا۔ مگر کرشمہ قدرت دکھانے کیواسطے غار میں حفاظت فرمائی اور لطف
یہ کہ کفار نزدیک ہیں اور دیکھ نہیں سکتے۔ ایسا ہی مصلحت ربی نے عجوبہ نمائی
اور معجزہ نمائی حضرت عیسٰے علیہ السلام کے حق میں دکھائی کہ آسمان پر اٹھا لیا۔ تو کونسی
بات مشکل ہے۔ بلکہ یہ علام الغیوب کو معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد اور اسکے مرید میری
قدرت کا انکار کرینگے اور مجھکو اپنی طرح عاجز سمجھیں گے۔ کہ میں آسمان پر کسی کو نہیں
لیجا سکتا اسیواسطے خدا تعالیٰ نے یہ کرشمہ قدرت دکھایا۔ تاکہ ثابت ہو کہ خدا تعالیٰ
ہر ایک بات پر قادر ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی ولادت ورفع بطریق معجزہ کرکے
اور رفع جسمانی کرکے ثابت کردیا کہ ہم جسد عنصری کو آسمان پر لیجانے کیلئے عاجز
نہیں ہیں۔ یہ تو جہالت کے سوال ہیں کہ زمین پر خدا حفاظت نہ کرسکتا تھا۔ یہ

یہ صرف خدا تعالیٰ کی قدرت سے جہل کا باعث ہے یہ لوگ جنکی عرفان کی آنکھ اندھی ہے خدا تعالیٰ کو بھی اپنی مانند ایک ناچیز انسان خیال کرتے ہیں۔ اور اپنی ذات پر قیاس کر کے جس چیز پر اپنی طاقت عاجز پاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو بھی عاجز سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن مجید نے اسیواسطے پہلے انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرمائے ہیں تاکہ مومنین کتاب اللہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کو محدود نہ سمجھیں مگر آجکل علوم جدیدہ کے اثر کو کتب سماوی کے مضامین سے انکار اسیواسطے کیا جاتا ہے کہ محال عقلی ہیں جو مرزائی ہیں وہ خود خالی ٹپارہ ہیں۔ اسواسطے پہلے انبیاء کے معجزات سے منکر ہوتے ہیں کیونکہ خود معجزہ دکھانے سے عاجز ہیں کیا اچھا ہوتا کہ مرزا صاحب ایک ہی معجزہ دکھا کر اسلام کی زندہ مثال قائم کرتے مگر وہ خود خالی تھے۔ باتوں باتوں سے دعویٰ تو یہ کرتے کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کا نمونہ ہوں۔ مگر معجزہ ایک بھی نہ دکھایا۔ رمل سے پیشگوئیاں ہی کرتے اور وہ بھی موت کی کرتے جب وہ بھی جھوٹی نکلتی تو باتیں بنا کر ٹال دیتے۔ کبھی بیماروں کو اچھا کیا؟ آگ میں کودے؟ لکڑی کا سانپ بنایا؟ پتھر کی کنکریوں نے زبان حال سے انکی تصدیق کی؟ جیسا کہ محمد صلعم کی کی ہرگز نہیں پس خود خالی تھے۔ بیعوں کو بیچ ڈبایا

دوسری دلیل:۔ رفع جسمانی کی یہ ہے کہ عیسےٰ جسم و روح مرکبی حالت کا نام ہے نہ صرف روح کو عیسیٰ نہیں کہتے۔ اور نہ صرف جسم کو عیسےٰ کہہ سکتے ہیں پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ حضرت عیسیٰ نہ فوت ہوئے اور نہ قتل ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف اٹھا گئے۔ تو ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا نہ کہ رفع روحانی ہوا ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں کے بزرگان مومنین سے صرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ہی رفع ہوا یا حضرت ادریس کا باقی کسی کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ کیونکہ ان کا ذکر نہیں اگر کہو کہ سب کا رفع روحانی ہوتا ہے۔ جو نجات یافتہ ہوتا ہے۔ تو پھر یہ کلام ربانی پایۂ فصاحت سے گر جاتی ہے۔ کیونکہ فضول کلام ہے۔ کیا حضرت عیسےٰ کو اپنے رفع روحانی میں شک تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے انکے رفع روحانی کا وعدہ فرمایا۔ اور رفع روحانی کر کے وعدہ پورا کیا ہرگز نہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو پہلے ہی سے نجات یافتہ ہوتے ہیں انکو رفع روحانی ہے تو ہرگز شک نہیں پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا۔ مرزا صاحب

اعتراض ایک بنا ہو کر دیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو صلیب پر جان دے اس کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ یہ بالکل غلط ہے اور انصاف خداوندی کے برخلاف ہے۔ کہ ایک طرف تو کفار ایک نبی و رسول کو قتل کریں اور صلیب دیں اور خدا تعالےٰ انکے ساتھ یہ بے انصافی کرے کہ انکا روحانی رفع بھی نہ ہو۔ اصل میں مرزا صاحب اپنے مطلب پرست تھے کہ اپنے مطلب کیواسطے تبعزاد بات بنا لینا عیب نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آدھی عبارت کتب سماوی کی پیش کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال کر اپنا الو سیدھا کرتے تھے۔ یہ جو عام شور مچا رکھا ہے۔ کہ چونکہ کاٹھ پر لٹکایا جانا لعنتی ہونیکا نشان تھا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی۔ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ صریح ظلم خدا کا حضرت عیسیٰ کے حق میں ہوتا ہے۔ کہ یہود کوڑے مارتے تھے میں کیل اس کے اعضاء میں ٹھوکتے ہیں خون زخموں سے جاری ہے۔ اور طرح طرح کے عذاب ہو رہے ہیں مگر یہود کا تو غدار خدا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی جان ہی نہیں نکلنے دیتا یہ خوب انصاف خداوندی ہے۔ کیونکہ اگر صلیب پر مر جاوے۔ تو خدا اس کا رفع روحانی نہیں کر سکتا کسقدر لغو ہے ایسا عذاب تو دو زخیوں کیواسطے مقرر ہے کہ عذاب ہوگا اور جان نہ نکلے گی۔ اصل میں توراۃ کی عبارت یہ ہے

نقل توراۃ

استثنا باب ۲۱۔ آیات ۲۲ و ۲۳۔ "اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جاوے۔ اور تو اسے درخت پر لٹکاوے۔ تو اسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے۔ کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔ اسلئے چاہئے کہ تیری زمین جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھکو کرتا ہے ناپاک نہ کی جاوے۔"

اب ناظرین کو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب صرف آیت ۲۳ کا مضمون تھوڑا سا پیش کر کے ہر ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ کاٹھ پر مرنا چونکہ لعنتی ہونیکا نشان تھا۔ اسلئے حضرت عیسےٰ کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی۔ صلیب کے عذاب نا

بے ہوش ہو گیا تھا۔ اور ایسا بیہوش کہ مردہ اور زندہ میں فرق نہ ہو سکا یہ بات
کوئی ذی ہوش تو تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسی کوئی بیہوشی اور غلطی نہیں کہ
تنفس بند ہو جاوے یعنی سانس کا آنا جانا بند ہو جاوے۔ اگر سانس بند ہو گیا اور
جسم بے حس ہو گیا تو پھر اسیکا نام موت ہے۔ یہودی ایسے بے عقل نہ تھے
کہ میں کام کے واسطے انہوں نے ہمیشہ کی ذلت اور لعنت لی وہ کام ادھورا
چھوڑ کر مطمئن ہو جاتے حالانکہ انکو یہ بھی علم تھا کہ یہ شخص پیشگوئی کر چکا ہے۔ کہ میں پھر
زندہ ہو جاونگا۔ تو پھر بھی موت کی تصدیق نہ کرتے۔ تیسرے چشم دید شہادت انجیل
میں موجود ہے کہ داروغہ نے اگر دیکھا کہ مسیح مر چکا ہے۔ مگر تاہم ایک سپاہی نے
بھالے سے اسکی پسلی چھیدی جس سے لہو اور پانی نکلا۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۹
انجیل کے مقابل اور چشم دید شہادت کے سامنے مرزا صاحب کی غیر جاوکہانی جو انہوں نے
اپنی غرض کیلئے ۱۹۰۰ سو برس کے بعد بنائی کہ جان نہ نکلی تھی۔ اور رفع روحانی ہوا۔
کیونکر تسلیم ہو سکتی ہے۔ یہودیوں کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں کہ اگر کوئی بے گناہ بھی پھانسی
دیا جاوے۔ تو ملعون ہوتا ہے۔ کیونکہ توریت میں صاف لکھا ہے کہ اگر کسی نے ایسا گناہ
کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو۔ تو وہ ملعون ہے۔ مگر حضرت عیسےٰ تو بے گناہ
تھے۔ انکا رفع روحانی نہ ہونا خدا کا ظلم ہے۔ پس یہ ڈھکوسلا غلط ہے۔ کہ رفع روحانی
ہوا دوم یہ لغو فعل ہے کہ رفع روحانی کر کے خدا تعالیٰ حضرت عیسےٰ کی صداقت
ثابت کرے کیونکہ جب عیسےٰ علیہ السلام کا رفع روحانی بعد وفات ہوا تو تو فضول ہے
کیونکہ زندگی میں تو اسکی نبوت کی تصدیق نہوئی مرنے کے بعد رفع روحانی کی
تصدیق نبوت کس کام کیونکہ رفع روحانی کے بعد تو وہ نبوت کا کام کر سکتے تھے اور
نہ تصدیق کسی کام کی تھی اور نہ یہودیوں پر حجت تھی کیونکہ یہودیوں کو رفع روحانی کا
علم نہوا جب رفع روحانی محسوس نہوا تو یہودیوں پر حجت نہیں اور فضول ہے اور
خدا کی ذات فضولیات سے پاک ہے۔ پس رفع روحانی کا خیال ردی ہے اور باطل
عقیدہ ہے۔

تیسری دلیل۔ انجیل میں صاف صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام

زیتون کے پہاڑ پر اپنے شاگردوں کے حق میں دعائے برکت دیتے ہوئے اٹھائے گئے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۳ "اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے خلوت میں اس پاس آکے کہا ہم سے کہو کہ یہ کب ہوگا۔ اور تیرے آنیکا اور زمانہ کے آخر ہونیکا نشان کیا ہے؟"

انجیل کے اس مضمون سے بعد کی نزول بھی باطل ہوا کیونکہ اصالتاً آنا لکھا ہے۔ خیر یہ بحث الگ ہے فی الحال یہ ثابت کرنا تھا کہ شاگردوں سے باتیں کرتا ہوا حضرت عیسٰی مرفوع ہوا۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ جسم و روح دونوں کی ترکیبی حالت سے باتیں ہو سکتی ہیں صرف روح باتیں نہیں کرتی۔ اور نہ نظر آتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا نہ کہ روحانی چنانچہ ذیل کی حدیث نے اسکی تصدیق بھی کی ہے۔ دیکھو تفسیر عزیزی میں زیتون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں بیت المقدس کو تشریف لے گئیں اور مسجد اقصٰے میں نماز پڑھکر فارغ ہوئیں تو مسجد سے نکل کر طور زیتا پر تشریف فرما ہوئیں اور وہاں پر بھی نماز پڑھی پھر اس پہاڑ کے کنارے کھڑے ہوکر ارشاد کیا کہ یہ وہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ یہاں سے آسمان پر تشریف لیگئے تھے۔ ص ۲۲۵ تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی کا عقیدہ ازواج مطہرات میں بھی مروج تھا

چوتھی دلیل:۔ ما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ سے ثابت ہے کہ قتل کا ارادہ ہوا اور قتل وقوع میں نہ آیا۔ بلکہ رفع ہوا۔ تو ضروری تھا کہ زمانہ قتل و زمانہ رفع میں فاصلہ نہ ہو یعنی جس وقت مصلوب قتل سے بچایا گیا اسیوقت اس کا رفع ہوتا۔ کیونکہ بل کا اعراب بتا رہا ہے کہ قتل نہیں ہوا بلکہ اٹھایا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ جس وجود عنصری نے قتل ہونا تھا۔ اسیکا رفع ہوا۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ جب کوئی کہے کہ زید کو سزا نہیں دی گئی بلکہ انعام دیا گیا اب اس واقعہ سزا اور انعام کے زمانہ میں فاصلہ ہرگز جائز نہیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا قتل کی نفی اب ہو اور رفع ۸۷ برس کے بعد ہو۔ اس فاسد عقیدہ سے تو قرآن میں تحریف ہوتی ہے پھر قرآن کی آیت یوں چاہئے ما قتلوہ یقینا بل حفظہ اللہ من ایدیھم ثم مات و رفع روحہ مگر یہ تحریف الحاد اور یہود دینہ ہے

دوم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ۱۲۰ برس تک
دنیا میں رہے اور ۱۲۰ برس کی عمر کے بعد ان کا رفع ہوا یہ حدیث مجدد وقت و محقق بے غرض نواب
سید صدیق الحسن خان صاحب والئے ریاست بھوپال نے اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے
صفحہ ۴۲۸ پر نقل کی ہے۔ وہو ہذا گویم رفع او یعنی عیسٰی علیہ السلام بعمر یکصد و بست سال ست
چنانچہ طبرانی و حاکم در مستدرک از عائشہ آوردہ اند کہ قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان
جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین واخبرنی

پانچویں دلیل:۔ وعدہ خداوندی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعا پر ان الفاظ میں
ہوا تھا کہ یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک کہ اے عیسٰی میں تیری حفاظت کرونگا اس طریق
سے کہ پورا پورا تمکو اپنے قبضہ میں کرونگا کہ کفار کے شر سے تو محفوظ رہیگا۔ چنانچہ مطہرک
کا لفظ بتا رہا ہے۔ یعنی تین وعدے ہیں ایک اپنے قبضہ میں کرنا۔ دوم اٹھا لینا۔ سوم
پاک کرنا۔ اب ظاہر ہے۔ کہ مخاطب عیسٰی علیہ السلام ہے۔ جو کہ جسم و روح دونوں کا
نام ہے۔ دونوں کا توفی اور دونوں کا رفع ہونا چاہیئے۔ اور دونوں کو پاک ہونا چاہیئے
کیونکہ روح اور جسم دونوں کے ساتھ وعدہ ہوا اور یہ بالکل لغو بات ہے کہ ایک
شخص فریاد کرے۔ کہ حضور دشمن مجھکو مارتے ہیں تو حضور بھی وعدہ کریں کہ ہاں میں
تمکو ماروں گا پس متوفیک کے معنے میں تمکو ماروں گا اس جگہ غلط ہیں۔ کیونکہ
جس خطرہ سے ڈر کر حضرت عیسٰی نے دعا کی جب وہی خطرہ خدا نے اسکو دلایا تو یہ
تسلی کا باعث نہیں ہے۔ تسلی تو جبھی ہی ہے جبکہ اس خطرہ سے سائل کو بچایا جاوے۔
جس سے وہ ڈرتا ہے۔ حضرت عیسٰی کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ روح تو تیار ہے مگر
جسم کمزور ہے جس سے ثابت ہے کہ جسمانی حفاظت کی ہی دعا تھی۔ اور وہی
وعدہ پورا ہوا پس حضرت عیسٰی علیہ السلام کو صلیب کے زخموں اور عذابوں
سے خوف تھا ورنہ نبی اللہ کی شان سے بعید ہے کہ موت سے ڈرے بس

ڈر جو تھا۔ تو یہی تھا کہ صلیب پر نہ لٹکایا جاؤں۔ اور مجھکو ذلت رسوائی نہو۔ مگر مرزا صاحب اور مرزائی حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھاتے ہیں اور طرح طرح کی لعنتوں سے انکی ذلت قبول کرتے ہیں۔ تو غور اور انصاف سے کہو کہ مطہرک کا وعدہ اور منیک کا وعدہ پورا ہوا۔ وعدہ تو تب ہی پورا ہوتا ہے جبکہ یہود کے شر سے ایسی طرح محفوظ کئے جائیں کہ انکا ہاتھ حضرت عیسےٰ تک نہ پہنچے اور یہود کسی تک نہ کریں۔ پس رفع جسمانی لازمی امر تھا۔ تاکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام صحیح سلامت اٹھائے جائیں اور انکی حفاظت پوری پوری ہو۔ اور کسی کافر کا ہاتھ ان تک نہ پہنچ نہ ہو۔ اسلئے رفع جسمانی ہوا اور سب وعدے پورے ہوئے۔ یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور پھر رفع کرکے کافروں کی گندی صحبت اور شرارتوں اور تکلیف رسانی سے پاک فرمایا جیسا کہ واذ کففت بنی اسرائیل عنک سے ثابت ہے۔ اسجگہ مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے ممیتک کے معنی کئے ہیں جس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس تقدیم و تاخیر کرکے یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ اے عیسےٰ میں پہلے بیزار فو کرونگا۔ اور بعد نزول مارونگا۔ اگر ابن عباس کے یہ معنی تسلیم کرتے تو پھر جو معنی انہوں نے فلما توفیتنی کے رفعتنی کئے ہیں وہ بھی تسلیم کرو۔ اگر ابن عباس کے معنی رفعتنی نہیں مانتے تو پھر ابن عباس کی سند کیوں پیش کرتے ہو۔ افتومنون ببعض الکتاب کے مصداق بنتے ہو۔ یہ کسی کا مذہب نہیں۔ کہ رفع جسمانی نہیں ہوا۔ اور موت کے بعد رفع روحانی ہوا۔ جب موت ثابت نہیں تو رفع بعد موت کے روحانی بھی غلط ہوا۔

چھبیسویں دلیل۔ ہر ایک نبی کی حفاظت خدا تعالیٰ روحانی و جسمانی بطور معجزہ خرق عادت محال عقلی کے طور پر کرتا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت جسمانی فرمائی اور آگ کی عادت جو جلانے کی تھی۔ اسکو سردی سے بدل دیا یہ خلاف قانون قدرت نہیں ہے۔ کہ آگ پانی کا کام دے اور سرد ہو جائے۔ حضرت

نوح کی بھی حفاظت جسمانی فرمائی۔ اور بذریعہ کشتی طوفاں سے بچایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت بھی جسمانی فرمائی۔ اور خلاف قانون قدرت مچھلی کے پیٹ میں ہضم اور بول براز نہو نے دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی حفاظت بھی جسمانی فرمائی اور غار ثور میں باوجود کہ کفار وہاں پہنچ بھی گئے خلاف قانون قدرت غار کا منہ ایک جانور کے جالے سے ایسا بند فرمایا کہ کفار کو وہم بھی نہ ہوا کہ کوئی اس غار کے دروازہ سے گذرا ہے۔ جب سنت اللہ تعالیٰ یہی ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کی حفاظت جسمانی فرماتا رہا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ کے حق میں وہ کیوں خلاف سنت کرتا اور جسمانی عذاب دلوا کر یہود کو خوش کر کے تمام جہاں میں حضرت عیسیٰ کو ذلیل و رسوا کر کے صرف روحانی رفع دیتا جو کہ کوئی حجت نہ تھی روحانی رفع کا کیا ثبوت خدا تعالیٰ نے دیا کیا یہود نے تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسےٰ کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی۔ اور اس کا رفع روحانی ہوا۔ یا ۱۹ سو برس کے عرصہ میں سوا مرزا صاحب کے جنکی اپنی غرض اس تاویل میں ہے۔ کسی نے سلف سے کی ہرگز نہیں۔ تو پھر کسقدر ردی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان نہ نکلی تھی اور اس کا رفع روحانی ہوا۔ اور اس رفع روحانی سے کسی کو عبرت کیا ہو سکتی تھی۔ پس یہ بالکل غلط اور خانہ زاد من گھڑت قصہ ہے جو مرزا صاحب نے اپنے مطلب کے واسطے بنا لیا ہے۔ اور افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو انجیل اور قرآن اور احادیث اور اجماع امت کو تو نہیں مانتے اور مرزا صاحب کی بات کو بلاچون وچرا تسلیم کرتے ہیں یہ خدا اور اس کے رسول سے تمسخر نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کتب سماوی اور احادیث نبوی کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر رفع جسمانی نہ ہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسکی تصدیق نہ فرماتے بلکہ تردید کرتے ہم ذیل میں وہ حدیثیں لکھتے ہیں جنمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا تصدیق کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث۔ عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم رواہ بیہقی فی کتاب الاسماء والصفات۔ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حالت ہوگی تمہاری جب ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان آسمان سے اتریںگے اور تمہارا امام مہدی بھی تم میں موجود ہوگا۔ دوسری حدیث۔ عن ابن عساکر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء کنز العمال ترجمہ ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا جب میرے بھائی عیسےٰ ابن مریم آسمان سے اتریںگے۔ اخی کا لفظ صاف صاف بتا رہا ہے کہ نبی ناصری علیہ السلام کا نزول اصالتاً ہوگا۔ کیونکہ مرزا صاحب حضرت محمد صلعم کے بھائی نہ تھے بلکہ امتی وغلام تھے۔ تیسری حدیث فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ہذہ السماء فتوحات مکیہ ترجمہ فی الواقع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نہیں مرے بلکہ خدا نے آسمان پر اٹھا لیا۔ اس حدیث سے حیات بھی ثابت ہے اور آسمان پر جانا بھی۔ چوتھی حدیث۔ اخرج طبرانی وابن عساکر عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل عیسےٰ ابن مریم الی الارض فیمکث فی الناس اربعین سنۃ در منثور ترجمہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ ابن مریم اتریںگے زمین کی طرف اور چالیس برس رہینگے آدمیوں میں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رفع آسمان پر ہوا اور نزول زمین پر ہوگا۔ فی الناس کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اب انسانوں میں نہیں ہیں۔ آسمان پر فرشتوں میں رہتے ہیں۔ اور آخر زمانہ قرب قیامت کو زمین پر اتریںگے پانچویں حدیث عن عائشہ گفتہ کہ گفت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسےٰ بن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث عیسےٰ فی الارض اربعین سنۃ اماماً عدلاً وحکماً قسطاً اخرجہ ابن ابی شیبہ واحمد وابو یعلی وابن عساکر اس حدیث میں فی الارض کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسےٰ آسمان سے زمین پر اتریںگے۔ حج الکرامہ صہ ۴۲۸

چھٹی حدیث:۔ یلبث عیسیٰ بن مریم فی الارض اربعین سنۃ الخ۔ اس حدیث میں بھی فی الارض کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے زمین پر اتر ینگے۔ حجج الکرامہ ص۴۲۳ بحوالہ ابو داؤد

ساتویں حدیث:۔ ان عیسےٰ بن مریم کان یمشی علی الماء ولو ازداد یقیناً یمشی فی الھواء رواہ الحکیم عن نافع ابن سلیم ترجمہ: حکیم نے نافع ابن سلیم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا عیسےٰ مریم کا بیٹا پانی پر چلتا تھا اور اگر زیادہ یقین میں ترقی کرتا تو ہوا پر چل سکتا۔ دیکھو کنز العمال۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پانی پر چل سکتے تھے۔ جو کہ انسانی طاقتوں سے باہر ہے یعنی محال عقلی ہے۔ دوم۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہوا پر بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام چل سکتے تھے۔ اگر ان میں یقین کی کمی نہ ہوتی جب ایک امر کا امکان ثابت ہوا اور پھر اس کا واقع ہونا بھی ثابت ہو جائے تو پھر کوئی عقلمند اس واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اس امر کے واقع ہونیکی شہادت دیدیں یعنی پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسےٰ میں اگر یقین زیادہ ہوتا تو ہوا پر بھی جا سکتا۔ اور پھر اسکے آسمان پر جانیکی تصدیق بھی کر دی۔ دیکھو حدیث نمبر ۴ جو کہ فتوحات مکیہ میں ہے بل رفعہ اللہ الی ھذا السماء یعنی اللہ نے اسے آسمان پر اٹھا لیا۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں یقین زیادہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا اور محمد رسول اللہ کا فرمانا سچ ہو گیا کہ یقین کے زیادہ ہونے پر بقول انجیل بادلوں کے ذریعہ اسکا رفع ہوا۔ اس حدیث نے اس اعتراض ہتک محمد رسول اللہ صلعم کو بھی لغو اور باطل ثابت کر دیا۔ کیونکہ جو بات محمد رسول اللہ میں نہ تھی وہ عیسیٰ میں کیوں ہو یعنی پانی پر چلنا محمد رسول اللہ نے خود خصوصیت مسیح ظاہر فرما دی کہ وہ پانی پر چلتا تھا۔ نعوذ باللہ اگر خصوصیت مسیح باعث ہتک رسول مقبول ہوتی تو ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ نے انی متوفیک کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے انسانی قوا و جزبات سلب کر دیئے گئے تھے۔ تا کہ آسمان پر جاتا ہوا نہ ڈرے۔ جب ایک امر اول انجیل سے اور پھر

قرآن شریف سے اور پھر احادیث نبوی سے اور پھر اجماع امت سے ثابت ہوا اس سے انکار کرنا کسی مومن کتاب اللہ اور مسلمان کا تو ہرگز حوصلہ نہیں اور نہ کوئی مسلمان کسی خود غرض مدعی کے من گھڑت تاویلات جو وہ اپنی دکان چلانے کے واسطے کرے تسلیم کر سکتا ہے ہاں مخلوق پرست اور ناموری کے خواہاں ہمیشہ جسکی پیروی کا دم بھرتے رہے اسکی بات کو بلا چون و چرا مانتے آئے ہیں۔ جب وہ کاذب مدعی ثابت ہوئے۔ تو مرزا صاحب بھی امت کے برخلاف چلکر کبھی سچے نہیں ہو سکتے۔ رفع جسمانی و حیات مسیح سے انکار مرزا صاحب اور ان کے مرید اسیواسطے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اصالتاً رفع و نزول حضرت عیسےؑ دوسرے مسلمانوں اور سلف صالحین کی طرح مانا جاوے تو مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسلیئے ہر ایک آیت کے الٹے معنی کرتے ہیں۔ اور لغات کی کتابوں سے غیر مشہور اور غیر محل معنی کرکے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں ہم ذیل میں چند اعتراضات مرزائیوں کے رفع کے متعلق لکھکر ان کا بھی جواب دیتے ہیں۔ کہ مسلمان انکو جواب دے سکیں۔ نمبر ۱۔ رفع کے معنی ہمیشہ رفع روحانی و بلندی درجات ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کی آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ جواب ۱۔ یہ بالکل غلط ہے کہ رفع کے معنی ہمیشہ اور ہر جگہ بلندی مرتبہ اور درجے کے ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ جس جگہ رفع کا لفظ آوے اس جگہ جسم کو چھوڑ کر روح کے معنی کئے جاویں۔ دیکھو قرآن مجید۔ و رفع ابویہ علی العرش یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا۔ نذیر احمد صفحہ ۲۲۳ دیکھو سورہ یوسف رکوع ۱۔ کیا حضرت یوسف کے والدین کا رفع روحانی تھا یا جسمانی تھا۔ یہ بھی رفع کا لفظ ہے اور یہاں معنی روحانی رفع کے ہرگز نہیں کیونکہ حضرت یوسف کے والدین کا رفع ان کے تخت پر جسمانی تھا نہ کہ روحانی تھا۔

دوم حضرت ایلیا کا رفع بجسد عنصری آسمان پر ہوا دیکھو تورات سلاطین نمبر ۲ باب ۲ آئت ۱- اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیا کو بگولے میں اڑا کر آسمان پر لے جاوے۔ یہ بمنزلہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک کے وعدہ تھا اور آگے آئت ۱۱ میں وعدے کا وفا اسطرح مذکور ہے اور ایسا ہوا کہ جونہی وے دونو باتیں کرتے چلے جاتے تھے۔ تو دیکھا کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیاں آکر ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا- بعینہ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے ساتھ جو وعدہ رافعک کا تھا بجسد عنصری رفع کر کے خداتعالیٰ نے وعدہ رافعک پورا فرمایا- اور جس طرح ایلیا بگولے کے ذریعے سے آسمان پر اٹھایا گیا- ایسا ہی حضرت عیسیٰ بدلی کے ذریعہ شاگردوں کے دیکھتے ہوئے اٹھایا گیا- ایسے بین ثبوت کے ہوتے ہوئے کسی مومن کا کام نہیں کہ رفع جسمی علیٰ سے انکار کرے- اور یہ بالکل غلط اور دہوکہ دہی ہے۔ کہ سنت اللہ نہیں ہے کہ کسی نبی ورسول کو آسمان پر لے جاوے۔ زردشت پیغمبر کا آسمان پر جانا بجسد عنصری مذکور ہے۔ دیکھو دبستان مذاہب صفحہ ۸۹- اصل عبارت یہ ہے چوں زردشت بکنار آب آمد سر و تن را چوں دل خویش فرشست با جامہائے پاک مشغول نماز گشت ہمدراں روز بہمن کہ بزرگترین ملائکہ است واہل اسلام اورا جبرئیل نامند بیامد با جامہائے نورانی از زردشت نام پرسیدہ گفت از دنیا چہ کام جوئی- زردشت جواب داد کہ مرا جز رضائے یزدان آرزوئے نیست وغیر از راستی دل من بہے نپژدہد و گمانم کہ تو مرا بنیکی رہنمائی پس بہمن گفت برخیز تا نزد یزدان شوی وانچہ خواہی از حضرت او سوال کنی کہ او کرم تمام پاسخ سود مند دہد- پس زردشت برخواست بفرمودہ بہمن

یک لحظہ چشم فرو بست چوں چشم بکشاد خود را در روشن منیر یافت الخ

یہ ہرگز درست نہیں کہ کتب سماوی کے مضامین سے انکار بھی کیا جاوے اور کتب سماوی پر اس کا ایمان بھی سلامت رہے باقی رہی عقل انسانی تو یہ عقل انسانی ہر ایک کی نہیں مانتی کہ جسد عنصری سے کوئی انسان آسمان پر جاوے۔ مگر خداتعالیٰ علی کل شئی قدیر خاص خاص آدمیوں کو لیجا سکتا ہے۔ جسطرح اس کا معاملہ عجوبہ نمائی انبیا علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے وہ عام کے ساتھ نہیں۔ ایسا ہی آسمان پر لے جانا اس کی مرضی ہے۔ ہاں عام قاعدہ نہیں جیسا کہ آگ کا سرد ہونا اور لکڑی کا سانپ بن جانا اور مچھلی کے پیٹ میں تین دن یا چالیس رات زندہ رکھنا۔ محال عقلی ہونے کے باعث عام نہیں۔ اسی طرح انسان کا آسمان پر اٹھایا جانا عام نہیں خاص ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کا رفع و نزول بھی خاص ہے۔ اور علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھے کہ وہ محالات عقلی پر قادر نہیں یہی باتیں کفار کہتے تھے۔ دیکھو قرآن مجید سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ وقالوا ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جدید ترجمہ کہا کرتے تھے۔ کہ جب ہم مرے پیچھے گل سڑ کر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھا کر کھڑے کئے جاویں گے نذیر احمد صفحہ ۳۸۲۔ جب دوسرے لوگ محال عقلی کا اور خلاف قانون قدرت کا عذر کر کے قیامت کے منکر ہو کر کافر ہو جاتے ہیں۔ تو پھر مرزا صاحب اور مرزائی محال عقلی اور خلاف قانون قدرت کی بناء پر خدا تعالیٰ کے عجوبہ نمائی سے انکار کر دیں۔ تو وہ کافر کیوں نہ ہوں۔ کیا یہ انصاف ہے کہ ایک بات ہی جب مرزائی کہیں تو مسلمان رہیں اور جب دوسرے شخص وہی بات کریں

تو کافر ہیں۔ اگر کافر ہونگے تو دونوں اگر مسلمان ہونگے تو دونوں۔ جس طرح ابن
اللہ کا مسئلہ اگر مرزا صاحب کو مرزائی خدا کا بیٹا تسلیم کریں۔ تو مسلمان۔ اور اگر
عیسائی حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہیں تو کافر ہے۔ قادیانی ایمان داری
اور یہی قادیانی انصاف ہے۔:

دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو افضل الرسل ہو کر آسمان پر نہ جاوے۔ اور حضرت عیسیٰ آسمان پر
جاوے اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے اور
کسر شان ہے اور جاہلوں کو دھوکہ دینے کیواسطے ایک آیت کا ٹکڑا
پیش کر کے غلط بیانی کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ نے فرمایا کہ میں تو صرف
رسول ہوں آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اور اوپر کی آیات چھوڑ کر لوگوں
کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جس کا جواب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہرگز اس میں کسر شان و ہتک نہیں کیونکہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تو سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے۔ اور حضرت عیسیٰ صرف
دوسرے آسمان تک رہے۔ مرزا صاحب اور مرزائیوں کی بدبختی
دیکھیے کہ اپنی دکان چلانے کیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
معراج سے بھی انکار کر دیا کیونکہ جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان
پر جانا اور واپس آنا دوسرے مسلمانوں کی طرح مانیں گے تو حضرت
عیسےٰ کا بھی رفع و نزول ثابت ہو جائیگا۔ اب ان سے نہایت ادب
سے دریافت کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن کی علامت اور طلوع الشمس
من المغرب۔ دابۃ الارض خروج دجال حشر و نشر و عذاب قبر و نامہ اعمال
و صراط دوزخ و بہشت یہ بھی تو اسی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ

نبی نے نزول عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک قیامت کا نشان فرمایا
اور یہ بھی محال عقلی ہے کہ خاک شدہ پوست و ہڈیاں اسی جسم سے اٹھیں
اور حساب کتاب دیں۔ جب دوسرے محالات عقلی پر ایمان ہے تو
پھر رفع عیسیٰ اور جسمی معراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں ایمان نہیں
اور دوزخ بہشت طلوع الشمس من المغرب ودابۃ الارض پر ایمان
ہے تو پھر امثالٗ نزول و رفع عیسٰے پر کیوں ایمان نہیں۔ کیا افتؤمنون
ببعض الکتاب وتکفرون ببعض پر عمل ہے۔ یعنی کچھ حصہ تو محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کا تسلیم کرنا اور کچھ فرمودہ اسی پاک رسول
سے انکار کرنا کونسا ایمان اور مسلمانی ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود فرمادیا کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری جس کا رفع ہوا اسی
کا نزول ہوگا۔ تو پھر اس سے انکار رسول اللہ کا انکار نہیں تو اور کیا ہے
جس طرح قیامت کی دوسری علامات محالات عقلی ہیں۔ اور مافوق
الفہم ہیں۔ اسی طرح رفع و نزول بھی محالات عقلی ہیں۔ جب ان کا
انکار ہوا تو خود قیامت سے انکار ہوا اور یہی کفر ہے۔

اب ہم قرآن مجید کی وہ آیات لکھتے ہیں تاکہ مرزائیوں کی ایمانی
حالت اور خشیتہ اللہ کا پتہ لگے۔ جس میں مرزا صاحب نے بالکل
جھوٹ لکھ کر دھوکا دیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان
پر چڑھنے کی درخواست کی گئی۔ اور انہوں نے انکار کیا اور خدا نے ان کو
کہا کہ تو کہو کہ میں صرف رسول ہوں۔ خدا جانے مرزا صاحب نے کن
الفاظ کے یہ معنے کئے ہیں اور تحریف کس جانور کا نام ہے۔ کیونکہ
مرزا صاحب کو سچا مانا جاوے۔ دیکھو اصل الفاظ قرآن مجید۔ او ترقی

فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتبا نقرءہ اس
کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت فرمائی کہ ان کو کہدو
قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ سبحان اللہ میں
کیا چیز ہوں۔ ایک بندہ بشر خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ
کافروں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر چڑھنے کیواسطے
کہا۔ اور محمد رسول اللہ نے اپنا عجز ظاہر فرمایا۔ یہ بات ہی اور ہے۔
جیسا کہ عام محاورہ ہے کہ جب انسان لاجواب ہوتا ہے تو غصے
کی حالت میں کہتا ہے کہ اگر تو کوشش کرتا ہوا آسمان پر بھی چلا جاوے
تو میں یہ بات قبول نہ کروں گا۔ بعینہ یہ حالات کفار کے خدا تعالیٰ نے
بیان فرمائے ہیں۔ کہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ اے محمد ہم تو اس وقت تک
ایمان لانیوالے نہیں ہیں کہ یا تو ہماری لیے
زمین سے کوئی چشمہ نکالو اور کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔ اور اس کے
بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ۔ یا جیسا کہ تم کہا کرتے تھے آسمان
کے ٹکڑے ہم پر گراؤ۔ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر دو
یا رہنے کیلئے تمہارا کوئی طلائی گھر ہو۔ یا آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب
تک تم ہم پر خدا کے ہاں سے ایک کتاب اتار کر نہ لاؤ کہ ہم اس کو آپ پڑھ
بھی لیں تب تک ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ دیکھو سورۃ بنی اسرائیل
رکوع ۱۰ ہم نے صرف ترجمہ لکھدیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ کفار کا مطالبہ آسمان
سے لکھی ہوئی کتاب لانیکا تھا۔ کیونکہ وہ کہتے تھے۔ کہ چاہے تو ہم پر
آسمان گرادے یا سونے کے محل اور نہریں بھی بنائے یا آسمان پر چڑھ
جاوے۔ اس سیاق وسباق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو معلوم تھا

کہ شاید آسمان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم چلا جاوے۔ کیونکہ وہ الیاہ اور
عیسیٰ کی نظیر دیکھ چکے تھے اور معراج حضور علیہ السلام کا بھی سن چکے تھے۔
اسواسطے انہوں نے یہ شرط لگائی کہ کتاب لکھی ہوئی لاؤ جس کو ہم پڑھ
لیں اس کے جواب میں رسول مقبول کو حکم ہوا کہ کہہ دیں ایک بشر
رسول ہوں۔ جو حکم ہوتا ہے وہی تمکو کہتا ہوں اور یہی کتاب ہے کیونکہ ممکن
نہ تھا کہ ہر ایک کافر کیواسطے الگ الگ کتاب آتی۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ
کفار نے کہا کہ اے محمد آسمان پر چڑھ جا اور انہوں نے فرمایا کہ میں آسمان
پر جا نہیں سکتا۔ یہ سنت اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے چلی آئی ہے کہ عجوبہ نمائی اور
خاص کرشمہ قدرت اپنی مرضی سے دکھاتا ہے۔ یہ نہیں کہ جب کبھی کوئی کافر
جس قسم کا مطالبہ کرے اسیوقت خدا تعالیٰ وہ عجوبہ نمائی کردے۔ کیونکہ عقلیں
اور خواہشیں انسانوں کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ اور پیغمبر وقت ہر ایک کی
خواہش کے مطابق معجزہ نمائی نہیں کرتا۔ ـــ یہ خدا تعالیٰ
کی مرضی ہے کہ پیغمبر کا تفوق ظاہر کرنیکے واسطے جب چاہے عجوبہ نمائی کرے
پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں ایک بشر رسول ہوں
یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ مجھکو اگر خدا تعالیٰ بھی آسمان پر لے جانا چاہے۔ تو
نہیں لے جا سکتا۔ جب نظیریں موجود ہیں۔ کہ حضرت الیاہ علیہ السلام
کو خدا آسمان پر لیگیا حضرت عیسیٰ کو لیگیا حضرت محمد الرسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو سب سے اوپر عرش اور کرسی بلکہ سدرۃ المنتہیٰ تک لے
گیا کہ وہاں تک جبرئیل بھی ساتھ نہ جا سکا اور عجز سے کہا کہ اگر یک سر موئے
برتر پرم ۔ فروغ تجلی بسوزد پرم۔ مگر دین کے اندھے اعتقاد کے سقیموں
کو یہ فضیلت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نہیں آتی۔ اور ہتک کرتے

مسلمانوں کو دہوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں۔ کہ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کو جب ایسی فضیلت اور معجزہ عطا ہوا جو کسی نبی کو عطا نہیں
ہوا یعنی قرآن مجید جو ہمیشہ زندہ جاوید کرامت و معجزہ ہے اور پھر محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تفوق عنایت ہو کہ کل عالموں کیواسطے مبعوث
ہوئے اور خاتم النبیین کی خصوصیت عنایت ہوئی جو کسی نبی کو نہ ہوئی
تھی تو کیا اس فضیلت کے سامنے وہ جزوی خصوصیت ولادت
و رفع مسیح اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے نہیں دی تو
اس میں ہتک ہرگز نہیں۔ یہ اعتراض تو ایسے بیوقوف شخص کی
مانند کا ہے۔ جو کہ بادشاہ کے دربار میں آکر خدم و حشم کو دیکھتے اور
باہر لشکروں اور فوجوں اور خزانوں اور محلوں کو دیکھ کر کہے۔ کہ خداوند نے
حضور کو سب کچھ دیا۔ مگر آپ کو بانس پر چڑھ کر بازی لگانی نہیں آتی
اس میں تو آپ کی سراسر ہتک ہے۔ ایسا ہی یہ احمقانہ اعتراض ہے۔ کہ محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر رفع نہیں ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام
کا کیوں ہوا اس میں ہتک حضور علیہ السلام کی ہے۔ جب تمام جہان پر حضور
علیہ السلام کو فضیلت حاصل ہوئی۔ مقام شفاعت عنایت ہوا معراج
حاصل ہوا۔ کل دنیا کے پیغمبر مقرر ہوئے قرآن معجزہ جاوید حاصل ہوا خاتم
النبیین کا اعزاز مرحمت ہوا اگر رفع نہ ہوا تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ جزوی فضیلت
ہر ایک بشر میں ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے میں نہیں ہوتی۔ اگر زید جوتا
سینا جانتا ہے۔ اور بکر لوہار ہے تو زید کی بکر کے مقابلہ میں کوئی ہتک
نہیں۔ اور نہ بکر کی زید کے مقابل کوئی ہتک ہے۔ اگر کوئی احمق لوہار
سے کہے۔ کہ آپ جوتا بنانا نہیں جانتے اس میں تمہاری ہتک ہے یہ

لغو ہے۔ کیونکہ اس میں کسی ایک کی ہتک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو حصور فرمایا اور کسی نبی کو حصور نہیں فرمایا۔ حصور اُسکو کہتے ہیں کہ باوجود ہونے طاقت مردمی کے اپنے آپ کو عورتوں سے روکے اور عورتوں سے نزدیکی نہ کرے۔ کیا یہ خصوصیت کسی اور نبی کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو کسقدر ابلہ فریبی ہے کہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ کہ رفع و نزول و درازی عمر عیسٰی علیہ السلام کے تسلیم کرنے سے حضرت خلاصہ موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ اگر رفع عیسٰے علیہ السلام میں حضرت کی ہتک ہے اور خصوصیت باعث اس ہتک کا ہے تو ذیل کے واقعات سے کیوں ہتک نہیں۔ اگر ہتک ہے تو کیوں ان سے انکار نہیں کیا جاتا اور رفع مسیح سے کیوں انکار کیا جاتا ہے صرف اس واسطے کہ مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہے

اول خصوصیت ۔ حضرت آدم علیہ السلام (ان کی عمر ۹۳۰ برس) اور حضرت نوح علیہ السلام (ان کی عمر ہزار برس سے اوپر) ان کو اس قدر عمریں درازدی گئیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا۔ حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عالموں کیواسطے مبعوث ہوئے تھے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو صرف اپنی قوم کی تبلیغ کیلئے ایک ہزار برس کی مہلت دی گئی۔ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ۶۳ برس ملے تو کیا اس میں بھی محمد رسول اللہ کی ہتک ہے؟

دوم خصوصیت ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کنواری لڑکی کے پیٹ

سے بغیر نطفہ مرد کے پیدا ہوئے اور دیگر تمام انبیا علیہم السلام باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے کیا اس میں بھی کل انبیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے؟ کہ یہ خصوصیت حضرت عیسیٰ کو کیوں ملی۔

سوم خصوصیت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے بلاواسطہ جبرئیل کلام کی اور دوسرے سب انبیا علیہم السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کلام کی۔ کیا اس میں بھی سب انبیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے:

چہارم حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن جب سب لوگ بیہوش ہو جاوینگے تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا۔ کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ کیا اس میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں؟ کہ وہ تو عوام لوگوں کی مانند بیہوش ہو جاویں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ خصوصیت ملے کہ کسی نبی کو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ ملے کہ بیہوش ہوں گے:

پنجم خصوصیت حضرت یونس علیہ السلام کو جو یہ خصوصیت ملی کہ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رات اور بعض روایات کے رو سے چالیس دن رات زندہ رہے۔ اور خدا تعالیٰ نے خاص کرشمہ قدرت ان کی خاطر دکھایا۔ جو رفع عیسے سے عجیب تر ہے۔ کہ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں خلاف قانون قدرت زندہ رہے۔ اور بول و براز نہ ہوئے اس میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے؟ اگر مستذکرہ بالا انبیا کی خصوصیات

محمد رسول اللہ کی ہتک نہیں تو پھر حضرت عیسٰی کے رفع جسمانی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کیونکر ہو سکتی ہے ؟

مصرع - تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

یہ صرف مرزا صاحب نے اپنی دوکان پیری مریدی کی خاطر یہ ڈھکوسلا تجویز کیا کہ اگر رفع و نزول عیسٰی تسلیم کیا جاوے تو میری دوکان نہ چلے گی اور نہ مسیح موعود ہو سکوں گا۔ اسواسطے ہتک ہتک کر کے سیدھے سادے مسلمانوں کو دہوکہ دیتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو ان سے دریافت کرنا چاہئیے کہ جب دوسرے انبیاء کی خصوصیات تم تسلیم کرتے ہو اور ہتک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تو پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی خصوصیات سے کیوں ہتک محمد رسول اللہ کہتے ہو۔ اس طرح تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ خواجہ کمال الدین کو خدا نے پلیڈری کے اعلیٰ امتحان میں پاس کیا اور مرزا صاحب کو مختاری کے امتحان میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس میں مرزا صاحب کی ہتک ہے ۔

دوم مرزا صاحب جو ہمیشہ سر درد اور بول کی بیماری سے بیمار رہتے تھے اس میں بھی مرزا صاحب کی ہتک ہے کہ عام لوگ تو تندرست ہوں اور مرزا صاحب کو خدا نے صحت بھی نہ دی ۔ اس میں بھی انکی ہتک ہے۔

تیسرا اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ وجود عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا۔

الجواب۔ یہ بھی علوم حکمت سے ناواقفیت کا باعث ہے وجود عنصری کو صرف خاکی وجود پر حصر کرنا جہالت کا باعث ہے۔ جب چار عناصر۔ آب۔ خاک آتش۔ ہوا۔ تمام کائنات کا مبدء و منبع وجود ہیں چار عناصر کی امتزاج پر ہے۔ آسمان۔ آفتاب۔ مہتاب۔ ستارے۔ سیارے۔ بروج وغیرہ

اجرام سماوی انہیں عناصر کی ملاوٹ سے بنے ہیں۔ اور انہیں عناصر کی ملاوٹ سے
اجسام سفلی یعنی زمینی بنے ہیں۔ اور ہر ایک عنصر میں حکم ربی جاری ہے جس
طرح حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ عنصر ترکیب پا کر دوسرے عناصر سے وجود
پذیر ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ غلط ہوا کہ وجود عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ
آسمان خود عنصری وجود رکھتا ہے جب ہم کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو یا
جمادات نظر آتے ہیں یا نباتات یا حیوانات جمادات میں قوت نامیہ نہیں
نباتات میں قوت نامیہ ہے۔ مگر قوت حرکت و نقل مکان نہیں۔ حیوانات کی
قسموں پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو حسب استعداد ترکیب عناصر ان میں حرارت پائی
جاتی ہے۔ حشرات الارض میں کم حرارت ہے۔ جو کہ سوراخوں میں رہتے ہیں
بہائم یعنی چارپاؤں والوں میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ مگر وہ سیدھا
نہیں چل سکتے۔ یعنے دو پاؤں والوں سے ان میں کم حرارت ہوتی ہے۔ انسان
میں حیوانوں سے زیادہ حرارت ہوتی ہے۔ اور وہ دو پاؤں سے چل سکتا ہے
مگر ہوا میں پرواز نہیں کر سکتا۔ طیور میں انسان سے زیادہ حرارت ہوتی ہے جس
سے ان میں قوت پرواز ہوتی ہے۔ اگر پرواز کرنا یا ہوا پر اڑنا فضیلت ہوتی تو الو
کوے۔ باز۔ گدھ وغیرہ اشرف المخلوقات مانے جاتے اور انسان اشرف نہ
ہوتا۔ مگر چونکہ بفحوائے کرمنا بنی آدم انسان کو فضیلت ہے۔ تو ثابت ہوا
کہ آسمان پر جانا اور آسمان پر رہنا باعث فضیلت نہیں۔ شیاطین و
جنات آسمان پر جا سکتے ہیں۔ مگر اشرف المخلوقات نہیں ہیں۔ چاند۔ سورج
و ستارے۔ و سیارے وغیرہ بروج آسمان پر ہیں۔ مگر انسان ان سے
افضل ہے۔ انسانوں کو اگر قوت پرواز نہیں۔ تو اس میں ان کی کیا ہتک ہے
چونکہ فیضیات نفس ناطقہ میں تھی۔ اس لئے انسان کو نفس ناطقہ

عطا فرما کر کل کائنات پر شرف بخش گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو شرف مکالمہ
بخشا جب یہ تسلیم ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کائنات بنائی اور
ترکیب عناصر سے سب وجود بنائے ہیں۔ تو اس کی ذات پاک
کے آگے کیا محال ہے کہ ایک عنصر کو دوسرے عنصر پر غالب کرے
انسان کو آسمان پر لے جاوے یا کسی آسمانی وجود یعنی فرشتہ کو حکم دے
کہ فلاں انسان کو اٹھا لاؤ اور وہ انسان کو اٹھا لے جاوے۔ روزمرہ کا
مشاہدہ ہے کہ پرواز کرنیوالا وجود دوسرے وجود کو جس میں قوت پرواز
نہیں ساتھ لیجاتا ہے۔ جیسا کہ چیل کا چوہے وغیرہ حشرات کو اٹھا لیجانا
شاہد ہے۔ ایسا ہی حکم ربی سے فرشتہ انسان کو آسمان پر لیجا سکتا
ہے۔ مگر انسان کا اٹھایا جانا کچھ محال عقلی نہیں ہے۔ کیونکہ ہوا غالب عنصر
اڑنے والا ہے اور پانی ہوا کے ساتھ شامل ہو کر اڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ
روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہوا پانی کو اٹھائے پھرتی ہے۔ آگ پہلے ہی سے
عالم علوی سے ہے دیکھو دھواں اوپر کو جاتا ہے روح بھی عالم علوی سے
ہے۔ باقی ایک خاک رہ گئی جس کا اڑنا ظاہر بین نظروں میں محال معلوم ہوتا
ہے مگر حقیقت میں خاک بھی امتزاج عناصر سے بنی ہوئی ہے۔ جب دوسرے
عنصر کا غلبہ ہو جاوے تو مغلوب عنصر دوسرے غالب عنصر میں محو ہو جاتا ہے
جیسا کہ حکمت کا مسئلہ ہے کہ مغلوب عنصر غالب عنصر میں تبدیل ہو جاتا ہے
پس اگر آتشی وجود ہے مثلاً آفتاب تو یہ بھی عنصری وجود ہے۔ اور دیگر سیارے
ستارے ہیں۔ تو وہ بھی ترکیب عناصر سے عنصری وجود رکھتے ہیں۔
بلکہ خود آسمان بھی عنصری وجود رکھتا ہے ایک عنصری وجود کا دوسرے عنصری
عنصری وجود پر جانا اور زندہ رہنا کچھ مشکل نہیں اور نہ محال ہے۔ ہکذا فقہ اکبر

شہاب ثاقب کیپ کالونی میں جو زمین پر گرا اور کیمیائی تحقیق کی گئی تو مفصلہ ذیل اشیائے مادی اس میں سے برآمد ہوئیں۔ لوہا۔ کاننٹ گندہک۔ سلیکہ۔ مگنیشیا۔ چونا۔ الائم الومینیا پوٹاس۔ سوڈا۔ آکسائڈ آف میگنیز۔ تانبہ۔ کاربن وغیرہ دیکھو صفحہ ۵ موزرائنڈ جیالوجی مصنفہ ڈاکٹر ڈیل لیس۔ پس یہ جاہلانہ اعتراض ہیں کہ آسمان پر عناصر نہیں۔ اور نہ انسان وہاں زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں جا سکتا ہے۔ خدا کی بادشاہت جب آسمانوں اور زمینوں پر یکساں ہے۔ تو پھر وہ جیسا چاہے عجوبہ نمایاں کر کے اپنی قدرت لامحدود کا ثبوت دے کوئی امر مانع نہیں۔ چونکہ اختصار منظور ہے۔ اس لیے اسی پر اکتفا ہے۔ تاکہ اصل مضمون نہ بڑھ جاوے۔ پس یہ غلط خیال ہے کہ جسد عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ جتنے وجود آسمان پر ہیں وہ بھی تو عنصری ہیں۔ پس یہ اعتراض حکمت سے جہل کا باعث ہے۔ جنوں کی پیدائش آگ سے ہے کیا وہ وجود عنصری نہیں فرشتوں کے وجود نوری ہیں کیا وہ وجود عنصری نہیں یہ صرف لفظی بحث ہے۔ سب کائنات وجود عنصری رکھتی ہے۔ خواہ خاکی ہو۔ یا آتشی یا ہوائی سب وجود عنصری ہیں

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بنی نوع کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ فیہا تحیون وفیہا تموتون سورہ اعراف رکوع ۲۔ ترجمہ تم زمین پر ہی اپنی زندگی کے دن کاٹو گے اور زمین پر مرو گے۔ اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان کے واسطے مقرر ہے۔ کہ زمین پر ہی رہیں۔ اور زمین پر ہی فوت ہوں اور ایک دوسری آیت پیش کرتے ہیں کہ ہم نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ انسان کو اپنی طرف کھینچنے والی اور اس کو اپنے پاس رکھنے والی ہے کہ انسان کو مردہ ہو یا زندہ۔ الم نجعل الارض کفاتا احیاء او

سورہ مرسلات رکوع ۱ - جواب دونوں آیتیں قرآن مجید کی بے محل
ہیں اور یحرفون الکلم عن المواضعہ کے مصداق ہیں۔ جو کہ مرزا صاحب
اور مرزائیوں کے اپنے قول کے مطابق الحاد اور یہودیت ہے۔ پہلی آیت
کے مخاطب حضرت آدم و حوا ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے آسمان سے نکالا اور
آسمانی نعمتوں سے محروم فرمایا۔ تو اس وقت ان کو حکم دیا کہ تم اب زمین پر اپنی
زندگی بسر کرو گے۔ اور زمین پر ہی فوت ہو گے اس سے تو الٹا ثابت ہوا
کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو پہلے آسمان پر رکھا تھا اور ہبوط کے وقت یہ فرما دیا کہ
اب تم زمین پر رہو گے۔ اس سے کیونکر ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ انسان کو آسمان
پر نہیں رکھ سکتا بلکہ ثابت ہوا کہ اگر خدا چاہے انسان کو آسمان پر رکھے یا زمین
پر رکھے دونوں میں اس کا اختیار ہے یہ آیت تو الٹی رفع عیسیٰ علیہ السلام
ثابت کرتی ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے پہلے آدمؑ حواؑ اور سانپ کو جسد
عنصری آسمان پر رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح ان کے اخراج کے بعد بھی اگر
چاہے تو انسانوں اور حیوانوں کو آسمان پر رکھ سکتا ہے۔ جس طرح ایک
جج ایک قیدی کو کہے کہ تم کو عمر قید ہے۔ تم ہمیشہ جیل خانہ میں رہو گے۔ مگر اس
حکم سے جج کی بے اختیاری ثابت نہیں ہوتی۔ کہ وہ اب کسی انسان کو جیل
خانہ سے باہر رہنے نہیں دے سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ حکم حضرت آدمؑ
اور حوا کو کہ تم ہمیشہ زمین پر رہو گے۔ خدائی قدرت اور طاقت کو سلب نہیں کرتا کہ اب
خدا تعالیٰ میں طاقت ہی نہیں رہی کہ کسی کو آسمان پر لے جاوے۔ اگر چاہے اور اسکی
مرضی بھی ہو یہ تو خدا کی معزولی ہے۔ کہ آدم کو نکالنے کے وقت خود آسمانی حکومت
کھو بیٹھے۔ بلکہ اس آیت سے تو انسان کا آسمان پر جا سکنا ممکن ہے۔ کیونکہ
حضرت آدم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے۔ اور کھانے پینے بول براز کا بھی اعت وغیرہ

رفع ہو گیا۔ کہ جسطرح حضرت آدمؑ کو رکھا اسی طرح دوسرے انبیا علیہم السلام کو بھی رکھ سکتا ہے۔ جب پہلے خدا تعالیٰ آسمان پر انسان بجسد عنصری رکھ سکتا تھا۔ تو اس کے بعد بھی رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ ہبوط آدمؑ کے بعد اس کی خدائی طاقتوں میں فرق نہیں آگیا۔ کیونکہ صفت اپنے موصوف کی ذات کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے۔ یہ اس کا اختیار ہے کہ چاہے اپنی صفت کو کسی مصلحت کیواسطے استعمال نہ کرے۔ جیسا کہ زندہ اور مردہ کرنیکی صفت اللہ تعالیٰ میں ہے جیسا کہ فرماتا ہے یحیی ویمیت وھو علی کل شئی قدیر۔ یعنی خدا تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے پس یہ خدائی سے لاعلمی کا باعث ہے کہ کہا جاوے۔ کہ خدا تعالیٰ انسان کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا اور نہ وہاں زندہ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ آدمؑ کی نظیر موجود ہے یعنی جسطرح حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر رکھا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو بھی رکھا ہوا ہے۔ دوم مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یدفن معی فی قبری۔ یعنی حضرت عیسیٰ بعد نزول فوت ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں درمیان ابوبکرؓ و عمرؓ کے دفن کئے جائینگے۔ تو اس آیت کے رو سے بھی مسلمان حق پر ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کو زمین میں ہی دفن کرینگے۔ اس میں قرآن کی کیا مخالفت ہوئی۔ یہ اعتقاد تو عین قرآن کے اور حدیث کے موافق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول زمین میں مدفون ہوں گے۔ صرف درازی عمر کا سوال ہو سکتا ہے جس کی نظیریں بھی موجود ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ و نوحؑ و شیث و قینان وغیرہ علیہم السلام کی عمریں ہا ہزار برس کے قریب تھیں۔ جو کہ آجکل کے زمانہ میں محالات عقلی سے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ رہنا زیادہ عمر تک ناممکن و محال نہیں۔ دوسری آیت بھی غیر محل ہے۔ کیونکہ

قیامت کے بارہ میں ہے۔ اور یہ سب تمام آیات قیامت کے اثبات میں ہیں۔
خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تباہی ہے قیامت کے دن جھٹلانے والوں کو۔ کیا ہم نے
زمین کو جیتوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا (ترجمہ نذیر احمد) اپنی طرف کھینچنے
والی غلط ترجمہ کیا ہے۔ کفاتاً کے معنے سمیٹنے والی درست ترجمہ ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا نمونہ بتاتا ہے۔ کہ ہم ایسے زبردست قدرت والے ہیں
کہ اتنا بڑا وجود زمین ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور اس میں پہاڑ بنائے
اور تمہاری خوراک پوشاک اور معاشرت کے سامان مہیا کئے۔ کیا ہم
اس بات پر قادر نہیں ہیں۔ کہ تمکو دوبارہ زندہ کر سکیں۔ اور تمہارے اعمال
کا بدلہ جزا یا سزا دیں۔ اس آیت کا رفع عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ تعلق نہیں
اور نہ امکان رفع عیسیٰ کے مخالف ہے۔ بلکہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے
کہ خدا تعالیٰ محالات عقلی پر قادر ہے۔ اور ثبوت یہ دیتا ہے کہ جسطرح ہم نے
زمین کو تمہارے سمیٹنے والی بنایا ہے اور اس کے بنانے پر ہم قادر ہیں اور ہماری
قدرت محدود نہیں ہم اسی طرح قیامت پر بھی قادر ہیں جو کہ تمہارے نزدیک
محالات عقلی سے ہے اور اگر کھینچنے والی معنے لیں تو بھی درست معنے یہ ہیں
کہ زمین انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یعنی جوں جوں عمر کم ہوتی جاتی ہے
انسان قبر کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی رسہ باندھا ہوا ہے۔ کہ
وہ انسان کو رسہ کے ذریعہ سے کھینچ رہی ہے۔ افسوس اس آیت کے پیش
کرنے کیوقت وہ استعارہ و مجاز و کنایہ۔ جس پر تمام قادیانی مشن کا مدار ہے
اور نبوت و رسالت کی بنیاد ہے بھول گئے۔ اور حقیقی کشش کھینچنے میں
وہ ہم مسلمان تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول زمین
پر ہی مرینگے۔ اور مدینہ منورہ میں حدیث نبوی کے مطابق مدفون ہوں گے۔ الخ

دیکھو توریت پیدائش باب

ان کا جنازہ پڑھیں گے۔ یہ تو ہمارے حق میں مفید ہے۔ اس آیت سے یہ ہرگز
معلوم نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم رفع الی السماء انسانی سے عاجز ہیں کیونکہ
یہ کج بحثی ہے۔ خواہ مخواہ قرآن کی آیات کا تصادم کیا جاوے۔ جو کہ شریعت
میں حرام ہے۔ یعنی ایک آیت قرآن کی مخالفت کیواسطے دوسری آیت کو ٹکرانا
اور اپنے مطلب کو ثابت کرنیکے واسطے بے محل آیت پیش کرنا۔ رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما ہلک من کان قبلکم بہذا ضربوا کتاب اللہ
بعضہ ببعض یعنے تم سے پہلے لوگ اسواسطے تباہ ہوگئے کہ انہوں نے
خدا کی کتاب کو بعض سے بعض کو لڑایا۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں قرآن کے ساتھ تدافع کرنا حرام
ہے اور اسکی شکل یہ ہے کہ آیت بے محل اپنے مدعا کے ثابت کرنیکے
واسطے پیش کرکے دھوکہ دینا اور نص قرآن کا رد کرنا یہ حرام ہے۔ اور حدیث
میں بھی تدافع کرنا حرام ہے۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب اور مرزائی تدافع کرنے
سے خوف خدا نہیں کرتے۔ جب کوئی نص قرآنی یا حدیث نبوی پیش کیجاوے
تو جھٹ کوئی نہ کوئی بے محل اور بے موقعہ آیت پیش کردیتے ہیں پس
ان آیات کا رفع عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ غرض قرآن
مجید میں بہت جگہ رفع کا لفظ آیا ہے۔ مگر سب جگہ یہ ہرگز معنے نہیں کہ ہر جگہ
ہی رفع ہو۔ جیسا موقع ہوتا ہے۔ ویسے ہی معنے ہوتے ہیں۔ ورفعنا
فوقکم الطور۔ سورۃ بقر کیا اس آیت کے یہ معنے درست ہوسکتے ہیں
کہ طور کی جان نکال کر خدا نے اس کا روحانی رفع کیا تھا۔ یا رفع یدین جو
بہت جگہ حدیثوں میں آیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہاتھوں کی جان
نکال کر خدا نے ان کا روحانی رفع کیا۔ یا رفع شک کے معنے یہ ہیں کہ خدا نے

شک کی جان نکال کر اس کا رفع روحانی کیا ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ کیونکر درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع صرف روحانی ہوا۔ حالانکہ وعدہ تھا کہ اے عیسیٰ میں تمکو اٹھاؤں گا۔ اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ جسم و روح ترکیبی حالت کا نام ہے اور جسم ہی قتل سے بچایا گیا۔ تو جسم کا ہی رفع ضروری تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم۔ یونس۔ نوح۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم سب کی حفاظت جسمانی فرمائی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور تھا۔ کہ اس کے جسم مبارک کو ذلیل کیا جاوے کوڑے لگائے جاویں موہنہ پر طمانچے مارے جاویں اور اور لمبے لمبے کیل اس کے ہاتھ پاؤں میں ٹھوکے جاویں اور ان سے خون جاری ہو اور کاٹھ پر لٹکایا جاوے اور اس عذاب پر خدا کو ذرہ رحم نہ آوے۔ اور بجائے اس کے بچاؤ کے اس کی جان بھی نکلنے نہ پاوے یہ صریح ظلم حضرت عیسیٰ کے حق میں کیا جاتا ہو۔ پس یہ غلط ہے کہ رفع روحانی ہوا تھا۔ کیونکہ قرائن وسیاق قرآن کے برخلاف ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے بھی بچائے گئے اور قتل سے بھی بچائے گئے۔ جیسا کہ انجیل برناباس میں لکھا ہے۔ پس اے برناباس معلوم کر اسی وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا واجب ہے اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالیگا اور اس بنا پر مجھکو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچیگا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائیگا اس لیے کہ اللہ مجھکو زمین سے اوپر اٹھائیگا اور بیوفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک اس کو یہی خیال کریگا کہ میں ہوں۔ دیکھو انجیل برناباس فصل ۱۱۲ آیت ۲ و ۱۴ و ۱۵۔

اس انجیل کے مضمون کی قرآن مجید نے بھی تصدیق فرمادی۔ وما قتلوہ وما صلبوہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔ اور مشتبہ لہم ہو گیا ہے۔ مگر اب کہا جاتا ہے کہ اگر یہ معنی تسلیم کئے جاویں تو مرزا صاحب کی دوکان نہیں چل سکتی اسلئے تاویلات باطلہ کر کے اجماع امت کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو صلیب دیا جانا اور سُولی دیا جانا ذلیل کیا جانا کوڑے اور طمانچے اور موہنہ پر تہوکا جانا سب لعنتی ہونیکی باتیں اس میں تسلیم کر کے رفع روحانی تسلیم کرانیکی کوشش کیجاتی ہے۔ تاکہ کسی طرح مرزا صاحب مسیح موعود بن جاویں۔ چاہے قرآن و احادیث و اجماع کے برخلاف ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ کیا مصیبت پیش آئی ہے۔ کہ ہم اجماع امت کے برخلاف ہو کر ہم مسیح کو مصلوب یعنی لعنتی اور رفع روحانی کا ڈھکوسلا تسلیم کریں۔ جب قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قتل وصلب کا فعل تو ضرور واقع ہوا۔ مگر مسیح مرفوع ہوئے اور ان کا شبیہ یعنی یہودا مصلوب ہوا۔ تو پہر جو امر پہلے انجیل سے پہر قرآن سے پہر احادیث سے۔ اور پہر اجماع امت سے ثابت ہو اور جس پر ۱۳ سو برس سے عمل امت چلا آیا ہو۔ اس سے ایک مسلمان کسطرح انکار کر سکتا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔ اور یومنون بالغیب کے پاک گروہ سے ہونا چاہیے وہ تو ہرگز ایسی دلیری نہ کریگا۔ ہاں بجز مومن جو چاہے۔ تسلیم کرے۔ اس سے کچھ بحث نہیں ؛

پانچواں اعتراض۔ کرہ زمہریر سے انسانی وجود گذر نہیں سکتا۔ اس لئے انسان وہاں جا نہیں سکتا۔ **جواب**۔ یہ بھی شرعی اعتراض نہیں۔ صرف کمی علوم حکمت کے باعث ہے۔ اس لئے ہم بھی علوم حکمت سے عقلی جواب دیتے ہیں۔ پہلے جسم کی تعریف کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے

جسم ایک جوہر کو کہتے ہیں۔ کہ اس میں طول اور عرض اور پہنا اور عمق ہو۔ اور ہر جسم میں دو امر ہوتے ہیں۔ کہ ان کے بغیر جسم پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایک کو ہیولیٰ اور دوسرے کو صورت کہتے ہیں۔ اور ہر جسم جو ہے اس میں فلکیات و عنصرات سے کچھ مقدار اور شکل سے حصہ ہے۔ کہ جس سے وہ مخصوص ہے۔ اور ہیولیٰ صورت خارجی میں تعین کا محتاج ہوتا ہے اور صورت وجود خارجی میں ہیولیٰ کی محتاج ہوتی ہے۔ پس صورت اور ہیولیٰ ایکدوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے :۔

جسم دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مرکب اور دوسرا بسیط۔ جسم مرکب وہ ہے کہ اس کی ترکیب اجزائے سے ملی ہوئی ہو۔ جیسا کہ سرکہ اور شہد ملا کر سکنجبین بناتے ہیں۔ اس کے برعکس جسم بسیط مرکب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پانی یا ہوا یا آگ وغیرہ۔ جسم بسیط کے پھر دو قسم ہیں ایک وہ کہ تبدیل ہو سکے۔ جیسا کہ عناصر دوسرا وہ جو تبدیل نہ ہو سکے۔ جیسا کہ آسمان۔ جو کہ دلائل فلسفہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان کو تغیر و فنا نہیں اور نہ یہ ایک شکل سے دوسری شکل میں بدل جاتے ہیں۔ اسیواسطے فلکیات کو بسیط علوی کہتے ہیں اور عناصر کو بسیط سفلی۔ پس اجسام بسیط کا مقدم ہوتا ہے۔ مرکبات کے وجود پر۔ اب چونکہ جسم انسانی مرکب ہے عناصر سے اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ آسمانوں پر بھی عناصر ہیں۔ چنانچہ دانش نامہ میں لکھا ہے کہ مکان آگ کا زیر فلک قمر ہے اور مکان ہوا کا آگ کے نیچے اور مکان پانی کا ہوا کے نیچے اور خاک کا پانی کے نیچے اور حکما نے مقرر کیا ہے کہ بعض عنصر ثقیل ہیں۔ اور بعض خفیف :۔ خفیف وہ عنصر ہیں۔ جو اوپر کی طرف مائل ہوں۔ اور ثقیل وہ ہیں جو نیچے کی طرف مائل ہوں

آگ اور ہوا اوپر کی طرف مائل ہیں۔ اور خاک اور پانی نیچے کی طرف مائل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود عنصری بطور معجزہ خاص تھا۔ یعنی بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوا تھا۔ پس ایسے لطیف اور معجزنما وجود کا رفع محال عقلی ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس کی پیدائش نطفہ سے نہ تھی۔ اور یہ اسواسطے کہ علام الغیوب جانتا تھا۔ کہ مرزائی ایک فرقہ ہوگا۔ جو رفع عیسیٰ پر معترض ہوگا اس واسطے پہلے ہی سے [illegible] عیسیٰ کو مستثنیٰ کر دیا۔ کہ ایسا وجود بخشا کہ جو نطفہ کا توسط نہ رکھتا تھا۔ جو کہ خلاف قانون فطرت و محالات عقلی سے تھا۔ علم طب سے یہ بات ثابت ہے کہ مرد کے نطفہ سے ہڈی بنتی ہے۔ اور عورت کے خون سے بدن بنتا ہے۔ اور یہ محال ہے۔ کہ ہڈی بغیر نطفہ کے پیدا ہو۔ مگر اس قادر مطلق نے جو کسی قانون کا پابند نہیں۔ حضرت عیسیٰ کے وجود میں بغیر مادہ مرد کے ہڈی بھی پیدا کر دی اور علیٰ کل شیءٍ قدیر ہونیکا ثبوت دیکر اس قانون فطرت کو جو آدم سے لیکر حضرت مریم تک چلا آتا تھا۔ توڑ کر محالات عقلی کے تمام اعتراضوں کا رد کر دیا۔ جب یہ کلیہ مسلّمہ ہے۔ کہ روح جس جسم میں داخل ہوتی ہے۔ اسی کی قابلیت کے مطابق کام کرتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم ایک خاص جسم عنصری تھا۔ جس کا رفع ممکن تھا۔ عناصر کے طبقات مقرر ہیں جسطرح کہ نو آسمان ہیں اسی طرح عناصر کے نو طبقات ہیں۔ دو آگ کے۔ ایک خالص جو کہ فلک قمر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور دوسرا دخانیہ جو کہ بخارات غلیظہ جو کہ زمین سے نکلتے ہیں۔ اس آگ کے جو کہ ہوا کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ متصل ہے۔ ایسا ہی ہوا کے تین طبقے ہیں۔ پہلا طبقہ ہوا کا صرف ہی ہوا ہے۔ جو کہ ہم محسوس کرتے ہیں جو کہ آگ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ دوسرا طبقہ ہوا کا وہ ہے۔ جس کو کرہ زمہریر

کہتے ہیں اور یہ نہایت سرد ہوتا ہے۔ بسبب دوری سے زمین کے۔ تیسرا
طبقہ ہوا کا وہ ہے جو زمین سے ملا ہوا ہے۔ اور یہ طبقہ گرم ہوتا ہے آفتاب
کے شعاع سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اوپر بھی ہوا ہے۔ اور کرہ زمہریر کے
اوپر بھی ہوا اور دیگر عناصر ہیں۔ اس لئے انسان کا آسمان پر جانا اور زندہ رہنا
محالات عقلی سے نہیں۔ کیونکہ کرہ زمہریر سے تیزی سے گذر جانا محالات سے
نہیں۔ جس طرح فرشتے گذرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو بھی ساتھ لیگئے۔ تیزی
میں گذرنے سے سردی اثر نہیں کرتی۔ شاید کوئی مرزائی کہدے کہ یہ فلسفہ
یونانی پرانا ہے۔ ہم نہیں مانتے۔ تو ہم جدید فلسفہ سے بھی ثابت کرتے ہیں۔
کہ آسمان پر بھی کوئی جگہ ہیولیٰ سے خالی نہیں۔ پروفیسر آرنسٹ ہیکل آف
جنا یونیورسٹی جرمنی لکھتے ہیں کہ خلا کی وسعت غیر محدود و غیر معین ہے۔ اس
کا ایک انچ بھی خالی نہیں ہر جگہ ہیولیٰ ہے۔ اس کی نقل و حرکت مسلسل جاری ہے۔
مادہ اور انقلاب انگیز قوت کے عمل کا تسلسل جاری ہے۔ مادہ بتدریج حجم و ضخامت
میں بڑھتا رہتا ہے۔ الخ ادیب صفحہ ۱۷۳۔ دوم حرارت و روشنی دو چیزیں جانداروں
کیلئے لازم ہیں۔ اس وجہ سے سورج منبع حیات ہے ادیب صفحہ ۱۷۲۔ سوم
فرانس کا ایک نامور فاضل لوئی فجنگی ہے۔ آفتاب میں انسانی آبادی کے بارہ
میں لکھتا ہے۔ کہ جو شخص اس نظریہ کا قائل ہے۔ جس کے حامی ہرشل اور ہمبولٹ
وغیرہ تھے۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ آفتاب میں ایسے انسانوں کی بستی ناممکنات سے
نہیں۔ جو ہم سے قدرتاً مختلف ہیں۔ ادیب صفحہ ۱۷۲۔ چہارم طبقہ نور کی حرارت
نشیبی کرہ ہوا سے وہاں پہونچ سکتی ہے۔ لہذا جانداروں کی زندگی قائم رہ سکتی
ہے۔ اسی طرح جو روشنی صاف ہو کر جاتی ہے۔ آنکھوں کو تیرہ نہیں کرتی۔ اس
میں ہم ایسے انسان زندہ رہ سکتے ہیں۔ دیکھو ڈسے افز ڈپیقہ صفحہ ۱۰۰۔

باقی رہا کشش زمین کا اعتراض کہ زمین کی کشش انسان کو اوپر جانے نہیں دیتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین کی کشش سے اگر حکما قائل نہیں۔ کیونکہ یہ مانا ہوا اصول ہے۔ کہ زمین کی کشش اسقدر قوی ہے کہ آفتاب کو ساڑھے نو کروڑ میل سے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر بفرض محال ہم تسلیم بھی کریں۔ تو پھر ناممکن ہے کہ کوئی جانور ہوا پر پرواز کر سکے۔ اور ہوائی جہاز زمین سے الگ ہو کر بلند پروازی کر سکیں۔ کیونکہ جب زمین ۹½ کروڑ میل سے اپنے سے بڑے وجود یعنی آفتاب کو جو اس سے دس لاکھ حصہ سے زیادہ بڑا ہے کھینچ لیتی ہے۔ تو جانور اور ہوائی جہاز اس کی کشش کا مقابلہ کر کے غالب آ کر بلند پرواز ہوں۔ پس یا تو ہوائی جہازوں اور جانوروں کی پرواز سے انکار کرنا پڑے گا۔ یا زمین کی کشش سے مگر چونکہ مشاہدہ ہے کہ ہزاروں منوں بوجھ والے جہاز اوپر چلتے ہیں۔ اور کئی کئی دن تک اوپر رہتے ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ زمین میں کوئی ایسی کشش نہیں کہ کوئی وجود اس سے الگ ہو کر اوپر نہ جا سکے۔ علاوہ بریں رسالہ الشمس الضحی میں لکھا ہے کہ ہم لوگ ذی روح ہیں اور ہم میں ایک ایسی طاقت ہے کہ زمین کی کشش سے ہم اپنے آپ کو روک سکتے ہیں۔ از کتاب العقل صفحہ ۱۲۹ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ذی روح تھے یعنے زندہ تھے۔ اس لئے ان کو زمین کی کشش آسمان پر جانے سے نہیں روک سکتی اور نہ محال عقلی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر جا سکیں۔ پس حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا رفع حکمت یونانی اور انگریزی سے بھی ثابت ہے اور یہی مقصود تھا۔

چھٹا اعتراض۔ انسانی جسم آسمانی آب و ہوا کے موافق نہیں اس

سے انسان وہاں زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب۔ یہ بھی بسبب ناواقفیت علوم جدیدہ کے اعتراض ہے۔ ذریخ عالم علم ہیئت آرگو صاحب اپنی کتاب ڈے آفر ڈیٹد کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ انسان آفتاب میں زندہ رہ سکتا ہے۔ ترجمہ اصل عبارت کا یہ ہے۔ اگر مجھ سے پوچھا جاوے کہ کیا سورج میں آبادی ہے۔ تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں۔ لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جاوے کہ آیا ہم ایسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں۔ تو اثبات میں جواب دینے سے گریز کرونگا۔ حضرت آدمؑ اور حواؑ علیہم السلام اور سانپ کا آسمان پر قبل از ہبوط آدم قرآن اور دیگر کتب سماوی سے ثابت ہے۔ اگر مومن ہو۔ تو مانو۔ اور اگر غیر مومن ہو۔ تو انکار کرو یا تاویل کرو۔ تاویل بھی ایک قسم کا انکار ہے۔

ساتواں اعتراض حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں بول و براز کہاں کرتے ہوں گے اور کھانا کہاں کھاتے ہوں گے :۔

جواب:۔ یہ اعتراض کوئی مسلمان قرآن شریف کے ماننے والا تو ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قصہ آدمؑ و حواؑ جو قرآن میں مذکور ہے اور دیگر کتب سماوی میں بھی مندرج ہے۔ صاف صاف بتا رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بمعہ اپنی بیوی کے آسمان پر رکھے گئے تھے۔ پس حضرت عیسیٰؑ بھی وہی باورچیخانہ اور پاخانہ یعنی پاخانہ استعمال کرتے ہوں گے

دوئم قرآن مجید میں مائدہ کا اترنا حضرت عیسیٰؑ کی دعا پر ثابت ہے تو آسمانی باورچیخانہ بھی ثابت ہوا۔

سوئم۔ جب کل رزقوں کا منبع اور کل کائنات کی زندگی اور قوام کا باعث آسمان اور اسکی گردش اور آفتاب و مہتاب وغیرہ اجرام

فلکی کی تاثیرات ہیں۔ تو پھر ایک حضرت عیسیٰ کیواسطے رزق کا نہ ملنا چہ
معنے دارد جب سب کچھ ولائت سے آنا تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر کسقدر
جہالت ہے۔ کہ کہا جاوے۔ کہ زید ولائت میں کیا کھاتا ہوگا۔ ایسا ہی جب
سب رزق آسمان سے آتے ہیں۔ تو پھر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ کہا
جاوے کہ عیسیٰ علیہ السلام وہاں کھاتے کیا ہوں گے۔ الغرض اگر جہالت
بری بلا ہے۔ جب زمانہ حال میں فلکیات کے عالموں نے ثابت کردیا ہے
کہ زمین ایک چھوٹا سا کرہ ہے۔ اور تمام ستارے کرے ہیں۔ اور سب
میں آبادیاں ہیں۔ جب ایک چھوٹے سے کرہ زمین پر تمام حوائج انسان
وحیوان وچرند وپرند کے پورے ہو سکتے ہیں اور خدا کر رہا ہے۔ اور تمام
رزقوں کا پیدا ہونا آسمانی وجودوں کی تاثیرات سے ہے۔ جیسا کہ آفتاب
وماہتاب وغیرہ کی تاثیرات سے کل دانے اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ تو پھر
ان کروں میں جو زمین سے کئی حصے زیادہ ہیں اور عناصر و مادہ سے بھرے
پڑے ہیں۔ اُن میں حضرت عیسیٰ کو نہ تو کھانا ملے اور نہ بول وبراز کیواسطے
جگہ ملے ایسے جاہل معترض سے کیا بحث ہو جو کہ کوئیں کے مینڈک کی
طرح اپنے چاہ کو ہی دنیا سمجھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ چاہ سے باہر نہ تو
کوئی زندہ رہ سکتا ہے۔ اور نہ چاہ کے باہر کوئی پانی کا قطرہ ہے۔ اور نہ
ہوا ہے۔ ایسے نادانوں کو سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں رب
العالمین فرما کر ایسے ایسے اعتراضوں کو صاف کردیا ہے۔ جب صرف
ایک ہی عالم نہیں بلکہ کئی عالم ہیں اور سب کی پرورش ہوتی ہے۔ اور
ہر ستارہ میں آبادی ہے۔ تو پھر یہ خیال جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔
کہ رزق صرف زمین کے رہنے والوں کو ملتا ہے۔ اور پاخانہ کیواسطے جگہ

بھی صرف زمین والوں کو ہی مل سکتی ہے۔ دوسری آبادیوں اور آسمانی ہستیوں
کا نہ تو خدا رازق ہے اور نہ ان کو رزق ملتا ہے مصرعہ عجم بر ایں عقل و دانش
بباید گریست۔ دوم مشاہدہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس کسی کو جس جگہ رکھتا ہے۔
اس جگہ کی آب و ہوا کے مطابق اس کی مزاج بنا دیتا ہے۔ سرد ملکوں کے
باشندے خوراک و پوشاک میں گرم ملکوں کے باشندوں سے بہت مختلف
ہوتے ہیں۔ مگر سرد ملک کے گرم ملک میں اور گرم ملک کے سرد ملک میں
آتے جاتے ہیں۔ اور آب و ہوا کے موافق زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ
آسمان پر اٹھائے گئے اور رکھے گئے تو آسمانی زندگی بسر کرتے ہوں گے
اور وہاں کی آب و ہوا بھی ایسی ہے کہ وہاں کے ساکنان لطیف غذا کھاتے
ہیں۔ شائد غذا اور رزق کے معنے آپ گندم کی روٹی اور چاول بھاجی سمجھتے
ہوں گے۔ اور یہ غلط ہے۔ خدا تعالیٰ انسان کو جس جگہ رکھتا ہے۔ اس کی
حالت بھی ویسی ہی کرتا ہے۔ اور ویسی غذا دیتا ہے۔ آپ اپنی حالت
یاد کریں کہ ماں کے پیٹ میں آپکو غذا بھی ملتی تھی اور آپ کی پرورش بھی
ہوتی تھی۔ مگر آپ کو بول و براز وہاں نہ آتا تھا۔ کیا آپ انسان نہ تھے۔
کیا آپ بجسد عنصری نہ تھے۔ کیا آپ ذی روح نہ تھے۔ کیا آپ سانس
نہ لیتے تھے۔ سب کچھ تھا۔ تو پھر اس صانع مطلق نے جب ماں کے پیٹ
میں آپ کی حفاظت کی۔ سانس کیواسطے ہوا کا بھی انتظام کیا۔ بول و براز
کا بھی انتظام کیا گیا۔ تو وہ قادر مطلق آسمان پر جو کہ ماں کے پیٹ اور کرہ
زمین سے لاکھوں بلکہ لاتعداد درجہ زیادہ ہے۔ حضرت عیسےٰ کے رزق اور
بول کا بندوبست نہ کر سکے۔ ایسے عاجز خدا کو آپ علیٰ کل شئی قدیر ہرگز نہیں
کہہ سکتے۔ اور نہ جس کو ایسے ایسے اعتراض پیدا ہوں عارف اور خدا شناس

کہہ سکتے ہیں۔ ایسا شخص تو خدا کی خدائی کا منکر اور اسکی قدرت سے بالکل بے خبر اور اس کے عرفان سے اندھا ہے۔ معمولی مسلمان بھی نہیں مسیح موعود اور نبی رسول ہونا تو بڑی بات ہے :۔

آٹھواں اعتراض۔ اب جو تنازعہ ہو رہا ہے۔ تو مسلمانوں کو چاہئے کہ مسیح کو اتار دیں اور ازالہ اوہام میں مرزا صاحب تمسخر کے طور پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ کوئی میلوں سے اترنے والا مسلمانوں کو دھوکہ نہ دے :۔

جواب۔ یہ اعتراض بعینہ وہی ہے جو کفار جواب دینے سے عاجز ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے۔ کہ قیامت کا ہونا برحق ہے۔ اور ضرور قیامت آنی ہے۔ تو ہم منکر ہیں۔ ہمارے وقت میں آجاوے۔ تاکہ ہم جھوٹے اور تم سچے ثابت ہو جاویں۔

افسوس یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جب علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے اور قیامت کا آنا اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ میں وقت مقررہ ہے۔ تو اسی وقت آئیگی۔ یہ مطالبہ مرزائیوں کا تب درست ہو سکتا تھا۔ جبکہ قیامت آجاتی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوتا جب قیامت نہیں آئی اور دوسری علامات قیامت ظاہر نہیں ہوئیں۔ تو پھر حضرت عیسےٰ کس طرح اتر آویں۔ کیا سورج مغرب سے نکلا خروج دجال ہوا دابۃ الارض نکلا۔ یاجوج ماجوج ظاہر ہوئے؟ وغیرہ وغیرہ تو حضرت عیسیٰ کس طرح اتر آویں۔ اگر کہو کہ مرزا صاحب کی تاویلات کے موافق سب علامات ظاہر ہو چکیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ مسیح موعود تاویلی و بناوٹی تھا۔ ایسے ہی علامات بناوٹی و غلط ہیں۔ جس عقل اور علم سے غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ بن مریم نبی ناصری تسلیم کیا جاتا ہے

اسی عقل اور علم سے طلوع الشمس من المغرب اور دابۃ الارض اور یاجوج و ماجوج کی تاویلات کو قبول کرتے ہو۔ جو کہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کیوقت پادری بھی تھے۔ روس اور انگریز بھی تھے اسلام بھی تھا۔ لعد اس وقت حضور علیہ السلام نے انکو نہ تو دجال فرمایا۔ اور نہ یاجوج ماجوج ہی کہا۔ اور نہ اسلام کے ظہور کو طلوع الشمس من المغرب فرمایا۔ تو دوسرے کسی امتی کا ہرگز منصب نہیں۔ کہ اپنے مطلب کیواسطے خلاف عقل ونقل تاویلات کر کے اپنا الو سیدھا کرے۔ پس جبکہ ابھی دیگر علامات قیامت ظہور میں نہیں آئیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بھی ابھی وقت نہیں آیا۔ اس لئے یہ اعتراض بھی غلط ہے:۔

نانواں اعتراض۔ آسمان پر جانا کوئی فضیلت کی بات تھی۔ تو کیوں سب نبیوں نے خواہش ظاہر نہیں کی۔ کہ اٹھائے جائیں اور کیوں نہ اٹھائے گئے۔ حالانکہ ستائے گئے:۔

جواب۔ یہ اعتراض بھی ناواقفیت دین کے باعث کرتے ہیں کیونکہ خداتعالیٰ اپنے کرشمہ قدرت اپنی مرضی سے ظاہر فرماتا ہے اور جیسا موقعہ ہوتا ہے۔ ویسا کرتا ہے۔ اگر سب نبیوں کو آسمان پر لے جاتا تو پھر خداتعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا۔ کہ زمین پر وہ اپنے خاص بندوں کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ اور نہ زمین پر اس کی حکومت ہے۔ کیونکہ جس کو پناہ دیتا ہے آسمان پر ہی لیجاتا ہے اس لئے سب انبیاء علیہم السلام کو خداتعالیٰ نے آسمان پر نہیں اٹھایا اور اپنی قدرت اور جبروت اور علی کل شئی قدیر ثابت کرنے کیواسطے اکثر انبیا علیہم السلام کی حفاظت زمین پر فرمائی جیساکہ حضرت یونسؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی خاص کرشمہ قدرت سے ایک

کو مچھلی کے پیٹ میں ایک کو کفار کے ہاتھ میں ہی ان کی مجوزہ تجویز آتش کو ہی حکم کر دیا کہ سرد ہو جا اور وہ سرد ہو گئی۔ ہاں اسباب کو ظاہر کرنے کے واسطے کہ آسمانوں پر بھی واحد خدا کی حکومت ہے۔ حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ کی حفاظت آسمانوں پر بھیج کر کی۔ تاکہ دہریہ اور لامذہب یہ استدلال نہ کر سکیں۔ کہ آسمان کا خدا الگ ہے۔ جو زمین کی مخلوقات کو آسمان پر جانے نہیں دیتا۔ فضیلت وغیر فضیلت کا سوال غلط ہے۔ کیونکہ انبیا علیہم السلام کا رتبہ اور منزلت جو زمین پر ہے۔ وہی آسمان پر ہے۔ کوئی نبی اگر آسمان پر بحکم رب العالمین چلا جاوے۔ تو دوسرے نبی پر جو زمین پر مامور ہے۔ تو اس کو کوئی زیادہ فضیلت نہیں۔ اسلئے دوسرے نبیوں نے آسمان پر جانیکی خواہش نہ کی :-

دسواں اعتراض۔ کیا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دوبارہ نزول فرماویں اور اس میں امت محمدی کی ہتک ہے۔ کہ اس میں کوئی لائق اصلاح امت نہیں محمدی کی اصلاح کیواسطے تشریف لاویں گے۔ سب حدیثوں میں یہی لکھا ہے کہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور دجال کو ماریگا۔ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا۔ کہ امت محمدی کی اصلاح کریگا۔ کوئی حدیث یکسر الصلیب سے خالی نہیں۔ طوالت کے خوف سے سب حدیثیں نقل نہیں ہو سکتی ہیں۔ صرف ایک بخاری کی حدیث نقل کی جاتی ہے۔ وھو ھذا عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع

الجزیتہ و یفیض المال حتی لا یقبل احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابوہریرہ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ الایۃ متفق علیہ۔ ترجمہ روایت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس خدا کی کہ بقا جان میری کا اس کے ہاتھ میں ہے۔ تحقیق تم میں اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے درحالیکہ حاکم عادل ہوں گے۔ پس توڑینگے صلیب کو یعنی باطل کریں گے دین نصرانیہ کو اور قتل کریں گے سور کو یعنی حرام کرینگے اس کے پالنے اور کھانے کو اور بہت ہوگا مال۔ یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اس کو کوئی یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ اگر شک و تردد رکھتے ہو تو پڑھو اگر چاہو (قران کی آیت) نہیں کوئی اہل کتاب یعنی یہود و نصارا مگر کہ ایمان لائیگا عیسیٰ پر پہلے مرنے ان کے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے۔ روایت کیا بخاری و مسلم نے اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرض منصبی بعد نزول کسر صلیب و ہدایت یہود ہوگا۔ نہ کہ اصلاح امت محمدی پس اس میں امت محمدی کی کوئی ہتک نہیں بلکہ فخر ہے۔ کہ ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت رحمۃ العالمین خاتم النبیین کی امت میں شامل ہوکر امامت کا فرض ادا کرتا ہے۔ اور اس حدیث نے قران مجید کی آیت وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی تفسیر بھی کردی۔ جو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تفسیر ہے جو کہ سب تفسیروں سے افضل و اکمل ہے۔ کیونکہ جیسا مفسر اعلیٰ قدر

ہوگا۔ ویسے ہی اس کی تفسیر بھی معتبر ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے آگے کسی دوسرے خود غرض مدعی کی تفسیر کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ مسلمہ اصول اجماع امت محمدی کا ہے۔ کہ جو تفسیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا ہے۔ فرما دیں وہ تفسیر سب سے اعلیٰ ہوگی۔ پس خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قرآن سے اور پھر اپنی حدیث میں جب فرما دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اصلاح یہود و نصاریٰ کے واسطے ہوگا۔ تو پھر یہ اعتراض بالکل غلط ہوا کہ امت محمدی میں کوئی لائق نہیں کہ امت کی اصلاح کرے۔ اور اس میں امت کی ہتک ہے ۞

اس قرآن مجید کی آیت اور حدیث نبوی نے جو کہ اس آیت کی تفسیر ہے قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے تمام اعتراضات اور تاویلات غلط ہیں۔ اور ذیل کے امور قرآن اور حدیث یعنی خدا اور رسول خدا کے فرمودہ سے ثابت ہیں۔ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً نزول جو کہ فرع ہے۔ رفع عیسیٰ علیہ السلام کی۔ دوم حیات عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت ہوئی اور قبل موتہ کا ضمیر بھی حضرت محمد رسول اللہ نے عیسیٰ بن مریم کی طرف راجع فرمایا۔ تو اب کسی کا حق نہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ کی تردید کرے۔ اور اپنا ابو سعید ہا کرے اس میں ایمان سلامت نہیں رہتا۔ کہ رسول خدا کی مخالفت کی جاوے۔ سوم حکماً و عدلاً سے مرزا صاحب کی تمام تاویلات و دعاوی باطل ہو گئے۔ کیونکہ مرزا صاحب انگریزوں کی رعیت تھے نہ کہ حاکم عادل تھے۔ چہارم یہ کہ اس کی ڈیوٹی کسر صلیب ہے اور کسر صلیب بہ حیثیت حاکم عادل ہونے کے ہو سکتی ہے۔ نہ کہ محکوم ہونے کی حالت میں

پنجم یضع الجزیۃ اس کی بھی علامت ہے۔ یعنی ایسا حاکم ہوگا کہ اس کے وقت میں جزیہ نہ رہیگا۔ بلکہ وہ خود مال لوگوں کو دیگا۔ مگر مرزا صاحب ایسے مسیح موعود ہیں کہ لوگوں سے مال ٹٹورتے تھے۔ پس سچے مسیح موعود وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کا رفع بجسد عنصری ہوا۔ اور نزول بھی اصالتاً بجسد عنصری ہوگا۔ جھوٹے مسیح اور مہدی تو بہت ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ہے کہ بہت جھوٹے مسیح اور نبی ہوں گے۔ اور امتی بھی ہوں گے۔ کلھم یزعم انہ نبی اللہ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ چونکہ ممکن نہ تھا کہ دو الوالعزم پیغمبروں کی پیشگوئی جھوٹی ہوتی۔ اس لئے پہلے زمانوں میں بھی جھوٹے مدعی گذرے اور اس زمانہ میں بھی مرزا صاحب اور آئندہ بھی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ہوتے رہیں گے۔ سچا مسیح موعود تو وہی ہے۔ جو کہ قیامت کی علامات سے ایک علامت ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد قیامت آجائیگی۔ مگر مرزا صاحب کے بعد بھی قیامت نہیں آئی۔ جیسا کہ پہلے کذابوں کے بعد قیامت نہ آئی تھی۔ اور وہ جھوٹے ثابت ہوئے مرزا صاحب بھی ہرگز ہرگز اپنے دعویٰ مسیح موعود ہونے میں سچے نہیں اور کسی مسلمان کا ایمان اجازت نہیں دیتا۔ کہ صحیح طور پر جو امور پہلے قران شریف سے پھر حدیث نبوی۔ پھر صوفیہ اکرام اور اجماع امت سے ثابت ہوں۔ ان سے صرف ایک شخص جو کہ خود ہی مدعی ہے اسکے کہنے سے انکار کر کے قیامت کا عذاب اپنے ذمہ لیوے۔ اور خسرت الدنیا والاخرۃ کا مصداق بنے۔ اخیر میں ہم مجدد صاحب سرہندی و دیگر صوفیہ کرام مجددین کا عقیدہ در بارہ نزول عیسیٰ علیہ السلام لکھتے ہیں تا کہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب

بالکل اجماع امت کے برخلاف کہتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اس کو ہرگز نہ ماننا چاہئیے۔ وھو ہذا۔ دیکھو صفحہ ۲۰۳ مکتوب ۱۷ دفتر سوم مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ اردو اصل عبارت یہ ہے۔ حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصلواۃ والسلام ہماری شریعت کی متابعت کرینگے الخ دیکھو صفحہ ۲۰۲ مکتوب ۲۰۲ دفتر دوم مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ اردو اصل عبارت قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے۔ سب حق ہیں۔ ان میں کسی قسم کا خلاف نہیں۔ یعنی آفتاب عادت کے برخلاف مغرب کی طرف سے طلوع کریگا۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر ہوں گے۔ دابۃ الارض نکلیگا۔ اور دھوآں آسمان سے ظاہر ہوگا۔ الخ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ تاکہ ثابت ہو کہ مرزا صاحب تمام امت کے برخلاف گئے ہیں۔ یہ اسواسطے لکھا جاتا ہے کہ مرزائی یہ نہ کہدیں۔ کہ کسی صاحب کشف والہام کی سند پیش ہونی چاہئیے۔ کیونکہ مرزا صاحب کو کشف والہام سے معلوم ہوا کہ مہدی اور عیسٰی ایک ہی شخص ہے اور وہ غلام احمد قادیانی ہے:۔

اب یہ مسلمہ اصول اہل اسلام ہے کہ جب دو ولیوں کا کشف والہام متفق ہو تو حجت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ نصوص شرعیہ کے برخلاف نہ ہو۔ ایک مجدد کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ان کا بھی مذہب تھا کہ امام مہدی علیہ الرحمۃ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام دو الگ الگ شخص ہیں۔ اب شیخ اکبر کا مذہب بھی سن لو۔ اور خدا کو حاضر ناظر جانکر اپنے دل سے فتوے طلب کرو۔ کہ کون حق پر ہے مجدد الف ثانی اور شیخ اکبر یا مرزا صاحب شیخ اکبر فتوحات کے باب ۳۶۷ میں فرماتے ہیں۔ کہ بڑی وراثت ختم ولایت ہے۔ پس

مطلق ولایت کے خاتم حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ جو اخیری زمانہ میں نزول فرماویں گے اور ولایت مطلقہ کے خاتم ہوں گے۔ اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم ایک شخص ملک مغرب کے ہوں گے۔ اور خاندان اور ملک دونوں میں اشرف ہونگے۔ یعنی امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ سید ہوں گے نہ کہ مغل چنگیز خاں کی اولاد سے۔ فتوحات کے باب ۷۳ میں لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابوبکرؓ سے سوا عیسٰی علیہ السلام کے افضل ہو۔ کیونکہ جب عیسٰی علیہ السلام فرود ہوں گے۔ یعنی آسمان سے اتریں گے۔ تو اسی شریعت محمدی سے حکم کرینگے الخ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ پر فرماتے ہیں قد تواترت الاحادیث بنزول عیسٰی جسما وردت بذلک الاحادیث المتواترۃ۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام جسماً اتریں گے۔ جیسا کہ متواتر حدیثوں میں آیا ہے رفع جسمانی ثابت ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا مذہب بھی لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ مرزائی مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کے برخلاف مذہب رکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰی مر گئے۔ بروزی رنگ میں نزول کریں گے۔ حالانکہ امام صاحب کا بھی یہ مذہب ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اصالتاً نزول فرماوینگے:

چنانچہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ خروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامت علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن۔ یعنی امام ابوحنیفہ صاحب فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ نکلنا دجال کا اور یاجوج وماجوج اور چڑھنا سورج

کا مغرب کی طرف سے اور اترنا حضرت عیسٰے علیہ السلام کا آسمان سے اور دوسری تمام علامتیں جو صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں حق ہیں ظاہر ہے اب انصاف کرو۔ کہ یہ دھوکہ نہیں کہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں حالانکہ عقیدہ برخلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ حنفیوں کے ساتھ نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ جنازے میں شامل ہوتے ہیں پھر یہ حنفی کس طرح ہوئے۔

شیخ الاسلام الجزائی فرماتے ہیں و صعود الادمی ببدنہ الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فانہ صعد الی السماء یعنی انسان کا آسمان پر ساتھ اس بدن کے جانا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہوا ہے۔ کہ وہ چڑھا آسمان پر :

شیخ الاسلام احمد نفرادی المالکی نے فواکہ دوانی میں لکھا ہے۔ کہ علامات قیامت میں سے حضرت عیسٰے کا آسمان سے اترنا ہے اصالتاً :

علامہ زرقانی مالکی نے شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھا ہے۔ فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی جب سیدنا حضرت عیسٰے علیہ السلام نازل ہوں گے۔ تو ہمارے نبی کی شریعت پر حکم کریں گے۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ کہ امام مالک حضرت عیسٰے علیہ السلام کی موت کے قائل اور بروزی ظہور کے تسلیم کرنیوالے تھے۔ اگر امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہوتا تو یہ مالکی علما اپنے امام کے برخلاف نہ جاتے اور اصالتاً نزول کے قائل نہ ہوتے۔ اس بات پر اجماع امت ہے اور ہر ایک مذہب والے نے بھی لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ابھی نزول

ہماری شریعت یعنی شریعت محمدی پر حکم کرینگے اس سے صاف ثابت ہے کہ آنیوالا صاحب شریعت ہوگا۔ اس کی اپنی شریعت بھی ہوگی۔ اور مرزا صاحب امتی تھے۔ کوئی شریعت نہیں ساتھ لائے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مسیح ہرگز نہیں ہوسکتے اور یہ بھی صاف ثابت ہے کہ اصالتاً نزول ہوگا۔ کیونکہ اگر کسی امتی کا بروزی رنگ میں ظہور ہونا ہوتا۔ تو یہ قید ہرگز نہ لگائی جاتی کہ وہ شریعت محمدی پر حکم کرے گا۔ اور اپنی شریعت سے حکم ہرگز نہ کریگا۔ جیساکہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب حضرت عیسیٰ کو مسلمانوں کا امام کہیگا۔ کہ آپ آگے ہو کر امامت کریں۔ تو وہ کہیگا۔ کہ نہیں میں اسواسطے امامت نہیں کراتا۔ تاکہ میری امت کو شک نہ ہو۔ کہ میں اپنی شریعت عیسوی پر حکم کروں گا۔ اور شریعت محمدی کو منسوخ کرونگا۔ اس حدیث نے فیصلہ کردیا ہے۔ کہ وہی عیسیٰ نبی ناصری اصالتاً نزول فرمادینگے جن کا رفع بجسد عنصری ہوا اور جو صاحب شریعت تھے۔

گیارہواں اعتراض۔ حضرت عیسیٰ اصالتاً نزول فرمادیں گے تو مہر نبوت ٹوٹتی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہتک ہے کہ نبوت سے معزول ہو کر امتی بنائے جاویں۔

جواب:۔ اول تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیدیا ہے کہ نزول عیسیٰ خاتم النبیین کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے نبی مبعوث ہوچکے تھے۔ دیکھو مجمع البحار صفحہ ۸۵ یہاں کا قول درج ہے۔ قولوا انہ خاتم الانبیا ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ۔ یعنی اے لوگو یہ کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیا تھے۔ مگر یہ مت کہو کہ دنیا میں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آنیوالا۔ یہ حضرت عائشہؓ نے اس واسطے فرمایا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کے نزول سے بھی منکر نہ ہو

جاویں۔ حضرت عائشہؓ کا بھی یہی مذہب تھا کہ قرب قیامت میں حضرت عیسٰے
علیہ السلام اصالتاً نزول فرماویں گے۔ جیسا کہ تمام صحابہ کرام و تابعین کا مذہب
تھا۔ اسی کتاب مجمع البحار کے صفحہ ۲۰۲ پر لکھا ہے کہ فیبعث اللہ عیسٰی
ای ینزل من السماء و حاکماً بشرعنا۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام
نازل ہوں گے آسمان سے اور حکم کرینگے ہماری شریعت پر۔ پس ثابت
ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول خاتم النبیین کے برخلاف نہیں
کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پہلے مبعوث ہو چکے تھے۔ دوسری بات یہ ہے ایک اور حدیث بھی اسکی
تفسیر کرتی ہے۔ عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ انی اری
اعیش بعدک فتاذن ادفن الی جنبک فقال وانی لی بذالک
الموضع ما فیہ الا موضع قبری و قبر ابوبکر و عمر و عیسٰی بن مریم
یعنی حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہونگی۔ اگر اجازت
ہو۔ تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں فرمایا آنحضرت صلعم نے میرے
پاس تو ابوبکر و عمر اور عیسٰی بیٹے مریم کے سوا اور جگہ نہیں۔
تیسری حدیث اسی کی تفسیر کرتی ہے۔ عن عبداللہ بن عمرو قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسٰے ابن مریم الی
الارض فیتزوج و یولد لہ و یمکث خمسا و اربعین سنۃ
ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسٰی ابن مریم
فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا۔
ترجمہ:۔ روایت ہے عبداللہ بیٹے عمرو سے راضی ہو اللہ دونو باپ بیٹے سے

کہا فرمایا رسول خدا صلعم نے۔ اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین
کے پس نکاح کریں گے۔ اور پیدا کی جاویگی ان کے لئے اولاد اور ٹھہرینگے
زمین میں پینتالیس برس پھر مرینگے عیسیٰ اور دفن کئے جاویں گے
نزدیک میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر کے۔ پس اٹھونگا میں اور عیسیٰ بیٹا مریم کا
ایک مقبرہ سے ابوبکر و عمر کے درمیان سے روایت کی یہ حدیث ابن
جوزی نے کتاب الوفا میں اس حدیث نے ذیل کے امور کا فیصلہ کر
دیا ہے اور اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی قبول کیا ہے۔
دیکھو حاشیہ مندرجہ صفحہ ۳ نزول مسیح مصنفہ مرزا صاحب اگر یہ
لوگ سمجھتے کہ فدفن معی فی قبری کے کیا معنے ہیں۔ تو شوخیاں
نہ کرتے۔ پس اس حدیث سے کوئی مرزائی انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ
ان کا مرشد تسلیم کرچکا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔ پہلا امر اس حدیث
سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے
جیسا کہ نزل الی الارض کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔ دوسرا امر یہ کہ ۴۵ برس
زمین پر بعد نزول رہیں گے۔ تیسرا امر یہ کہ بیوی کرے گا۔ کیونکہ جب
اس کا صعود ہوا تھا۔ تو تب تک بیوی نہ کی ہوئی تھی۔ چوتھا امر یہ کہ
حضرت عیسیٰ زندہ بجسد عنصری اٹھائے گئے اور اصالتاً بجسد عنصری
نزول فرماوینگے پانچواں امر یہ کہ بعد فوت ہونے کے مدینہ منورہ میں
مقبرہ رسول اللہ میں مدفون ہوں گے۔ اس سے حیات مسیح بھی ثابت
ہوئی۔ چھٹواں امر یہ کہ مرزا صاحب جو تاویل کرتے ہیں۔ کہ میں روحانی
طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں دفن ہوا بالکل غلط
ہے۔ کیونکہ بین ابوبکر و عمر کے الفاظ حدیث نے مرزا صاحب کی تاویل

کا ابطال کر رہے ہیں۔ کیونکہ ابوبکر و عمر حقیقی طور پر رسول اللہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے نہ کہ روحانی اور مجازی طور پر۔ اور جو خالی جگہ ہے اس میں بھی حقیقی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہونیکے دفن ہونگے۔ مرزا صاحب کے اس امر کثرت تاویل کی تردید حضرت عائشہ کی درخواست بھی ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی حقیقی وجسمانی طور پر مدفون ہونیکی درخواست کی تھی۔ نہ روحانی مجازی طور پر جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر بواسطہ محبت روحانی طور پر دفن ہونا مقصود ہوتا تو یہ امر حضرت عائشہ صدیقہ رض کو حاصل تھا۔ جو کہ رسول اللہ سے انکو اور رسول اللہ کو ان سے کمال محبت تھی۔ جو کہ مرزا صاحب میں ہرگز متصور نہیں۔ دوم اگر کمال محبت سے کوئی شخص محبوب ہو سکتا۔ اور ظلی اور بروزی نبی کہلا سکتا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی و رسول کہلاتے۔ اور روحانی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں میں دفن ہو کر عین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر مدعی نبوت ہوتے۔ مگر وہ تو مدعی نبوت کو کافر جانتے تھے

پس یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

کسی مترجم نے یہ معنے نہیں کئے کہ جب تو نے مجھ کو مارا یا وفات دی۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کئے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے معنے کہ تو نے مجھے وفات دی غلط ہیں۔ جب تک کوئی سند سلف صالحین سے نہیں تب تک ایک خود غرض کے معنے کبھی درست نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ میں نے توفی کے معنے کرنے میں غلطی کی ہے۔ جب ایک شخص غلطی کرنیوالا ہے۔ تو اب کیا ثبوت ہے کہ جو پہلے معنے غلطی نہ کریگا

ہے کہ اب صحیح معنے کرتا ہے اور غلطی نہیں کرتا مرزا صاحب کی اصل عبارت یہ ہے۔ "اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنے ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں"۔ دیکھو ایام صلح صفحہ ۴۱ مصنفہ مرزا صاحب۔ مرزا صاحب غلطی کرنے والے ثابت ہوئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اب جو معنے کرتے ہیں یہ بھی غلط ہیں بدو وجہ اول یہ وجہ کہ معنے توفی کے پورا پورا لینے کے اجماع امت کے موافق ہیں۔ دوسرا یہ کہ براہین احمدیہ بقول مرزا صاحب، خدا کی کلام ہے اور الہامی کتاب ہے جب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ براہین احمدیہ الہام ربانی سے لکھی گئی ہے تو پھر خدا تعالےٰ علام الغیوب تو غلطی نہیں کرتا بعد ازاں جب مرزا صاحب کو مسیح موعود بننے کا شوق ہوا تو لمبے اور غلط معنے کرنے لگے۔ پس توفی کے معنے تحقیقی درست ہیں۔ جو تفسیر اور حدیث کے مطابق ہیں اب تفسیروں سے مختصر طور پر توفی کے معنے لکھے جاتے ہیں :۔

(۱) تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔ التوفی اخذ الشئی وافیاً والموت نوع منہ فان اصلہ قبض الشئی بتمامہ

(۲) تفسیر ابو السعود میں لکھا ہے۔ التوفی اخذ شئی وافیاً والموت نوع منہ

(۳) تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ التوفی اخذ شئی وافیاً والموت نوع منہ ایضاً التوفی جنس تحتہ انواع بعضہا بالموت وبعضہا بالاصعاد الی السماء یعنے توفی کے معنے ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور موت بھی ایک قسم کا توفی ہے۔ اور اسی تفسیر میں لکھا ہے۔ اور بعضے ان میں سے آسمان پر چڑھنے والے وجود پر بولے جاتے ہیں۔

(۴) تفسیر ابو السعود میں ہے۔ توفی کا اصل قبض شئے ہے پوری طرح سے۔

اسکے الفاظ یہ ہیں۔ اصل۔ اخذ قبض شیٔ تماماً۔

(۵) تفسیر قسطلانی میں لکھا ہے۔ التوفی اخذ شیٔ وافیا والموت نوع منہ یعنی توفی کے اصلی معنے کسی چیز کا پورا پورا لے لینا ہیں اور موت بھی اقسام توفی کے معنوں میں سے ایک قسم ہے۔

(۶) تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ پس آن ہنگام کہ مرا فرا گرفتی یعنی رفع کردی باسمان یا میرانیدی۔

(۷) تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ التوفی اخذ شیٔ وافیا والموت نوع منہ۔

(۸) تفسیر بحر مواج میں لکھا ہے۔ پس آنگاہ کہ مرا متوفی گردانیدی وبجہانے دیگر رسانیدی ہم تو نگہبان بودی در کار وبار ایشان یعنی جب تو نے مجھ کو اپنے قبضے میں کر لیا اور دوسرے جہاں میں پہونچا دیا تو پھر تو ان کے کاروبار کو دیکھنے والا تھا۔

(۹) تفسیر جامع البیان میں لکھا ہے التوفی اخذ شیٔ وافیا یعنی توفی کے معنے کسی شے کا پورا لینا ہے۔

(۱۰) تفسیر خازن فلما توفیتنی یعنی فلما رفعتنی الی السماء۔ فالمراد بہ وفات الرفع لا الموت۔ یعنی جب تو نے آسمان کی طرف مجھے اٹھا لیا۔ پس مراد اس اٹھانے سے وفات ہے نہ کہ موت۔

(۱۱) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کے یہ معنے کئے ہیں۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر گیا پھر مجھکو خبر نہیں کہ انہوں نے میرے بعد کیا کیا۔ دیکھو صفحہ ۱۲۹ تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید مرحوم۔

(۱۲) تفسیر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فلما توفیتنی یعنے جب تو نے مجھ کو محجوب کیا۔

دیکھو اص اعلم نص علیسوی۔

(۳۰) خود مرزا صاحب۔ (دیکھو ازالہ اوہام صفحہ مصنفہ مرزا صاحب) جس میں خود انہوں نے پورا لینے کے معنے اصلی آئت کے کئے ہیں۔

مندرجہ بالا تراجم اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ توفی کے معنے حقیقی طور پر توقبض شئے کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا لے لینا اور چونکہ موت کے وقت روح کو اللہ تعالیٰ کامل اور پورے طور پر اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ یعنی لے لیتا ہے اسواسطے توفی کی قسموں میں سے ایک قسم غیر حقیقی و مجازی موت بھی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مرزا صاحب یہ امر ناحق پیش کر رہے ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے اور کون کہتا ہے کہ حضرت عیسےٰ قیامت تک نہ مرینگے۔ مسلمان تو بالاجماع پکار پکار کر کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بعد نزول ۴۵ برس زمین پر رہ کر اور اسلام پھیلا کر فوت ہوں گے اور مقبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں درمیان حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مدفون ہوں گے۔ تنازعہ تو صرف وفات قبل از نزول میں ہے جسکے ثابت کرنے سے مرزا صاحب اور ان کے سب مرید عاجز ہیں۔ یہ کس مسلمان کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی فوت نہ ہوں گے۔ مسلمان تو حضرت مخبر صادق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے۔ عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسےٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابوبکر و عمر۔ رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا۔ ترجمہ روایت ہے عبد اللہ بن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُتریں گے عیسٰے بیٹے مریم کے طرف زمین کی پس نکاح کریں گے اور پیدا کیجاوے گی ان کے لئے اولاد اور ٹھہریں گے زمین پر پینتالیس برس۔ پھر مریں گے اور دفن کئے جاویں گے نزدیک میرے مقبرہ میرے میں پس اُٹھوں میں اور عیسٰے ایک مقبرہ میں درمیان ابوبکر اور عمر کے (مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ ص ۳۶) جلد ۴

سارا تنازعہ تو اس وفات میں ہے جو قبل نزول ہے۔ جسکے مرزا صاحب مدعی ہیں کہ عیسٰے بیٹا مریم کا نبی ناصری جس کے آنے کی خبر حدیثوں میں ہے وہ ایک سو بیس برس کی عمر پاکر فوت ہو چکا ہے وہ اب نہیں آسکتا میں اُسکی جگہ آیا ہوں جو کہ بالکل غلط اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سو برس بعد حضرت عیسٰے سے مبعوث ہوئے اگر حضرت عیسٰے مر گئے ہوتے تو ان کو ضرور خبر ہوتی۔ جب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہ ہوتی تو اُمتی بنکر غلام احمد مرزا کو کس طرح خبر ہو سکتی ہے؟

مگر مرزا صاحب اس وفات قبل نزول مسیح کو تمام عمر کی کوشش میں ثابت نہ کر سکے۔ اس آیت فلما توفیتنی سے وفات قبل از نزول ہرگز ثابت نہیں ہوتی یہ تو قیامت کا ذکر ہے۔ دیکھو قرآن مجید میں اسی سورۃ کے اسی رکوع کی ابتدا میں جس سے یہ رکوع شروع ہوتا ہے لکھا ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ترجمہ:۔ اور اس دن کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو جمع کرکے پوچھیگا کہ تم کو اپنی امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا؟ اسی طرح سارا رکوع احوال قیامت کے دن کا ہے جس طرح اور نبیوں سے پوچھا جاویگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰے علیہ السلام سے پوچھیگا کہ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ

یعنی اے مریم کے بیٹے عیسےٰ! کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا مانو۔ اس کے جواب میں حضرت عیسےٰ عرض کرینگے۔ کہ اے پروردگار جب تک میں اُن میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ پھر جب تو نے مجھ پھیر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی۔۔۔۔۔ قَالَ اللّٰہُ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُہُمْ۔ کہے گا اللہ یہ وہ دن ہے کہ فائدہ دے گا سچوں کو سچ اُن کا الخ۔

اب روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود دو جگہ فرمایا۔ اول یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ اور دوسری جگہ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُہُمْ پس اس صورت میں اگر توفیتنی کے معنے مرزا صاحب موت کے بھی کریں یا ہم مرزا صاحب کی خاطر موت کے معنے مان بھی لیں تب بھی مرزا صاحب کا دعویٰ وفات مسیح قبل از نزول یوم ولادت سے ۱۲۰ برس کی عمر پاکر مرنا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ قیامت کے سوال وجواب میں حضرت عیسےٰ کا عرض کرنا بہ بارگاہ رب العالمین کہ جب تو نے مجھ کو وفات دی تو تو ہی ان کا نگران حال تھا وفات قبل از نزول کی ہرگز ہرگز دلیل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ بعد از نزول مرینگے ؛؛

اس موقعہ پر مرزائی ایک حدیث بیان کرکے مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں کہ چند اصحاب کو قیامت کے دن دوزخ کی طرف لیجائینگے اور میں کہونگا کہ یہ میرے اصحاب ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کہ انہوں نے تیرے بعد دین کو بدل دیا تھا اس واسطے یہ دوزخی ہیں۔ تو رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کہونگا

کما قال العبد الصالح یعنے جس طرح حضرت عیسٰے اپنی غیر حاضری کا عذر کرینگے میں بھی اپنی غیر حاضری کا عذر پیش کروں گا۔ اور کہوں گا کہ یہ تیرے بندے ہیں چاہے عذاب کر اور چاہے تو معاف کر۔ اس حدیث سے استدلال یہ کرتے ہیں کہ فلما توفیتنی رسول اللہ بھی فرما دینگے تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰے کی موت اور محمد رسول اللہ کی موت ایک ہی قسم کی ہے۔

مگر اِن نادانوں کو اول تو واضح رہے کہ کما کا لفظ حدیث میں ہے جو کہ حرف تشبیہ ہے اور یہ ضروری نہیں کہ مشبہ و مشبہ بہ میں مماثلت تامہ ہو۔ اگر کسی کو شیر سے تشبیہ دی جائے تو ضروری نہیں کہ اسکی دم اور پنجے بھی شیر کی مانند ہوں۔ صرف وجہ شبہ میں اشتراک ہوتا ہے۔ پس اس جگہ وجہ شبہ غیر حاضری ہے اور غیر حاضری کی حالت میں جن لوگوں سے غیر حاضر رہا۔ اُن کے چال چلن سے بے خبری ہے۔ اس کما کے لفظ تشبہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ محمد رسول اللہ کی وفات اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات ایک ہی قسم کی تھی۔ اول تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں اور کفار پر غالب آکر کامیابی کی حالت میں عرب میں اپنی حکومت قائم کرکے فتحیاب اور الملک لکم دینکم کی سند حاصل کرکے اس دار فانی سے تشریف لے گئے اس کے مقابل حضرت عیسٰے علیہ السلام بقول مرزا صاحب مغلوب ہو کر دشمنوں سے طمانچے اور کوڑے کھا کر اور صلیب کے زخموں سے زخمی ہو کر نہایت محرومی اور ناکامیابی سے صلیب کے عذاب برداشت کرکے چوری چوری بھاگ گے اور بزعم مرزا صاحب کشمیر میں جا دم لیا اور پھر یہودیوں سے ایسے خوف زدہ رہے کہ اپنا فرض رسالت ادا نہ کیا اور خاموشی سے یہودیوں سے ڈر کر زندگی کے دن پورے کرکے فوت ہوئے۔ اور یہودیوں سے ایسے ڈ

کر اپنی قبر بھی غیر کے نام سے مشہور کی ۔ یعنے یوز آسف کے نام سے ۔
اب بتاؤ کوئی عقلمند تسلیم کر سکتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسے علیہ السلام کی موت ایک ہی قسم کی تھی ۔ ہرگز نہیں اس جگہ تشبیہ صرف غیر حاضری میں ہے ۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عیسے علیہ السلام کی طرح اپنی غیر حاضری کا عذر پیش کرینگے ۔ اور بس ۔ اسی واسطے مخبر صادق محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا قَالَ نہیں فرمایا ۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ایک غلام احمد قادیانی میری امت میں مدعی نبوت ہوگا ۔ اور چونکہ مینے فرمایا ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا ۔ اس واسطے مسیح موعود ہو کر کاذب نبی یعنے امتی نبی بھی ہوگا ۔ اور وہ اس حدیث سے تمسک کر کے اپنے دعوئ نبوت و مسیحیت جسکی بناء وفات مسیح پر رکھیگا ۔ اس واسطے آپنے مَا قَالَ نہیں فرمایا ۔ یعنے یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ حضرت عیسے خداوند کریم سے جواب عرض کرینگے ۔ وہی جواب میں عرض کروں گا ۔ پس یہ نادانی کا خیال ہے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی جواب دینگے جو حضرت عیسے علیہ السلام دینگے ۔ کیونکہ جواب ہمیشہ سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے ۔ جب سوال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ نہ ہوگا ۔ جو حضرت عیسے علیہ السلام سے ہوگا ۔ تو جواب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس طرح حضرت عیسے علیہ السلام کی مانند ہو سکتا ہے ۔ جب کہ امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یا آپ کی والدہ کو امت عیسوی کی مانند خدا نہیں بناتے تو پھر خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ سوال محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوگا کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنے " اے محمد تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ خدائے واحد کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو دو خدا مانو " ہرگز نہیں ۔ کیونکہ خدا کے فضل و کرم سے اُمتِ محمدی نہ تو حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا

کا بیٹا کہتی ہے۔ اور نہ اپنی والدہ ماجدہ کو معبود یقین کرتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ علام الغیوب کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہرگز سوال نہیں ہو سکتا جیسا کہ عیسےٰ علیہ السلام سے ہوگا جب سوال یہ نہ ہوگا تو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی ہرگز یہ نہ ہوگا کہ میں نے لوگوں کو نہیں کہا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو معبود مانو"

اگر کچھ تعلق اس حدیث کا فلما توفیتنی سے ہے تو صرف یہی ہے کہ جیسا حضرت عیسےٰ اپنی بریت ظاہر کریں گے اسی طرح میں بھی اپنی امت کے مشرکوں کی بدعتوں اور اور باطل عقائد جو وہ احداث کریں گے۔ میں بھی ان سے بریت چاہوں گا۔ نہ حضرت عیسےٰ والا سوال ہوگا۔ اور نہ حضرت عیسےٰ والا جواب اور یہ توفیتنی کا لفظ اسی واسطے قرآن معجز بیان میں آیا ہے۔ اسکے جو چاہو معنے کرو سب درست ہیں۔ اگر موت کے معنے کرو تو موت بعد نزول مراد ہے۔ اور اگر رفعتنی کرو تو رفع الی السماء قبل از نزول مراد ہے اگر قبض شئے وافیا کے معنے کرو تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو تمام حالتیں مَادُمتُ فِیْہِمْ کی معلوم ہوتی ہیں یعنے اپنی امت سے جب غیر حاضر ہوا نزول سے پہلے اور طبعی موت سے فوت ہوا اور مدینہ میں مدفون ہوا نزول کے بعد۔ دونوں حالتوں میں بسبب مقبوض الی اللہ ہونے کے اپنی امت سے غیر حاضر ہوا۔ اگر قرآن میں توفیتنی کے عوض کوئی اور لفظ ہوتا جسکے خاص موت کے ہی معنے ہوتے جیسا کہ یمتنی یعنے موت دی۔ مجھ کو تو یہ لطف نہ ہوتا۔ مگر مرزا صاحب کو اپنی غرض سمجھنے نہیں دیتی ان کے نزدیک اسلام ہے تو وفاتِ مسیح۔ غرض تمام عمر وفاتِ مسیح ثابت کرتے مرگئے اور وہ نہ ہوئی۔ صرف اس واسطے کہ خود غرضی پر مبنی تھی۔ کہ مسیح مرے تو میں مسیح موعود بنوں۔

جب ہم مانتے ہیں کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور وہ ۴۵ برس زندہ رہ کر پھر فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ اور انکی

چوتھی قبر ہوگی۔ درمیان ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے تو پھر کس قدر کج بحثی ہے کہ ناحق اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تو قیامت کا ذکر ہے۔ واخیر ہم مرزا صاحب کا ہی اقرار پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے خود اقبال کر لیا ہے۔ کہ یہ سوال جواب بعد حشر قیامت کے دن ہوگا۔ لو اب تو مرزا صاحب کے حافظہ کی داد دو۔ اور اب بھی وقت ہے توبہ کر لو۔ کہ مرزا صاحب کو وحی حضرت خداوند علام الغیوب کی طرف سے نہ ہوتی تھی۔ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو تضاد نہ ہوتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے معیار بتا دی ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں فرماتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا یعنے اگر یہ کلام کسی غیر کی ہوتی تو اس میں اختلاف ہوتا۔ پس یہ نص قرآنی ثابت ہوا کہ جس کلام میں تضاد ہو وہ کبھی خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحب کی ذیل کی عبارت دیکھو۔ جسمیں اقرار کرتے ہیں کہ قیامت کو سوال و جواب ہوں گے،،

اس جگہ اگر توفی کے معنے مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا تجویز کیا جائے تو یہ معنے تو بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کی انہی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ سوال حضرت عیسےٰ سے قیامت کے دن ہوگا۔ پس اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اس رفع جسمانی کی حالت میں ہی خداتعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں گے اور پھر کبھی نہیں مرینگے۔ کیونکہ قیامت کے بعد موت نہیں اور ایسا خیال بالبداہت باطل ہے۔

علاوہ اس کے قیامت کے دن یہ جواب ان کا اس رو سے کہ میں مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوا۔ یہ اس عقیدہ کی رو سے صریح دروغ بے فروغ ٹھہرتا ہے۔ جبکہ یہ تجویز کیا جاوے کہ وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آئینگے۔ کیونکہ جو شخص

دوبارہ دنیا میں آوے اور اپنی امت کی مشرکانہ حالت کو دیکھ دے بلکہ اُن سے لڑائیاں کرے۔ اور اُن کی صلیب توڑے اور ان کے خنزیر کو قتل کرے۔ وہ کیونکر قیامت کے روز کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی امت کی کچھ بھی خبر نہیں" (حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا صاحب ص ۳۱)

مرزا صاحب کا یہ اعتراض بالکل لغو ہے کہ عیسےٰ بغیر موت قیامت کو پیش ہوں گے۔ جبکہ حدیث میں ہے کہ عیسےٰ بعد نزول فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے" توچہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق ہے۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو اس جگہ سخت دھوکے دیئے ہیں اور بالکل جھوٹی باتیں اپنی طرف سے بطور افترا مسلمانوں پر لگا کر خود ہی اپنی مرضی کے مطابق سوال بنا لیتے ہیں اور خود ہی جواب دیتے ہیں جو کہ ذیل کے دلائل سے غلط ہیں:

(۱) سوال۔ لازم آتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اُس رفع جسمانی کی حالت میں ہی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں گے اور پھر کبھی نہ مریں گے۔ الخ

جواب۔ یہ دروغ بے فروغ ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسےٰ پیش ہوں گے تو وہ اسی جسد عنصری سے ہوں گے جس کے ساتھ اُن کا رفع ہوا تھا۔ کیونکہ جب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ بعد از نزول فوت ہوں گے اور ۴۵ برس تک زمین پر زندہ رہ کر دنیا پر اسلام پھیلا کر عقائد باطلہ کو محو کر کے فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔ تو پھر کس قدر مرزا صاحب کی دلیری ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے برخلاف اپنے طبعزاد اعتراض کی بنیاد رکھتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام قیامت کے دن اسی جسم کے ساتھ انکا رفع الی السماء ہوا تھا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے افسوس مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے جھوٹ بات اپنی طرف سے بنا لینی خشیۃ اللہ کے برخلاف نہیں سمجھتے یہ کہاں لکھا ہے اور کس مسلمان نے

۱۳سو برس کے عرصہ میں یہ کہا ہے کہ حضرت عیسٰے اسی جسم عنصری سے ہمیشہ ہوں گے جس سے رفع ہوا تھا اور نہ پھر کبھی مرینگے۔ ایسا سفید جھوٹ تو کوئی ایمان دار نہیں بول سکتا:۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ اگر توفیتنی کے معنے رفعتنی کئے جاویں۔ تو پھر حضرت عیسٰے کا کبھی بھی فوت نہ ہونا ثابت ہوتاہے۔ لہذا ہم توفیتنی کے معنے رفعتنی کر کے مرزا صاحب کو اور اُن کے مریدوں کو بتاتے ہیں کہ یہ اُنکی اپنی غلط فہمی ہے کہ وہ رفعتنی کو محل اعتراض سمجھتے ہیں اب سنو اور خوب غور سے سنو کہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام جب اپنی امت سے الگ ہوئے تو مقتضائے بشریت اُن کا لاعلم ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ خاصہ خدا تعالیٰ ہی کا ہے کہ حاضر و غائب ہو کر یکساں حالت میں نگران حال رہے پس جب حضرت عیسٰے علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ تو انکو ساکنان زمین کا حال کیا معلوم ہو سکتا تھا۔ اس لئے انکا یہ فرمانا کہ جب میں اٹھایا گیا تو پھر میں ساکنانِ زمین اور اپنی امت کا گواہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جواب بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر ایک شخص ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاوے۔ تو اُس کو اُس شہر کی جس سے چلا جاوے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک ہی شہر میں جب ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں کوئی انتقال کرے تو اُس کو پہلے محلہ کی خبر نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ ایک شخص زمین سے آسمان پر اٹھایا جاوے اور پھر یہ امید ہو کہ وہ تمام زمین کے حالات آسمان سے معلوم کر سکتا ہے بالکل ناسزا اور مشرکانہ عقیدہ ہے۔ کیونکہ یہ تو خدا کا ہی خاصہ ہے کہ دور و نزدیک یکساں دیکھ سکے۔ پس مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اس جگہ توفیتنی کے معنے اگر رفعتنی کئے جاویں تو حضرت عیسٰے کی کبھی موت ثابت نہیں ہوتی۔ غلط ہے۔ کیونکہ رفع کے بعد نزول ہے اور نزول کے بعد موت

نہ موت کے بعد قیامت علاوہ یہ سوال جب قیامت کو ہوگا تو ظاہر ہے کہ بعد وفات عیسے
علیہ السلام اور تمام ساکنان زمین و آسمان وغیرہ سے بروز قیامت ہوگا جیسا کہ خدا
تعالیٰ نے فرمایا ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ
یعنے کل چیزیں جو زمین پر ہیں وہ فنا ہو جاوینگی صرف ذات باری تعالیٰ صاحب جلال
واکرام باقی رہیگی۔ پس یہ اعتراض مرزا صاحب کا بالکل غلط ہے کہ نعتی کے معنے سے
عیسے علیہ السلام کی زندگی جاودید ثابت ہوگی۔

(۲۰) مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اگر حضرت عیسے علیہ السلام جواب دینگے کہ
مجھکو اپنی امت کی خبر نہیں تو یہ دروغ بے فروغ ہوگا۔ کیونکہ بعد از نزول وہ امت کے
حالات سے خبردار ہونگے اور ان کے ساتھ لڑائیاں وغیرہ کرینگے۔ اور صلیب
توڑینگے۔ اور خنزیر وغیرہ قتل کرینگے تو انکو اپنی امت کی خبر ہوگی۔ اور جب خبر ہوگی
تو پھر قیامت کے روز کسطرح کہ سکتے ہیں کہ مجھے اپنی امت کی خبر
نہیں۔ یہ اعتراض بھی مرزا صاحب کا بہتان و افترا ہے۔ مرزا صاحب ایسے محو مطلب
پرستی میں ہیں کہ اسجگہ بھی مرزا صاحب نے حضرت عیسے علیہ السلام پر افترا باندھا ہے کہ وہ
کہینگے کہ مجھکو اپنی امت کی خبر نہیں۔ اور جھوٹ کہینگے کیونکہ انکو بعد نزول خبر ہوگی۔
حالانکہ نہ تو یہ سوال خدا کا ہوگا کہ تو اپنی امت کا حال جانتا ہے اور نہ حضرت
عیسے کا یہ جواب ہوگا کہ میں اپنی امت کے حال سے بے خبر ہوں۔ یہ مرزا صاحب کا
بہتان ہے۔ جو خود ایجاد کر لیا ہے۔ لہذا ہم ناظرین کی توجہ اصل الفاظ قرآن مجید کی
طرف منعطف کرتے ہیں اور مختصر طور پر نیچے سوال از طرف خداوند کریم و جواب
حضرت عیسے علیہ السلام لکھتے ہیں تا کہ مرزا صاحب کا اپنا دروغ بے فروغ ثابت ہو

سوال خدا تعالےٰ ۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ ترجمہ ۔ کیا تو نے لوگوں کو کہا کہ (واحد) اللہ کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری

ماں کو دو خدا بنا لو گے

جناب عیسیٰ علیہ السلام - مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ -

ترجمہ - تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا بس وہی میں نے ان لوگوں کو کہہ سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں انکا نگران حال رہا پھر جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اور تو سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو تجھ کو اختیار ہے یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کرے تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا بیشک تو ہی سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔

اب کوئی بتا دے کہ کہاں سوال ہے کہ اے عیسیٰ تم کو اپنی امت کی خبر ہے اور کہاں حضرت عیسیٰ کا جواب ہے کہ مجھ کو خبر نہیں جس پر مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دروغ بے فروغ کا فتویٰ جڑ دیا۔ افسوس دعویٰ نبوت کا اور عمل یہ کہ خود جھوٹ لکھ دیتے ہیں حالانکہ سب آسمانی کتابوں نے اصول مقرر کر دیے کہ جھوٹا شخص کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزا صاحب کی خصوصیت ہے کہ کوئی بات سچ نہیں اور اس پر دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود و نبی و رسول ہوں اور جو کچھ لکھتا ہوں وحی و الہام سے لکھتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھے۔

اب ہم ہر جواب کے ہر ایک فقرہ کو الگ الگ لکھتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی ایمانداری معلوم ہو کہ وہ ہمیشہ اپنے مدعا ثابت کرنے کے واسطے جھوٹ لکھ کر مسلمان

کو دہوکہ دیتے تھے۔ اور افسوس انکے مریدوں پر کہ وہ ہرگز غور نہیں کرتے کہ مرزا صاحب کہاں سے لکھتے ہیں اور یہ انکا لکھنا سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ سب رطب و یابس ویسی ہی تسلیم کرکے آمنا و صدقنا کہتے ہیں :-

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جواب ہمیشہ سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا سوال یہ ہے کہ اے عیسےٰ تو نے کہا تھا ان لوگوں کو کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ تو حضرت عیسےٰ کا جواب یہی ہو سکتا تھا کہ میں نے نہیں کہا۔ سو یہی جواب حضرت عیسےٰ علیہ السلام دینگے۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ حضرت عیسےٰ کہینگے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ یہ مرزا صاحب کا افترا ہے کہ حضرت عیسےٰ کہینگے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ اور یہ جواب ان کا دروغ بے فروغ ہوگا۔ ہم حضرت عیسےٰ کے جواب کے فقرے الگ الگ لکھکر ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے پاس سے افترا باندھا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ جھوٹ کہینگے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ حالانکہ بعد نزول انکو خبر ہوگی۔

پہلا فقرہ حضرت عیسےٰ کے جواب کا یہ ہے "تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا بس وہی میں نے اون لوگوں کو سنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو تمہارا اور میرا رب ہے"۔ ناظرین! اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس سے مرزا صاحب بتا سکیں کہ عیسےٰ علیہ السلام کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں اور یہ جھوٹ ہوگا۔

دوسرا فقرہ یہ ہے "جب تک میں ان میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا" یعنی مادمت فیہم جب تک ان میں رہا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ اپنی رفع کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ورنہ صاف کہتے کہ جب تک میں ان میں زندہ رہا۔ مگر چونکہ یہ نہیں کہا صرف مادمت فیہم کہا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میرے ان میں رہنے کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ قبل از رفع۔ اور دوسرا مادمت فیہم کا بعد از نزول کا ہے۔ اب انصاف سے بولو کہ حضرت

عیسےٰ کا کون سا دروغ بے فروغ جواب ہوگا۔ وہ تو کہتے ہیں اور بہت سچ کہتے ہیں کہ میں جب تک ان میں رہا تب تک نگراں حال تھا۔ کیا جھوٹ ہے۔ کیا حضرت عیسےٰ مَا دُمْتُ فِیْهِمْ کی نفی کی حالت میں بھی نگراں حال امت تھے۔ یا امت سے غیر حاضری کی حالت میں بھی نگراں حال تھے۔ ہرگز نہیں تو یہ پھر جھوٹ کیونکر ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا ہی افترا ہے۔ اگر روح کا رفع ہوتا اور عیسےٰ مرجاتے تو فرماتے۔ جب تک میں ان میں زندہ رہا نگراں حال رہا۔ اور جب تو نے مجھ کو مار کر میرے روح کو اٹھا لیا تو تو ہی نگران تھا۔ مگر مَا دُمْتُ فِیْهِمْ فرمایا یعنی جب تک میں ان میں رہا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسےٰ کے رہنے کی دو جگہیں تھیں ایک تو عیسائیوں اور یہودیوں میں رہنے کی جگہ اور دوسری ایسی جگہ کہ جہاں یہود و نصاریٰ موجود نہ تھے اور نہ اس جگہ سے حضرت عیسےٰ ان کے نگراں حال تھے۔ اور وہ رفع الی السماء کا زمانہ ہے جس کی تصدیق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

تیسرا فقرہ یہ ہے جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اس فقرہ سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ عرض کریں گے حضرت عیسےٰ کہ میں عالم الغیب نہیں۔ مجھ کو غیب کا علم نہیں۔ جب میں ان میں نہ تھا اور مجھ کو تو نے اپنی طرف اٹھا لیا تو پھر میں ان پر گواہ کس طرح ہو سکتا ہوں۔ یہ تو خاص تیری ہی صفت ہے کہ تجھے ہر وقت ہر جگہ کا علم رہتا ہے۔ میرا ہرگز یہ مرتبہ نہیں کہ میں ان سے الگ بھی رہوں اور ان کے حال کا نگران بھی رہوں۔ میں تو تب تک ہی گواہ تھا جب تک ان میں تھا۔ اب بتاؤ اس جواب حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں کیا جھوٹ ہوگا۔ واقعی جب وہ ان میں جس عرصہ تک نہیں رہے۔ اس عرصہ کی گواہی وہ کس طرح دے سکتے ہیں۔

اس جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ بعد نزول انکو خبر ہوگی۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ انکو خبر ہوگی۔ مگر خدا تعالیٰ کا کہاں سوال ہے۔ کہ تم کو خبر ہے کہ تیری امت نے شرک و گناہ کئے اور حضرت عیسےٰ کہینگے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ بلکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا جواب تو ظاہر کر رہا ہے کہ میری امت نے میری غیر حاضری میں مجھ کو اور میری ماں کو اللہ بنایا۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ کا یہ فرمانا کہ مَا دُمْتُ فِیْھِمْ یعنے جب تک ان میں رہا بتا رہا ہے کہ حضرت عیسےٰ اپنی امت کے برخلاف ان پر حجت قائم کر رہے ہیں اور درگاہ خداوندی میں اقرار کے رنگ میں فرما رہے ہیں۔ کہ میری امت نے قصور تو ضرور کیا ہے مگر تو ان کو بخش دے تو تیری مخلوق ہے اور تو ان کا خالق ہے۔ چونکہ معافی مجرم کیواسطے مانگی جاتی ہے اور یہ ایک گونہ اقرار جرم ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ اپنی شنید کی بنا پر جو ان کو بعد نزول حاصل ہوگی۔ یہ کہینگے کہ میری اُمّت بیشک میری غیر حاضری میں شرک ہوئی لیکن تو اگر ان کو بخش دے تو تیری مخلوق ہے تو یہ حضرت عیسےٰ کا دروغ بے فروغ کیسے ہوا۔ غرض یہ بالکل اور من گھڑت سوال ہے اور جواب بھی مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دہوکا دینے کے واسطے اپنے پاس سے بنا لیا ہے۔ قرآن کے تو کسی لفظ سے یہ نہیں نکلتا کہ خدا تعالیٰ یہ سوال کریگا کہ اے عیسےٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑ گئی ہوئی ہے۔ اور حضرت عیسےٰ جواب دینگے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ وہاں سوال تو یہ ہے کہ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ یعنے اے عیسےٰ تو نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود بناؤ اللہ کو چھوڑ کر۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ خدا کا سوال یہ ہوگا۔ کہ اے عیسےٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑ گئی تب ہی کے جواب میں حضرت عیسےٰ کہینگے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ اور یہ جھوٹ ہوگا۔ جب سوال یہ ہے کہ تو نے کہا کہ مجھ کو اور میری

کو اللہ بناؤ تو جواب بھی یہی ہوگا کہ میں نے نہیں کہا کہ مجھکو اور میری ماں کو اللہ بناؤ۔ پس جب یہی جواب عیسٰی علیہ السلام دینگے تو پھر مرزا صاحب قرآن میں تحریف کرکے اپنی طرف سے یہ سوال خدا تعالیٰ کی طرف سے بنالیا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیری امت بگڑی۔ اور عیسٰی اگر کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں تو دروغ بے فروغ ہوگا۔ جبتک کوئی مرزائی قرآن سے یہ نہ بتادے کہ خدا کا سوال یہ ہوگا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیری امت بگڑی تب تک مرزا صاحب افترا پردازی کے الزام سے بری نہیں ہوسکتے۔ اب مرزا صاحب کے مریدوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن مجید کی وہ آیات دکھادیں جس میں اللہ کا یہ سوال ہو کہ اے عیسٰی تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑی" اور حضرت عیسٰی جواب دینگے کہ مجھ کو اپنی امت کی خبر نہیں حالانکہ ان کو خبر ہوگی۔ کیونکہ بعد نزول وہ اپنی امت بگڑی ہوئی دیکھیں گے اور سنیں گے۔ سارا دارومدار اسی بات پر ہے۔ اگر سوال یہ ہو کہ اے عیسٰی تیری امت بگڑی اور حضرت عیسٰی یہ جواب دیں کہ مجھ کو خبر نہیں۔ تب تو اعتراض بجا ہوگا۔ اور اگر سوال یہ نہیں تو پھر مرزا صاحب کا بہتان و افترا حضرت عیسٰی پر اور خدا پر ثابت ہے۔

جب مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ سوال و جواب قیامت کے دن ہونگے اور اس حدیث کو بھی تسلیم کرتے ہیں جس میں مخبر صادق نے خبر دی ہے کہ عیسٰی علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے تو پھر چاہئے توفیتنی کے معنے رفعتنی کریں جب بھی درست ہیں۔ اور چاہے مرزا صاحب کی خاطر ہم برخلاف اجماع امت موت کے معنے بھی کرلیں تب بھی مرزا صاحب وفات عیسٰی علیہ السلام قبل از نزول و بعد از صلیب ثابت کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ یہ وفات جس کا ذکر قیامت کے دن ہوگا۔ بعد نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام

پر واقعہ ہو چکی ہو گی۔ متنازعہ تو صرف قبل از نزول وفات کذب جوان کی بابت از دلیل داس استدا سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس اس آیت سے بھی استدلال مرزا صاحب وفات مسیح پر غلط ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ قَالَ ماضی کا صیغہ ہے اور اذ جو خاص ماضی کیواسطے آتا ہے اس کے اول موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ قصہ نزول آیت کے وقت ایک ماضی قصہ تھا نہ کہ زمانہ استقبال کا پھر جو جواب حضرت عیسٰے کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وہ بھی صیغہ ماضی ہے۔ الخ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۲)

اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس اپنے ایجاد بندہ خیال گندہ کا خود ہی رد اگرچہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۴۱ میں کر چکے ہیں۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے "کیونکہ قرآن شریف کی انہی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت عیسٰے سے قیامت کے دن سوال ہو گا۔ اب بتاؤ مرزا صاحب نے پہلے بھی الہام ربانی سے لکھا تھا۔ کہ قَالَ ماضی ہے اور اس آیت کے نزول سے پہلے کا قصہ ہے اور یہ سوال جواب ہو چکے ہیں۔ اور اب حقیقۃ الوحی میں جو کہ مرزا صاحب کے الہام ربانی سے لکھی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ قیامت کو سوال و جواب ہوں گے۔ اب پہلے تو کوئی یہ بتا دے کہ کونسا الہام مرزا صاحب کا درست ہے آیا ازالہ اوہام والا جس میں ماضی کا قصہ لکھا ہے یا حقیقۃ الوحی والا جس میں استقبال لکھا ہے۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام نہ ہوتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تو ان میں تضاد ہرگز نہ ہوتا۔

دوم۔ مرزا صاحب کو دعویٰ تو قرآن دانی کا بڑا ہے اور حالت یہ کہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید میں جب اِذ ماضی پر آتا ہے تو استقبال کے معنے بھی دیتا ہے۔ دیکھو تو

فُجِّرَتْ اور اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ میں ماضی یاد آیا ہے مگر احوال قیامت کا ذکر ہے جو کہ آنے والا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ صیغہ ماضی پر جب اِذْ آوے تو زمانہ گذشتہ کا ذکر خاص ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ اِذْ ماضی پر آیا۔ اور استقبال کے واسطے آیا۔

سوم۔ سنت اللہ یہ ہے کہ زمانہ مستقبل کے جن امور کا ہونا یقینی اور ضروری ہے انکو بصیغہ ماضی بیان کیا جایا کرتا ہے۔ جس شخص کو نظم قرآنی سے کچھ بھی مس ہو وہ تو اس سنت اللہ سے انکار نہیں کر سکتا۔ قیامت کا ذکر ہے جسکو جا بجا بصیغہ ماضی بیان کیا گیا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ جسطرح واقعات گذشتہ کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اسیطرح احوال قیامت میں کسیکو شک نہیں ہونا چاہئے۔ لہذا قرآن کریم میں جہاں قیامت کا ذکر ہے وہاں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ دیکھو سورۂ زلزال اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا میں سب ماضی کے صیغے ہیں جو کہ واقعات سب قیامت کو ہونیوالے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى سوال اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ جواب بروز قیامت ہونیوالے ہیں نہ کہ بقول مرزا صاحب زمانہ ماضی میں ہو چکے ہیں۔ کیونکہ رکوع يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ سے شروع ہوتا ہے۔ یعنے جبکہ اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا۔ اور رسول بروز قیامت ہی جمع ہوں گے تب حضرت عیسٰی سے وہ سوال ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں حضرت عیسٰی علیہ السلام فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ جواب دینگے۔

اور پھر اسی سورۃ کے اخیر میں ہے قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یعنے اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ یہ دن صادقوں کے نفع حاصل کرنے کا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قیامت کا ذکر ہے۔ اور سوال حضرت عیسٰیؑ پر قیامت کے دن ہوگا۔

اور فلما توفیتنی جواب بھی حضرت عیسےٰ قیامت کے دن دینگے۔ اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ حضرت عیسےٰ بعد نزول فوت ہوں گے۔ پس یہ آیت فلما توفیتنی وفات عیسےٰ قبل از نزول پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ جواب وسوال ابھی تک نہیں ہوئے۔ قیامت کو ہوں گے۔ پس وفات مسیح بھی ابھی تک وارد نہیں ہوئی جب موت کا مسیح پر وارد ہونا اس آیت کے کسی لفظ سے ثابت نہیں تو پھر اس آیت سے وفات کا وارد ہو جانا مسیح پر ہرگز ثابت نہیں اور استدلال غلط ہے۔:

جب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہی نہ ہوگا۔ کہ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین تو پھر انکا وہی حضرت عیسےٰ والا جواب کسطرح ہو سکتا ہے۔

دوم۔ حدیث میں کما قال لکھا ہے نہ ما قال۔ اگر ما قال ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہی جواب دینگے جو حضرت عیسےٰ دینگے مگر جب سوال ایک جنس کا نہیں تو پھر جواب بھی ایک جنس کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سوم کما۔ حرف تشبیہ ہے۔ اور مشبہ ومشبہ بہ میں وجہ شبہ ادنیٰ اشتراک میں ہوتا ہے نہ کہ من کل الوجوہ عینیت۔ پس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما دینگے کہ چاہے تو عذاب کر اور چاہے تو رحم وبخشش کر یہ تیرے بندے ہیں۔ کیونکہ امت محمدی کو افراد صرف بدعتی ہوں گے نہ کہ مشرک۔ اور حضرت عیسےٰ کے امتی مشرک ہونگے۔ پس حضرت عیسےٰ سے الگ سوال ہوگا۔ اور انکا جواب بھی سوال کے مطابق الگ ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی چونکہ صرف بدعتی ہوں گے لہذا آپکا جواب بھی حضرت عیسےٰ کے جواب سے الگ ہوگا۔

چہارم۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ ایک رات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عشاء سے صبح تک بار بار یہی پڑھتے رہے اور سجدے کرتے

رہے کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔
پس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب بعینہٖ انہی الفاظ میں نہ ہوگا جن الفاظ میں حضرت
عیسےٰ کا ہوگا۔ اور نہ توفی کے لفظ سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کی نسبت استعمال
فرماوینگے اُسکے وہ معنے ہوں گے جو توفی کا لفظ حضرت عیسےٰ اپنی نسبت استعمال کرینگے۔ کیونکہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح باپ کے صلب سے پیدا ہوئے
اور انہی کی طرح فوت ہوئے اسلئے یہ توفّیتنی اُنکی ذات کی نسبت وفات کا حکم رکھتی ہے۔
مگر چونکہ حضرت عیسےٰ بخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام بغیر باپ کنواری لڑکی کے پیٹ سے
پیدا ہوئے اور ان کا پیدا ہونا بطور معجزہ تھا۔ اسلئے انکا رفع بھی بخلاف قانون قدرت
بطور معجزہ ہوا تو ان کے حق میں بھی یہی لفظ توفّیتنی صورت کے معنوں میں ہرگز نہیں
آسکتا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک معنے دیتا ہے اور حضرت
عیسےٰ کا زمانہ مَا دُمْتُ فِيهِمْ دو دفعہ ہے۔ ایک قبل از نزول دوسرا بعد نزول۔ اسلئے
حضرت عیسےٰ کے حق میں توفّیتنی کے معنے رفعتنی ہی درست ہوں گے۔ کیونکہ رفع
محض روح سے بھی ہوتا ہے اور جسد عنصری سے بھی۔ اگر جسم کو بیکار چھوڑ دیا جائے تو
قبض شئ وافیا جو توفی کے حقیقی معنے ہیں صادق نہیں آتے:-

پس اس حدیث میں مماثلت حضرت عیسےٰ کے جواب اور محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے جواب میں یہی ہے کہ جسطرح غیر حاضری کی حالت میں اپنی امت سے شاہد
حضرت عیسےٰ نہ تھے اور انہوں نے اپنی غیر حاضری کا عذر کیا تھا۔ اسی طرح میں بھی غیر
حاضری کا عذر کرونگا۔ یہ ہرگز وجہ مماثلت نہیں کہ حضرت عیسےٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی وفات ایک ہی قسم کی تھی۔ کیونکہ توفّیتنی کے معنے نیند اور غشی کے
بھی ہیں۔ جو حضرت عیسےٰ پر بقول مرزا صاحب غشی مشابہ مرگ وارد ہوئی جو کہ توفی تھا
اور دوسرا توفی بقول مرزا صاحب ۸۷ برس کے بعد کشمیر میں حضرت عیسےٰ پر وارد ہوئی۔ تو اب

مرزا صاحب کے اقوال سے صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے توفی میں فرق ہے یعنی حضرت عیسےٰ کا توفی دو دفعہ ہوا۔ ایک صلیب پر اور بقول مرزا صاحب دوسرا کشمیر میں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا توفی صرف ایک ہی دفعہ مدینہ منورہ میں ہوا۔ تو مرزا صاحب کے اپنے ہی اقرار کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ کا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کہنا اور معنوں میں ہوگا اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تَوَفَّيْتَنِي فرمانا دوسرے معنوں میں ہوگا۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے توفی میں مجازی موت وغشی وبلنا یا صلیب کے عذابوں سے بیہوش ہونا شامل نہیں اور حضرت عیسےٰ کے توفی میں چند دفعہ غشی و بیہوشی کا زمانہ بھی شامل ہے۔ یہ ذرا دقیق نکتہ ہے۔ غور سے سوچو کہ لفظ تو ایک ہی ہے مگر ایک شخص پر وہی لفظ صرف ایک معنے میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً امیر یا خلیفہ جس کا ملک اور بادشاہت دنیاوی ہو اسکو امیر و خلیفہ کہتے ہیں۔ مگر ایک شخص جو پیشوا ہو اسکو بھی امیر قوم کہتے ہیں۔ اب امیر کا لفظ مشترک المعنی ہے۔ ہر جگہ بادشاہت کے معنوں میں ہی محدود نہ ہوگا۔ پس جہاں امیر کا لفظ بولا جائیگا وہاں دیکھنا ہوگا کہ وہ کس قسم کا امیر ہے۔ آیا چند شخصوں کی بیعت سے کہ امیر بن بیٹھا ہے یا واقعی حکومت اور بادشاہت سے امیر کہلاتا ہے۔ جیسے حالات ہوں گے ویسے ہی لفظ امیر کے معنے ہوں گے

پس ایسا ہی تَوَفَّيْتَنِي کے معنے بھی دونوں پیغمبروں کے حالات کے مطابق ہوں گے۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کو اور آپ کی والدہ مکرمہ کو معبود اور خدا نہیں کہتی نہ خدا کا اُنپر یہ سوال ہوگا۔ پس محمد رسول اللہ کا اپنے حق میں توفیتنی فرمانا ان معنوں میں ہرگز نہ ہوگا۔ جن معنوں میں حضرت عیسےٰ کا درگاہ خداوندی میں عرض کرنا ہوگا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ نزول نہ ہوگا۔ اور چونکہ حضرت عیسےٰ کا دوبارہ نزول ہوگا اسلئے سوال بھی مغائر بعد جواب بھی مغائر ہوں گے۔ جب جواب مغائر ہوں گے تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي بھی معنوں میں مغائر ہوگا۔ کیونکہ

صلے اللہ علیہ وسلم کا توفیتنی فرمانا موت کے معنوں میں ہوگا۔ اور حضرت عیسٰے کا توفیتنی فرمانا رفع اور نزول اور پھر موت کے معنوں میں ہوگا۔ یعنی مَادُمْتُ فِیْهِمْ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسٰے اپنی امت میں موجود رہے اور پھر ان کو توفیتنی کہنے کا موقعہ ملا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مَادُمْتُ فِیْهِمْ کا چونکہ زمانہ حضرت عیسٰےؑ کے مشابہ نہیں اسلئے انکا فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کہنا حضرت عیسٰےؑ کے کہنے کے ہرگز مشابہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی مرزا صاحب وفات مسیح قبل از نزول ثابت نہ کر سکے:۔

نعوذ باللہ اگر یہ مان لیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا توفی اور عیسٰےؑ کا توفی ایک ہی قسم کا ہے تو اس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک ہے۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب اور عیسائیوں کے حضرت عیسٰےؑ علیہ السلام بید کوڑے پٹوائے اور طمانچے کھانے کے ذلت کیساتھ صلیب پر لٹکائے گئے۔ اور لمبے لمبے کیل ان کے اعضا میں ٹھوکے گئے جنسے اسقدر خون جاری ہوا کہ حضرت عیسٰےؑ بیہوش بلکہ ایسی غشی کی حالت میں ہوگئے کہ وہ فوت ہوگئے۔ اور پھر تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے جس پر اناجیل اربعہ کا اتفاق ہے۔ یہ توفی تو حضرت عیسٰےؑ کا ہوا۔ اس کے مقابل حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا توفی نہایت کامیابی کے ساتھ شاہنشاہ عرب کا لقب پاکر طبعی موت سے توفی ہوا جس سے ثابت ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسٰےؑ علیہ السلام کا توفی ہرگز ہرگز ایک قسم کا نہ تھا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہے اور استدلال غلط ہے:۔

قولہ۔ چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ اور ہم اسی رسالہ میں اسکی تفسیر بیان کر چکے ہیں:۔

اقول۔ مرزا صاحب کا قاعدہ تھا کہ جس آیت کو وہ اپنے مطلب کے مخالف دیکھتے

اور ان کو کھٹکا ہوتا کہ یہ آیت صاف حیات مسیح ثابت کر رہی ہے تو وہ فوراً اسی آیت کو
وفات مسیح کے ثبوت میں بنا دیتے تھے۔ انہی باتوں سے تو انکی راستبازی کو بٹہ لگایا ہے؛
کیونکہ ایک راستباز کی شان سے بعید ہے کہ اپنے مدعا ثابت کرنے کے لئے جھوٹ
بولکر دھوکہ دے۔ اور تمام دنیائے اسلام کے علماء و فضلاء اور مفسرین و مجتہدین کو
جھٹلا دے۔ مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ یہ آیت بہ عبارت النص مسیح کی حیات
ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ یعنے حضرت عیسٰے علیہ السلام
کی موت کے پہلے ایمان لائیں گے"۔ تو مرزا صاحب نے تفسیروں کے اختلاف سے
الٹا مدعا سمجھکر مَوْتِہٖ کی ضمیر پر بحث شروع کر دی کہ مَوْتِہٖ کی ضمیر حضرت عیسٰے علیہ السلام
کی طرف نہیں پھرتی بلکہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ یا قرآن اور محمد رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے۔ اور ایک غریب قرأت بھی قَبْلَ مَوْتِہِمْ نقل کی مگر
افسوس اصل مدعا مفسرین جو اس اختلاف سے تھا وہ نہ بتایا اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔
مفسرین کا اختلاف صرف اسواسطے تھا کہ کیونکہ منع جو آیا ہے کہ تمام اہل کتاب
عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائیں گے تو وہ ایمان عیسائیت کا ہو گا۔ اسواسطے بِہٖ
کی ضمیر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف راجع ہے لکھی۔ اور بعض نے
لکھا ہے کہ بِہٖ کی ضمیر اور قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر قرآن اور اہل کتاب کیطرف پھرتی ہے۔ اور
مرزا صاحب نے اس اختلاف سے الٹا نتیجہ نکالا کہ "حضرت عیسٰے فوت ہو گئے"
جسے کوئی با حواس انسان ہرگز باور نہیں کر سکتا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس امر میں
تنازعہ اور اختلاف ہوتا ہے وہ امر انہیں متعلقین میں سے کسی کے حق میں فیصلہ
پاتا ہے نہ کہ فریقین کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ایک اجنبی شخص اپنی مطلب برآری
کے لئے الفاظ کے من گھڑت معانی تراش کر اس امر متنازعہ فیہ کا خود مدعی ہو کر
سچا بھی ہو سکتا ہے؟

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف تو صرف اس بات میں ہے کہ کس بات پر ایمان لاوینگے حضرت عیسےٰ کے نزول کے بعد۔ سو اسلئے بعض نے خیال کر کے کہ عیسےٰ پر ایمان لائے تو مسلمان نہ ہوئے اسواسطے انہوں نے بہٖ کی ضمیر قران کریم اور حضرت محمد رسول اللہ کی طرف راجع بتائی اور موتہٖ کی ضمیر خواہ واحد کی ہو خواہ جمع کی اہل کتاب کی طرف پھیری مرزا صاحب نے معلوم نہیں کس سے وفات عیسےٰ کیسے نکال لی۔

اول تو جب عبارت میں مرجع ضمیر کا مذکور ہو پھر کسیکا حق نہیں رہتا کہ کوئی دوسرا مرجع جو عبارت میں مذکور نہ ہو مقرر کرے۔ جیسا کہ ان تمام آیات میں ہے۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَ
لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ
اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا
وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ
شَهِيْدًا (پ ۶ ع ۲)

ان آیات کے ترجمہ میں بجائے ضمیروں کے اصل مرجع کا نام لکھا جاتا ہے تاکہ آسانی سے معلوم ہو جاوے کہ موتہٖ کا ضمیر کس کی طرف درست ہے۔

ترجمہ - قول ان یہودیوں کا کہ ہمنے قتل کر دیا مسیح عیسےٰ بیٹے مریم کو جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ نہ یہودنے مسیح کو قتل کیا اور نہ مسیح کو سولی دیا لیکن یہود کے لئے تشبہ کیا گیا (مسیح کی شکل دوسرے شخص سے بدل دی گئی) اور یہودی جو اختلاف کرتے ہیں اسمیں (یعنی مسیح عیسےٰ کے قتل کے بارہ میں) وہ پڑے ہوئے ہیں شک میں اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنے ظن کی۔ حالانکہ مسیح عیسےٰ یقیناً قتل نہیں ہوا۔ بلکہ اٹھا لیا مسیح عیسےٰ کو اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہی غالب حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر کہ ایمان لاویگا ساتھ مسیح عیسےٰ کے پہلے مرنے مسیح کے اور قیامت کے دن

ہوگا مسیح علیہ السلام پر گواہ ہے۔

ان آیات میں نو ضمیریں واحد کی ہیں وہ سب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرف پھرتی ہیں پھر یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ پہلی سات ضمیریں تو مسیح کیطرف راجع ہوں اور بعد کی دو ضمیر بھی مسیح علیہ السلام کیطرف راجع ہو جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنے اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللهِ۔ جب سارے ضمیر واحد کے مسیح ابن مریم رسول اللہ کیطرف راجع ہیں اور اخیر کی ضمیر یَكُونُ کی بھی مسیح ابن مریم رسول اللہ کیطرف راجع ہے جو کہ قیامت کے دن اہل کتاب پر گواہ ہوگا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ قَبْلَ مَوْتِهِ کی ضمیر انہی مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کیطرف نہ پھیری جاوے۔ جس کا ذکر ہو رہا ہے:

اور لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں مَوْتِهِ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کیطرف راجع کی ہے۔ مگر معنے الٹے کرتے ہیں۔ قبل مَوْتِهِ کی تفسیر یہ ہے کہ قبل ایمانہ بموتہ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۵)

باقی رہا یہ سوال جسکی بنا پر مفسرین رحمہم اللہ علیہم نے اختلاف کیا ہے کہ کیوں بعض مفسرین نے قرآن اور حضرت محمد رسول اللہ کیطرف ان دو ضمیروں کو پھیرا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان مفسرین رحمہم اللہ علیہم نے اس خیال سے بہ کی ضمیر کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف پھیرا ہے کہ بعد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں عیسیٰ مسیح پر ایمان لانا کافی نہیں جب تک آخری نبی پر ایمان نہ لایا جاوے اسواسطے انہوں نے یہ ضمیر قرآن شریف یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف پھرتی لکھا ہے۔ مگر یہ دونوں ضمیریں جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیر دیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصالتاً نزول

حضرت عیسٰی کا ذکر فرمایا۔ اگر تمکو شک ہو اصالتاً نزول ابن مریم عیسٰی علیہ السلام میں تو قرآن کی آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ پڑھو یعنی ہر ایک اہل کتاب جو اُس وقت ہو گا حضرت عیسٰی پر ایمان لائیگا۔ عیسٰی کی موت سے پہلے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فیصلہ کر دیا۔ و ساتھ ہی یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ یعنے حضرت عیسٰی بعد نزول میرے دین اور شریعت کے تابع ہو گا اور شریعت محمدی پر خود عمل کرے گا۔ اور کرائیگا تو وہ شک اعتراض جو بعض مفسرین کو ہوا تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت حضرت عیسٰی پر ایمان لانا حقیقت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ اگر بفرض محال مرزا مرزا صاحب کیخاطر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ بِهٖ اور مَوْتِهٖ کی ضمیر قرآن شریف کیطرف یا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف پھرتی ہے اور مَوْتِهٖ کی ضمیر کتابیوں کی طرف پھرتی ہے :- پھر بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات ہرگز اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔ یہ صرف مرزا صاحب کی اپنی ایجاد تھی کہ جس آیت کو حیات مسیح پر دال جانتے تھے اُسکو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر دیتے اور بلا دلیل کہدیتے کہ اس سے مسیح کی وفات ثابت ہے۔ کوئی مرزائی بتادے کہ اس آیت میں کون سے الفاظ ہیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے اختلاف مفسرین تو صرف ایمان میں ہے نہ کہ حیات مسیح میں وہ سب متفق ہیں کہ وہی عیسٰی بیٹا مریم کا نبی ناصری اصالتاً قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور انکا نزول آثار قیامت میں سے ایک اثر (علامت ہے) پس یہ آیت بھی وفات مسیح علیہ السلام پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔

قولہ۔ پانچویں آیت جو وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے یہ ہے۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْ

كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (رب ع ۱۴) یعنے مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اسکی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسٰی اور انکی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے۔ ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جس کا کہ کَانَا کا لفظ شاہد ہے جو حال کو چھوڑ کر زمانہ گذشتہ کی خبر دیتا ہے۔ الخ

اقول۔ حق بات کبھی چھپ نہیں سکتی۔ مرزا صاحب کے اگرچہ تمام رگ و ریشہ میں مسیح کی وفات سمائی ہوئی تھی۔ مگر قرآن کی آیت اس آیت کے الفاظ نے مجبور کر دیا کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھ مبارک سے حیات مسیح ثابت کر دیں۔ اگرچہ آپ نے اس آیت کا ترجمہ حسب عادت غلط و محرف الفاظ میں کیا ہے مگر اس تحریف کے وقت کچھ ایسے بے خود ہو گئے کہ کلمۂ حق کو نہ روک سکے۔ دیکھو وہ لکھتے ہیں :۔ (یعنے مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں الخ)

مسلمانو! یہ خدا کی قدرت کا تماشہ ہے کہ مرزا صاحب نے غلط معنے بھی کئے اور کچھ عبارت تحریف کے طور پر اپنے پاس سے بھی ملا دی یعنے یہ بات اپنے پاس سے لکھتے ہیں کہ "اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں" حالانکہ قرآن کا کوئی لفظ نہیں جس کے یہ معنے ہوں کہ اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر خدا کی قدرت و جبروت دیکھئے کہ مسیح کو خود موت سے نکال دیا ہے۔ یعنے اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں تو ثابت ہوا کہ مسیح فوت نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ مسیح سے پہلے سب رسول فوت ہوئے لکھتے میں جس سے حضرت عیسٰی صاف صاف مستثنا ہو گئے۔ یعنے اس سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے مگر وہ فوت نہیں ہوا۔

مرزا صاحب پر اسوقت وہی مثال صادق آئی کہ چلے تھے شکار کرنے مگر خود ہی شکار ہو گئے۔

مرزا صاحب وفاتِ مسیح ثابت کرتے کرتے خود حیاتِ مسیح ثابت کر گئے۔ کیونکہ رسولوں کی موت سے مسیح کو الگ کر لیا۔ گویا اس آیت تحریف کے نازل ہونے تک حضرت عیسٰی علیہ السلام بقول مرزا صاحب زندہ ثابت ہوئے۔ والحمد للہ۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

آگے لکھتے ہیں کہ "جب وہ زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے"۔ اس عبارت میں بھی مرزا صاحب نے اپنے پاس سے عبارت جوڑ دی ہے کہ جب وہ زندہ تھے۔ حالانکہ کوئی لفظ آیت میں نہیں جسکے یہ معنے ہوں کہ جب وہ زندہ تھے ہاں کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ ہے یعنے وہ دونوں مخلوق تھے۔ اور جسطرح دوسری مخلوق کو غذا ملتی ہے اسی طرح وہ بھی غذا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت میں الوہیت مسیح کی تردید ہے یعنے مسیح معبود و خدا نہ تھا مخلوق و محتاج غذا تھا اور ایسا ہی اسکی ماں مریم تھی۔ یہاں وفات وحیات کا کوئی ذکر نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ ایک غذا کے بدلنے سے فوت ہونا لازم آتا ہے روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ تمام حیوان ماں کے پیٹ میں خون سے پرورش پاتے ہیں اور خون ہی ان کا طعام ہوتا ہے۔ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتے ہیں تو صرف دودھ ہی غذا طعام ہو کر پرورش ہوتی ہے۔ اور جب اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں تو اناج و گھاس وغیرہ جات انکا طعام و غذا ہوتے ہیں۔ کیا کوئی باحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ سے باہر آکر انسان یا دیگر حیوان فوت ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کانا یاکلان الطعام نہیں رہتے اسلئے کہ خون کی غذا بند ہو جاتی ہے اور صرف دودھ ہی ملتا ہے۔ جب دودھ ملتا ہے تو کیا مر جاتے ہیں۔ یا دودھ کا موقوف ہونا وفات کی دلیل ہے ہرگز نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ ہے کہ غذا کے بدلنے سے کوئی فوت نہیں ہوتا۔ جب یہ امر ثابت ہے کہ غذا کے بدلنے سے موت لازم نہیں ہوتی تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی غذائے زمینی سے غذائے آسمانی کیونکر باعث وفات ہو سکتی ہے

اور یہ کیونکر مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ آسمان پر طعام و غذا نہیں۔ حالانکہ آسمان سے ہی زمین والوں کو غذا ملتی ہے::

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ پس حضرت عیسےٰؑ کی غذا جب ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی میں اسقدر سرور و قوت ہے کہ زمین پر بھی اُسکی تاثیر سے اولیاء اللہ کئی کئی مہینے کچھ کھاتے پیتے نہیں اور زندہ رہتے ہیں تو حضرت عیسےٰؑ کا آسمان پر بغیر غذا کے آسمان پر زندہ رہنا یقینی ہے وہ مخالف کو کیوں چبھتا ہے۔ کیونکہ کل غذاؤں اور رزقوں کا منبع آسمان ہے۔ تمام رزق اور غذائیں آسمان سے ہی نازل ہونے میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا (پ ۲۴ ع ۶) وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ :- ترجمہ اور اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق۔ اور آسمان میں ہے روزی تمہاری جو وعدہ دی گئی ہے"

شاید کوئی جلد باز یہ کہدے کہ ایسی غذائیں آسمان پر نہیں جیسی کہ زمین پر مہیا ہیں تو اُسکو قرآن کی آیت کے ساتھ جواب دیدیا ہے جس میں لکھا ہے فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ یعنے پرورش کرنے والا ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ جس سے ثابت ہے کہ جیسا کہ رب العالمین زمین پر ہے ایسا ہی آسمانوں پر ہے۔

افسوس! ایک طرف تو خدا تعالیٰ کو قادر مطلق مانا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی طرح خدائیت کو ثبت کر سکتا ہے (حقیقۃ الوحی مرزا صاحب صفحہ ۲۵۵) مگر جب دوسرا شخص قرآن سے ثبوت دے کر کہے تو فلسفی دلائل سے کلام الٰہی کی تردید کیجاتی ہے حالانکہ آسمانوں کا علم حاصل نہیں۔ جب قرآن کو مانا تو جو کچھ اُس کے اندر لکھا ہے اُس کو بھی ماننا چاہئے اور اگر من مانی تاویل کی تو یہ بھی ایک قسم کا انکار ہے۔ جب قرآن سے ثابت ہے کہ لگاتار کھانا آسمان سے بنی اسرائیل کی درخواست اور حضرت عیسےٰؑ کی دعا سے اترا

تو پھر مومن قرآن کا انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھو قرآن میں کس طرح مفصل ذکر ہے۔ صرف
ترجمہ لکھا جاتا ہے (دیکھو سورہ مائدہ)

"کیا تمہارے پروردگار سے ہو سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان
اُتارے حضرت عیسٰی نے کہا کہ اگر تم خدا کی قدرت اور میری نبوت پر ایمان رکھتے
ہو تو خدا سے ڈرو۔ اور ایسی بیہودہ فرمائش نہ کرو جس میں ایک طرح کا امتحان معلوم
ہوتا ہے۔ وہ بولے ہمکو امتحان منظور نہیں ہے۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ تبرک
سمجھکر اس خوان میں سے کچھ کھائیں اور ہمارے دل آپ کی رسالت سے پورے پورے
مطمئن ہو جائیں اور ہم تجربہ سے معلوم کر لیں کہ بیشک آپ نے ہمارے آگے سچا دعویٰ کیا
تھا۔ اور ہم آپکے اس خوان کے گواہ رہیں۔ اسپر عیسٰی ابن مریم نے دعا کی۔ اے اللہ
اے ہمارے پروردگار ہمپر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اُتار۔ اور خوان کا اُترنا ہمارے
لئے یعنی ہمارے اگلے پچھلوں سب کے لئے عید قرار پائے۔ یہ تیری طرف سے
ہمارے حق میں تیری قدرت کی ایک نشانی ہو۔ اور ہمکو اپنے دسترخوانِ کرم سے
روزی دو۔ اور تو سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا بہت خوب۔ بیشک ہم وہ خوان تم لوگوں پر اتارینگے۔ مگر جو شخص پھر تم میں سے
ہماری خدائی کا انکار کرتا رہیگا۔ تو ہم اُسکو ایسے سخت عذاب کی سزا دینگے کہ دنیا جہاں
میں کسیکو بھی ویسی سزا نہیں دینگے"۔ (ترجمہ حافظ نذیر احمد)

افسوس مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے ایسی ایسی باتیں بنا لیتے ہیں کہ ادنیٰ
طالب العلم بھی ہنسی اُڑاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ کانا ماضی کا صیغہ ہے اور اسبات
کی دلیل ہے کہ اب چونکہ وہ کھانا نہیں کھاتے لہٰذا فوت ہو گئے ہیں۔ یہ ایسی ہی معقول
بات ہے جو کوئی مرزا صاحب کو انکی زندگی میں کہتا کہ آپ دودھ پیتے تھے۔ اور وہ ماضی
کا زمانہ تھا۔ اسلئے آپ فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ اب آپ کا دودھ نہ پینا آپکی وفات کی دلیل ہے

اب ذرہ کان پر بحث بھی ضروری ہے تاکہ مرزا صاحب کا منطق معلوم ہو کہ وہ اپنے مطلب کے واسطے من گھڑت قاعدہ بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کے برخلاف ہوتا اور لطف یہ کہ پھر اس کا نام حقائق و معارف رکھتے اور افسوس مرید تسلیم کرتے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ کان چونکہ ماضی کا صیغہ ہے۔ اور ماضی کے سوا اور اور معنوں یعنے مضارع و حال و استقبال کے معنوں میں نہیں آتا اسلئے اس آیت سے وفات مسیح ثابت ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ دیکھو قرآن مجید کی آیات ذیل:۔

مثال (۱) مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ یعنی مسلمانوں اور پیغمبر کو لازم نہیں۔ کیا مرزا صاحب اس جگہ بھی یہ معنے کریں گے کہ پیغمبر اور مسلمانوں کو لازم نہیں تھا۔ ہرگز نہیں تو پھر انکا کہنا غلط ثابت ہوا کہ کان صرف ماضی کے واسطے آتا ہے اور اس سے وفات مسیح ثابت ہے۔

مثال (۲) مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰهُمْ (پ ۱۱ ع ۴) یعنی اللہ کی شان سے بعید ہے کہ ایک قوم کو ہدایت دے اور پیچھے گمراہ قرار دے۔ یہاں بھی کان آیا ہے۔ مگر ماضی کے صیغے کے معنے نہیں دیتا جس سے وفات مسیح باطل اور استدلال مرزا صاحب غلط ثابت ہے۔

مثال (۳) لَوْ كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً (پ ۱۱ ع ۴) یعنے مناسب نہیں کہ مسلمان سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ یہاں بھی کان ماضی کا صیغہ ہے اور معنے ماضی کے نہیں حال اور استقبال کے ہیں۔ پس مرزا صاحب کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے۔ کہ کان سے وفات مسیح ثابت ہے کانا سے تو صرف یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسےٰ اور آپکی والدہ مریم دونوں مخلوق تھے۔ اور عاجز انسان تھے۔ خاصہ خدا کی جزو نہ تھے۔ دوسری مخلوق کیطرح طعام کھایا کرتے تھے۔ حالانکہ خدا کھانے پینے سے پاک ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ دونوں ماں بیٹا وفات پا گئے۔ یہاں تو تردید

الوہیت و شاکلت نما نہ ہے نہ کہ تردید حیات ہے۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ
لیا کہ اب عیسے طعام نہیں کھاتے۔ اور وہ طعام کے کیا معنے سمجھتے ہیں اگر گندم کی
روٹی اور گوشت وغیرہ کو ہی طعام سمجھتے ہیں تو بہت انسان اور حیوان مردہ ثابت ہوں
گے۔ کیونکہ بہت انسان صرف دودھ پر گزارہ کرتے۔ اور تین دن تین ماہ تک چولہا گرم نہ ہوتا

اب ہم اس بڑے بھاری مغالطہ کی تردید کرتے ہیں جو مرزا صاحب یہ آیت
پیش کر کے مسلمانوں کو دیتے ہیں:-

مرزا صاحب خَلَتْ کے معنے مر چکے ہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ خَلَتْ
کے معنے موت کے ہرگز نہیں۔ کیونکہ خَلَتْ کے معنے گذرنے کے ہیں
اور گذرنا زندوں اور مردوں دونوں کے واسطے بولا جاتا ہے۔ اور چونکہ انبیاء علیہم
السلام کے گروہ میں جو گذر چکے ہیں۔ چار نبی زندہ بھی ہیں۔ یہ قرآن مجید کی اعلیٰ
درجہ کی فصاحت ہے کہ اس نے ایسے موقعہ پر ایسا لفظ استعمال فرمایا جو کہ
مردہ اور زندہ سب نبیوں اور رسولوں پر حاوی ہو۔ کیونکہ چار نبی زندہ ہیں جو
گذر گئے ہیں۔ دو آسمان پر اور دو زمین پر۔ حضرت خضر و الیاس زمین پر اور
حضرت مسیح اور ادریس آسمان پر۔ جیسا کہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی
نے فصوص الحکم میں لکھا ہے۔ اور مظاہر حق جلد چہارم صفحہ ۵۰۳ لکھا ہے
کہ کہا بغوی نے معالم التنزیل میں کہ چار شخص انبیاء میں سے زندہ ہیں۔ زمین
پر خضر و الیاس اور آسمان پر ادریس و عیسیٰ الخ۔ اسی واسطے قرآن مجید نے خَلَتْ
کا لفظ فرمایا تاکہ مردہ اور زندہ رسولوں پر حاوی ہو خَلَتْ کے معنے موت
کے ہرگز نہیں۔

ہم ذیل میں قرآن مجید کی چند آیات مشتے نمونہ از خروارے لکھتے ہیں تاکہ معلوم
ہو کہ خَلَتْ زندوں کے واسطے بھی بولا جاتا ہے۔ اور مردوں کے واسطے بھی۔

اوّل - وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ - یعنے جب وہ اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں (پ ۱ ع ۲) یہ خلَوا جو مادہ ہے خَلَتْ کا خاص زندوں کے حق میں استعمال کیا گیا ہے - یعنی جب منافق لوگ مسلمانوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کی طرف جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ٹھٹھے کرتے ہیں - کیا یہ منافقین کا اکیلا جانا زندہ ہونے کی حالت میں تھا یا مردہ ہونے کی حالت میں - اور خلوا زندوں کیواسطے مستعمل ہوا یا مردوں کے واسطے - صاف ظاہر ہے کہ زندوں کے واسطے مستعمل ہوا پس ثابت ہوا کہ خَلَتْ کے معنے موت ہی نہیں زندوں کے واسطے بھی خَلَتْ بولا جاتا ہے :۔

دوم - سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِہٖ یعنی اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں جاری ہے - کیا یہاں سنت اللہ فوت ہوگئی معنے کرو گے ہرگز نہیں - تو پھر یہ غلط ہوا کہ خَلَتْ کے معنے موت ہے -

سیوم - وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ - یعنے جس وقت اکیلے ہوتے ہیں تو مارے غصے کے پھر اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں - اسجگہ بھی خلوا زندوں کے واسطے بولا گیا ہے کیونکہ مردے تو غصے سے انگلیاں نہیں کاٹتے :۔

پنجم - قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ - (پ ۸ ع ۴) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالےٰ فرمائیگا - تم بھی داخل ہو جاؤ ملکر جن پھر انسانوں کی امتوں میں جو تم سے پہلے گزری تھیں آگ میں - یعنی دوزخ میں - اب ظاہر ہے کہ یہاں بھی خَلَتْ کے معنے موت کے نہیں صرف گزرنے کے ہیں علاوہ براں قرآن مجید میں کثرت سے سنت اللہ کے ساتھ قَدْ خَلَتْ کا لفظ آیا ہے جسکے معنے سنت اللہ کی موت کے نہیں صرف گذرنے کے ہیں - اور گذرنے کیواسطے

موت لازم نہیں۔ زندگی کی حالت میں بھی گذرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ پنجاب میں یا اور کسی ملک میں بھی دستور ہے کہ جب کبھی کوئی تبدیل ہو جاوے اور نیا حاکم آوے تو بولا جاتا ہے کہ کئی حاکم آئے اور گذر گئے۔ اس کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ سب حاکم فوت ہو گئے۔ کیونکہ زندگی میں بھی گذرنا ہوتا ہے۔ ریل دہلی جاتا ہوا امرتسر لدھیانہ۔ جالندھر اور انبالہ سے گذر جاتا ہے۔ حالانکہ فوت نہیں ہوتا۔ پس یہ بالکل غلط اور بیہودہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے وفات مسیح ثابت ہے۔ بلکہ اس سے تو حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح زمین سے گذر کر آسمان پر چلا گیا۔ جیسا کہ زندہ آدمی کسی شہر امریکہ سے گذر کر انڈیا میں چلا آوے جو نیچے زمین کے ہے اور جس طرح امریکہ سے گذر کر انڈیا میں آنے والے کے واسطے موت لازم نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسے کے واسطے فوت ہونا لازم نہیں۔ اور خلت کا لفظ حیات مسیح ثابت کر رہا ہے ورنہ اگر مسیح فوت ہو گیا تھا تو صاف موت کا لفظ ہوتا یعنی قَدْ مَاتَ ہوتا۔ مگر قَدْ خَلَتْ اسواسطے فرمایا ہے کہ جاری گذر بھی گئے اور زندہ بھی ہیں۔ اس واسطے ایسا لفظ قرآن میں ذکر فرمایا جس سے دونوں معنے نکل سکیں۔ اسلئے خَلَتْ کا لفظ استعمال فرمایا تا کہ جو رسول فوت ہو کر گذر رہے ہیں انپر بھی صادق آوے اور جو ابھی تک نہیں مرے۔ انپر بھی صادق آوے پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے خَلَتْ کا لفظ فرمایا جو مشترک المعنے ہے ورنہ صاف صاف قَدْ مَاتَتْ کا لفظ ہوتا۔ لہذا اس آیت سے بھی مرزا صاحب کا استدلال غلط ہے۔ کیونکہ خَلَتْ کے معنے موت کے نہیں ہیں ٭

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا اصل مطلب کیا ہے ؟

صحیح مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نصاریٰ کی تردید فرما کر بتا رہا ہے کہ عیسٰی
صرف ایک رسول تھا۔ جیسا کہ اس کے پہلے رسول ہو گذرے ہیں۔ اس جگہ صرف
تردید الوہیت مسیح اور اثبات رسالت انکی مقصود بالذات ہے نہ کہ کسی حیات
و موت کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں جب آپ یہ آیت نکال کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا
کہ صرف رسالت مسیح کا ثابت کرنا اس سے مقصود ہے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام
کو دوسرے نبیوں کے ساتھ رسالت و نبوت میں مماثلت ہے۔ نہ کہ رسولوں کی پیدائش
اور موت میں مماثلت ہے۔ پیدائش میں حضرت مسیح کل رسولوں سے علیحدہ
ہیں یعنے بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت آدم پیدائش میں رسولوں سے
مماثلت نہیں رکھتے کیونکہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ قد خلت
میں آدم سے مماثلت صرف رسالت میں ہے اور ایسا ہی دوسرے رسولوں
سے رسالت میں مماثلت ہے نہ کہ مرنے اور جینے میں۔ اگر مرنے میں مماثلت
ہے۔ تو پیدائش میں بھی ہونی چاہئے۔ اور یہ بالبداہت خوب تردید روشن
ہے۔ کہ مسیح کو پیدائش میں کسی رسول سے مماثلت نہیں۔ کیونکہ کوئی نبی
کنواری لڑکی سے بغیر مس باپ کے پیدا نہیں ہوا۔ پس اس آیت سے
وفات مسیح کا استدلال غلط بلکہ اغلط ہے۔

قولہ۔ چھٹی آیت یہ ہے۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ

درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ جب
کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا یہی سنت اللہ ہے۔ تو پھر حضرت مسیح
کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ ہیں تو
میں تو یہی کہتا ہوں کہ انکی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس

والی انکو ادا بھی ہے۔ بیشک ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔ انتہی

اقول ۔ مرزا صاحب خود غرضی سے کچھ ایسے خوگیر تھے کہ خود ہی اصول بناتے اور جب انہی کا موضوعہ اصول انکے خلاف مطلب ہوتا تو اس سے بھی انکار کرکے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس مذکورہ بالا عبارت میں جب دیکھا کہ اصحاب کہف کا قصہ قرآن مجید میں ہے ان کے مدعا کے برخلاف ہے تو بحث قرآن کی تردید مسلم کی حدیث سو برس والی سے کردی۔ مگر ساتھ ہی ایک مہمل تقریر کردی کہ بیشک اصحاب کہف زندہ ہیں۔ مگر شہدا کی طرح انکی زندگی ہے۔ سبحان اللہ! امام اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ اور ایسی فاش غلطی کہ کوئی پرائمری جماعت کا طالب علم بھی نہیں کرسکتا کل دنیا جانتی ہے کہ شہید پہلے جنگ کرتے تھے۔ اور کفار کے ہاتھ سے قتل ہوجاتے تھے۔ اور قبروں میں مدفون ہوجاتے تھے۔ تب انکو شہید کہا جاتا تھا۔ مرزا صاحب نے جو صریح قرآن مجید کے برخلاف کہدیا کہ انکی یعنے اصحاب کہف کی زندگی شہیدوں کی سی ہے۔ کس قدر غضب کی بات ہے۔ کہاں قرآن میں یا کسی حدیث میں یا کسی تاریخ میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کفار کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور انکو شہیدوں کی مانند زندگی عطا ہوئی۔ اگر کوئی مرزائی ثبوت دکھادے تو پھر مرزا صاحب کی دروغ بافی اور کذب بیانی اظہر من الشمس ہوگی۔ ہم ذیل میں قرآن مجید کی آیت لکھتے ہیں جس سے ثابت ہے۔ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک غار میں زندہ رہے دیکھو قرآن فرماتا ہے۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ الخ سے قصہ شروع ہوتا ہے۔ اور آگے صاف لکھا ہے۔ قَالَ قَائِلٌ الآیہ۔ یعنے ان میں سے ایک بولنے والا بول اٹھا۔ بھلا اس غار میں تم کتنی مدت ٹھہرے ہوگے۔ وہ بولے

تم بہت رہے ہوں گے۔ کہا کہ تمہارا رب جانتا ہے کہ تم اس غار میں کتنی مدت رہے۔ اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دیکر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ جا کر دیکھے کہ کسکے ہاں اچھا کھانا ہے اور اس میں سے بقدر ضرورت کھانا تمہارے واسطے لے آئے اور چپکے سے لیکر چلا آوے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے اگر تمہاری قوم کے لوگ تمہاری خبر پا جائیں گے تو یہ تم کو یا تو سنگسار کر دینگے۔ اَوْ یُعِیْدُوْکُمْ فِیْ مِلَّتِہِمْ یا تم کو الٹا پھر اپنے دین میں کر لیں گے اور ایسا ہوا تو پھر تم کو کبھی فلاح نہ ہوگی"۔

ان آیات سے (جنکا بخوف طوالت فقط حافظ نذیر احمد صاحب کا ترجمہ لکھدیا گیا ہے) صاف ثابت ہے کہ اصحاب کہف کفار کے خوف سے غار میں پوشیدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی خاص قدرت سے ایسی نیند عطا کی کہ وہ کھانے پینے سے بے پرواہ ہو گئے۔ انکی حالت نیند میں نہ انکو بھوک لگی نہ پیاس۔ جب جاگے تو بھوک پیاس محسوس ہوئی اس نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں بھوک پیاس نہیں ہوتی۔ اسواسطے تو فی کے معنی نیند کے درست ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نیند کی حالت میں ہیں اور تا نزول اسی حالت میں رہینگے"۔

اب مرزا صاحب کی دلیری دیکھئے کہ کس طرح قرآن مجید کے مقابل میں کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ انکی زندگی بھی انہیں شہیدوں کی زندگی کی ہے مسلم کی حدیث سو برس والی انکو مار چکی ہے"۔

اب کوئی پوچھے کہ حضرت کلام اللہ کے مقابل آپ کا کہنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ اور آپ کا کہنا جب کسی سند شرعی سے نہیں کہ اصحاب کہف مر گئے تھے۔ اور بعد موت غار میں پوشیدہ ہوئے اور اب انکی زندگی شہیدوں والی ہے

کوئی سند بھی ہے یا یوں ہی جو دل میں آیا لکھ مارا۔

سنو خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر غار والوں کی خبر کفار کو ہوگی تو سنگسار کریں گے مرزا صاحب بتادیں کہ شہیدوں کو بھی سنگسار کیا جاتا ہے مرکر تو شہید ہونا ہوتا ہے اور مرزا صاحب کی عقل اور فلسفی عقل دیکھیئے کہ کہتے ہیں شہیدوں کی زندگی ہے۔

دوم قرآن شریف فرماتا ہے ایک کو کھانا لانے کے واسطے شہر میں روانہ کرو۔ کیا کوئی مرزائی اپنے مرشد کی حماقت کر کے بتا سکتا ہے کہ شہید کھانا مول لینے کے واسطے آیا کرتے ہیں۔ اور روپیہ ساتھ لاتے ہیں جیسا کہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص لایا تھا اور اس کو پھر معلوم ہوا کہ تین سو نو برس ہم غار میں سوئے رہے۔ دیکھو قرآن شریف کی آیت "ولبثوا فی کہفہم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا" یعنے اصحاب کہف اپنی غار میں تین سو برس رہے اور نو برس اس کے اوپر۔

اب مرزا صاحب قرآن شریف کی تردید کر کے کہتے ہیں کہ اصحاب کہف شہید تھے کوئی اس عقل مند سے پوچھے کہ شہید لوگ غار میں چھپنے کیوں گئے۔ وہ تو غار میں اس واسطے گئے کہ کفار کے ہاتھ سے مارے نہ جائیں اور شہید نہ کہلائیں۔ تو پھر انہوں نے شہادت کس طرح سے پائی۔ جب کفار کے ہاتھ میں بھی نہ آئے اور نہ قتل ہوئے تو شہید غار میں بیٹھے بیٹھے کس طرح ہوئے۔ مگر یہ شہادت شاید قادیانی شہادت ہے کہ تا وہ اپنے کذب کے ذریعہ سے جس طرح اپنے آپ کو شہید بلکہ اس سے بھی زیادہ بنالیتا ہے۔ اسی طرح قادیانی شہادت اصحاب کہف کو بھی دیدی۔ سنو مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

کربلا است سیر ہر آنم   صد حسینؑ است در گریبانم

یعنے ہر وقت میں کربلا جیسے صدمات اٹھا رہا ہوں اور ایک حسینؑ کیا بلکہ سو حسین میرے گریبان میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قادیان کربلا ہے اور میں ایک سو حسینؑ کا مجموعہ ہوں۔ یعنے جو جو عذاب کربلا میں حضرت حسینؑ کو ہوئے اُس سے سو درجہ زیادہ مجھ کو عذاب ہوتے ہیں اور حسینؑ سے سو درجہ شہادت مجھ کو ہوتی ہے۔ بلکہ ہر آن کربلا کی سیر کرتا رہتا ہوں یعنے کربلا جیسے عذاب ہر وقت برداشت کرتا ہوں۔

اب کسی باحواس آدمی کو شک رہتا ہے کہ مرزا صاحب جھوٹ و افترا اور خلاف واقعہ بات کر دینے میں اوّل درجے کے ڈگری یافتہ تھے۔ حضرت حسینؑ تین دن کے پیاسے دشت کربلا میں شہید ہوئے اور جسد مبارک تیروں سے چھد گیا تھا۔ اور سر مبارک تن اطہر سے جدا کیا گیا۔ اور کاذب مدعی کیوڑے اور خس کی ٹٹیوں میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرتا تھا اور عورت کے زیور سونے کے اس قدر کہ کسی امیر دنیا پرست کو نصیب نہ ہوئے ہوں۔ اور مقویات اور لذیذ غذاؤں کی وہ کثرت کہ حلق مبارک سے دوسری غذا کا اترنا ایسا ہی محال تھا جیسا کہ حضرت عیسےٰ کا نزول۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے جسم کو ان کے کذب بھرے سر سے کسی نے سبکدوش نہیں کیا یعنے کسی نے مرزا صاحب کو قتل نہیں کیا۔ تیروں کے بدلے میں ایک سوئی کا زخم نہیں لگا۔ خود اپنی موت مرض ہیضہ سے فوت ہوا۔ مگر کذب بیانی یہ کہ سو حسینؑ کا عذاب آپ کو ہر وقت ملتا ہے۔ خیر یہ قصہ طول ہے اصل مطلب کی طرف آتا ہوں کہ اصحاب کہف نہ تو کفار کے ہاتھ آئے اور نہ شہید ہوئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کی مانند اپنی قدرت نمائی سے عجیب کام کیا کہ کفار غار تک نہ پہنچ سکے اور صحیح و سلامت

۳۰۹ برس تک سوئے رہے یہ بالکل فاسد اور غلط عقیدہ مرزا صاحب نے تراشا ہے کہ اصحاب کہف کی زندگی شہیدوں والی زندگی ہے۔ اور صریح قرآن شریف کا انکار کیا ہے۔

پس قرآنی نص سے ثابت ہوا کہ جسمانی جسم بغیر طعام کے زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ اصحاب کہف کا قصہ شاہد ہے۔ کیونکہ نظیر موجود ہے جس خدا نے اصحاب کہف کو اپنی خاص معجزہ نمائی قدرت سے ایسی نیند سے سلا کر ۳۰۹ برس تک بھوک پیاس سے مستغنی رہے وہی خدا قادر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ایسی نیند عطا کر دی ہے کہ تا نزول وہ انسانی احتیاج سے بے پرواہ رہے۔ اور اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ بحالت نیند اٹھائے گئے اور تا نزول اسی حالت میں رہیں گے۔ اور توفی کے معنی نیند کے بھی ہیں۔ اور بھوک پیاس نیند کی حالت میں نہیں لگتی۔

اب ہم مسلم والی حدیث کی بابت بحث کرتے ہیں

(۱) مرزا صاحب نے خود اپنا اصول توڑا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف جس امر کو سچا معاملہ بتا کر فرما رہا ہے کہ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک زندہ سوئے رہے ہیں۔ اور بعد میں ایک ان میں سے کھانا مول لینے آیا۔ مرزا صاحب قرآن کی تردید مسلم والی حدیث سے کرتے ہیں۔ جب یہ مسلّمہ اصول ہے کہ اول قرآن بعدہٗ حدیث پھر قرآن کے مقابل حدیث پیش کرنی مرزا صاحب کی غلطی ہے۔

(۲) مسلم والی حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ اصحاب کہف مر گئے تھے۔ ہاں مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے جھوٹ استعمال کیا کرتے ہیں مگر ایسا جھوٹ کہ مسلم والی حدیث اصحاب کہف کو مار رہی ہے۔ حدیث میں اگر کوئی مرزائی دکھلادے کہ اصحاب کہف مر گئے تھے تو ہم اس کو سو روپیہ انعام دینگے۔ مرد میدان بنیں

حدیث مسلم والی سے دکھاویں یا اب لوگ کاذب مدعی کا پتہ چھوڑ دیں کیونکہ ثابت ہے کہ وہ قدم قدم پر جھوٹ بولتا ہے۔ تو دعویٰ وحی و الہام میں کیونکر سچا ہو سکتا ہو اور ایسا دروغ گو پیشوا ہونے کے لائق نہیں۔

(۳) مسلم والی حدیث کا حوالہ بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب کہف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو گذرے ہیں اور حضرت محمد صلعم نے اصحاب کہف اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بہت مدت بعد فرمایا۔ ابعد کا زمانہ ماقبل کے زمانہ پر کیونکر حاوی ہو سکتا ہے یہ صرف خود غرضی ہے کہ اس نے اندھا کر دیا ہے۔ جب قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کا ایک ہزار برس سے بھی زیادہ عمر پانا مذکور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو برس کی توراۃ سے ثابت ہے تو کس قدر دھوکہ دہی ہے کہ صریح جھوٹ اختیار کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث جو کہ رسول اللہ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے واسطے فرمائی وہ پہلے انبیاء اور مخلوق کے واسطے بتائی جاوے یہ ایسی ہی جہالت کی بات ہے کہ کوئی جاہل کہے کہ حضرت ابراہیم و موسیٰ نے قرآن پر عمل نہیں کیا تو جس طرح اس جاہل کو سمجھایا جائے گا کہ اس وقت تو قرآن شریف نہ تھا۔ اسی طرح مرزا صاحب کو بتایا جاتا ہے کہ اصحاب کہف کے وقت نہ حضرت محمد رسول اللہ تھے اور نہ مسلم والی حدیث تھی۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ ایک بادشاہ ایک امر کی ممانعت تو کرے یکم جنوری ۱۸۹۹ء کو یا ۱۹۱۸ء کو اور بعض لوگوں نے اس حکم سے پہلے جنوری ۱۸۹۸ء میں وہ کام کئے ان کو بھی سابقہ ہی شامل کرلے۔ ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے کہ رسول اللہ فرماویں تو چھ سو برس کے بعد کے زمین پر سو برس سے زیادہ کوئی نہ جیئے گا اور مرزا صاحب حضرت عیسے

اور اصحاب کہف کو بھی اِس حدیث میں شامل کریں۔ یہ زبردستی اور خود غرضی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۴) یہ حدیث تو زمین کے ساکنان کی بابت ہے اور بحث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درازیٔ عمر کی ہے جو کہ آسمان پر ہے۔ زمین کی بات آسمان والوں پر کیونکر صادق آسکتی ہے۔ بلکہ اس سے تو حیات ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ زمین پر سو برس تک کوئی نہ رہیگا۔ تو ثابت ہوا کہ جو آسمان پر ہے وہ اس حدیث کی رُو سے زندہ ہے اور موت سے بچا ہوا ہے۔

(۵) اب ہم مرزا صاحب کے اپنے قول سے اِس حدیث کا ایسے موقع پر پیش کرنا غلط ثابت کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے خود ایک کتاب جس کا نام راز حقیقت ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی عمر پاکر فوت ہوکر کشمیر میں مدفون ہوئے۔ اصل عبارت بہت طویل ہے خلاصہ یہ ہے:۔

"حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی عمر ہوئی تھی۔ دیکھو راز حقیقت کا حاشیہ مندرجہ صفحہ نمبر ۱ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان"

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی مرزا صاحب کے اقرار سے تو یہ حدیث مسلم والی درست نہیں رہتی اور جب حضرت عیسیٰ نے اس حدیث کے قاعدہ کو ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی عمر پاکر توڑ دیا تو اصحاب کہف بھی توڑ سکتے ہیں۔ جن کی عمر کا ذکر قرآن شریف میں ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب جو کہ دھوکہ دہی کی غرض سے مسلم والی حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ جب اُن کو خود معلوم تھا کہ مسیح کی عمر میں خود ہی ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی قبول کر چکا ہوں تو یہ کیوں کہتا ہوں کہ مسلم والی حدیث اصحاب کہف کو مار رہی ہے۔ یہ

دہو کہ دہی نہیں تو اور کیا ہے -

(۶) جب الحدیث خواہ کیسی ہی صحیح ہو قرآن کے متعارض ہو تو حدیث کو ترک کرنا پڑتا ہے - پس جب قرآن شریف اصحاب کہف کی مدت نیند ۳۰۹ برس بیان کرتا ہے اور مسلم والی حدیث سو برس سے کسی کی زیادہ عمر ہونے نہیں دیتی تو حدیث کی تاویل کرنی ہوگی یا بالکل ترک کرنا ہوگا اور یہ وہی اصول ہے جس کو مرزا صاحب اپنی کتابوں میں بار بار ذکر کرتے ہیں - مگر جب اپنا مطلب نہیں نکلتا تو خود ہی اس کے برخلاف جاتے ہیں اب مسلم والی حدیث جو کہ صریح قرآن شریف کے متعارض ہے کیوں پیش کرتے ہیں - کیا ان کے اعتقاد میں حدیث قرآن سے مقدم ہے :

(۷) مرزا صاحب دجال اور نزول عیسٰے علیہ السلام کی بحث میں لکھتے ہیں کہ جو حدیث عقل اور واقعات کے برخلاف ہو اس کو مجاز و استعارہ پر عمل کرنا چاہئے اب مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے مجاز و استعارہ کیوں کیوں بھول گئے - کیا یہ عقل کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ سو برس سے کسی شخص کی عمر زمین پر متجاوز نہیں ہوگی - بھلا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ کے وقت میں کسی شخص کی عمر سو برس کی یا سو سے زیادہ کی نہ ہو - تاریخ کی کتابوں سے اسکی تردید واقعات سے پائی جاتی ہے - دُور نہ جاؤ مسیلمہ کذاب کی عمر سوا سو برس کی تھی اور مرتے وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی صہ ۱۳۱ افادۃ الافہام حصہ اول -

آجتک کثرت سے لوگوں کی عمریں ایک سو برس سے زیادہ ہوتی آئی ہیں - اور کئی ایک اب بھی موجود ہوں گے - پس اس حدیث مسلم والی کی تاویل کرنی پڑے گی ورنہ اسلام کو ایک مضحکہ خیز مذہب دنیا کے سامنے

پیش کرنا ہوگا۔ اب ہم مرزا صاحب کے اصل مطلب کی طرف آتے ہیں کہ چونکہ کوئی جسم بغیر طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے عیسےٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہونگے۔ اس کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

(۱) مرزا صاحب کو طعام میں دھوکہ لگا ہوا ہے کہ وہ طعام اسی کو کہتے ہیں جو انسان پکا دیں اور روٹی یا چاول کے ساتھ بھاجی ترکاری روزانہ بنا کر کھا دیں تو وہ جسم کا طعام ہے اور اسی سے بقائے جسم ہے۔ ورنہ کوئی جسم قائم نہیں رہ سکتا یہ مرزا صاحب کا اپنا قیاس ہے اور بالکل غلط ہے۔ اور نہ قرآن شریف کی اس آیت کا یہ منشاء ہے یہ آیت تو انبیاء علیہم السلام کی فطرت انسانی بتاتی ہے۔ کہ وہ بھی انسان تھے۔ اور یہ جو تم اعتراض کرتے ہو کہ یہ کیسا نبی ہے کہ ہماری طرح کھانے پینے والا بنایا ہے۔ اور اُن کے جسم ایسے بنائے ہیں کہ کھاتے ہیں طعام کو۔

اوّل تو یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں ہے۔

دوم اس سے کسی طرح بھی وفات مسیح کا استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ مرزا صاحب کو کس طرح علم ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان پر طعام نہیں ملتا۔ کیا مرزا صاحب آسمان پر گئے ہیں اور وہاں کے جغرافیہ سے واقف ہو کر آئے ہیں کہ آسمان پر طعام نہیں۔ اگر کہو کہ جدید علوم سے معلوم ہوا ہے کہ آسمانوں پر طعام نہیں تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم ہیئت کا ایک فریخ عالم آرگو صاحب اپنی کتاب ڈسے آنرڈ ڈیتھ کے صفحہ ۲۱۲ پر لکھتے ہیں:۔

"اگر مجھ سے پوچھا جاوے کہ کیا سورج میں آبادی ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جاوے آیا ہم جیسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں تو اثبات میں جواب سے گریز نہ کروں گا۔"

مرزا صاحب خود سرمہ چشم آریہ میں جو اُن کی کتاب ہے اُس میں قبول کر چکے ہیں کہ علوم جدیدہ سے ثابت ہے کہ چاند و مریخ وغیرہ ستاروں میں آبادیاں ہیں۔ جب آسمان پر آبادیاں ہیں تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام بغیر طعام کیوں گزارنے جا سکتے ہیں ناصل ہیں مرزا صاحب کو طعام میں غلطی لگی ہوئی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ طعام وہی ہے جو انسان خود آگ پر پکا کر طیار کرتا ہے۔ اور اس طعام کے بغیر زندگی محال ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مولانا روم نے فرمایا ہے ع

کارِ پاکاں بر قیاس خود مگیر

مرزا صاحب اپنے نفس پر قیاس کر کے زعم کرتے ہیں کہ چونکہ میں لذیذ اور مقویات اور برف و کیوڑہ و گوشت مرغ و روغن بادام والی غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا شائد عباد الرحمٰن ہیں سے بھی کوئی بغیر ایسے طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ حضرت بابا فرید شکر گنج کے حالات میں تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ آپ ڈیلے جو ایک جنگلی درخت کا پھل ہے کھایا کرتے تھے۔ اور یہی ان کا طعام تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چولہے میں تین تین ماہ مسلسل آگ نہ جلتی تھی اور نبی علیہ السلام کا کنبہ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتا تھا دیکھو بخاری باب الاطعمہ۔

سوم اولیائے اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ چالیس روز تک کچھ نہ کھاتے اور نہ پیتے مگر اُن کی طاقت اور زندگی بحال رہتی۔ کیونکہ یادِ الٰہی اُن کی غذا ہو جاتی ہے۔ اور ذکر الٰہی کا سرور ان پر ایسا غالب آتا ہے کہ بھوک پیاس بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ چہارم یہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک ملک اور ہر

باشندگان کی غذا و طعام الگ الگ ہوتا ہے۔ بعض دن رات میں آٹھ دفعہ کھاتے ہیں اور بعض چار دفعہ اور بعض صرف دو دفعہ اور بعض ایک ہی دفعہ اور بعض عاشقان خدا ہمیشہ ہی روزہ رکھتے ہیں اور یاد خدا اُن کی غذا ہوتی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ طی کی حدیث میں فرمایا ہے۔ ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی متفق علیہ یعنے میں تمہاری طرح نہیں میں رات کاٹتا ہوں اور میرا خدا مجھ کو طعام کھلا دیتا ہے۔ اور سیراب کر دیتا ہے

مطلب یہ کہ میری زندگی تمہاری طرح ماکولات کی محتاج نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو روحانی طعام خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ دوسرے عوام کو حاصل نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب چونکہ اس کوچہ سے واقف نہیں بقول شخصے ؎

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا ست

مرزا صاحب کا طعام بھی اگر مانا جاوے جو وہ خود استعمال کرتے تھے تو بہت مخلوق غذا جو خشک روٹی اور صرف دودھ یا نباتات پر زندگی بسر کرتے ہیں سب کے سب فوت شدہ ہیں۔ کیونکہ اُن کو مرزا صاحب جیسا مرغن و ملذذ و مقوی طعام نہیں ملتا۔ یا اقرار کرو کہ طعام صرف اسی گوشت۔ روٹی دال بھاجی دیا و کلیہ وغیرہ کا نام نہیں بلکہ جو چیز بدل ما یتحلل ہو کر جزو بدن ہو وہی غذا اور طعام ہے۔ اور یہ حسب عسب فطرت اجسام ارضی و اجسام سماوی سب کو درجہ بدرجہ مختلف اقسام اور گوناگون رنگ سے ملتی ہے یہاں زمین میں ہی دیکھ لو کہ بعض حیوانات کئی کئی دن تک پانی نہیں پیتے۔ حشرات الارض کی فطرت ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ وہ پانی ہرگز نہیں پیتے۔ بعض انسان صرف

گوشت کھاتے ہیں اور اناج کو چھوتے تک نہیں۔ شمالی لینڈ میں جو لوگ الام پر گئے تھے اُن کا بیان ہے کہ اُس ملک کے لوگ اناج نہیں کھاتے۔ روٹی سونگھ کر پھینک دیتے ہیں۔ صرف گوشت کھاتے ہیں اور طاقتور ایسے ہیں کہ گھوڑا اور اونٹ اُن کا تعاقب کر کے پکڑ نہیں سکتے اور دوڑتے وقت وہ ہانپتے نہیں۔ اُن کا طعام صرف گوشت ہی ہے۔ قطب شمالی کے لوگ صرف مچھلی کھاتے ہیں اُن کو بھی نہ اناج ملتا ہے اور نہ اُن کا طعام اناج ہے اہلِ ہنود میں بہت لوگ دودھ پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ روٹی ہرگز نہیں کھاتے اور یہ لوگ دودھاری کہلاتے ہیں۔ جب زمین پر اس احسن الخالقین اور احکم الحاکمین کا یہ انتظام ہے کہ ہر ایک مخلوق کو مختلف اقسام سے طعام ملتا ہے تو اسی علیٰ کل شیءٍ قدیر کی قدرت کاملہ کے آگے یہ ناممکن ہو سکتا ہے کہ آسمانی مخلوق کے واسطے جو کہ الطف واکمل ہے کوئی انتظام اُس کے بدل ما تحلل نہ ہو۔ کیا تمام اجرام سماوی جو کہ ہر ایک زمین سے بڑا ہے اور اپنے اندر آبادیاں رکھتا ہے۔ اور جاندار مخلوق اُن میں رہتے ہیں سب کو طعام نہیں ملتا اور سب فوت شدہ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے واسطے آسمان پر طعام کا نہ ملنا ایک ایسا امر ہے جس کو کور باطنی سے تعبیر کر سکتے ہیں جب انسان اپنی ہی عجائبات قدرت سے تو واقف نہیں آئے دن جدید ایجادات اس کے محالات عقلی اور خلاف قانون قدرت کا بخیہ ادھیڑ رہی ہیں۔ اور جن جن امور کو آج سے پہلے کئی سال محال عقلی اور خلاف قانون قدرت کہا جاتا تھا آج وہ صرف انسانوں کی قدرت سے ممکن ہی نہیں بلکہ مشاہدہ میں آرہے ہیں۔ مثلاً ہوائی جہازوں کی ایجاد۔ بغیر تار تاروں کی خبر رسانی۔ آگ اور پانی کا ایک جگہ جمع ہو کر لوہے کو جو کہ ایک غیر متحرک دھات ہے

اس کا اس قابل ہو جانا کہ سینکڑوں ہزاروں منوں بوجھ کو سینکڑوں اور ہزاروں کوس تک لے جانا وغیرہ وغیرہ۔ باوجود اس مشاہدہ کے پھر بنی محدود عقل پر جو کہ ہر زمانہ میں ناقص ثابت ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی قدرت سے انکار کرنا اور عقلی ڈھکوسلے لگانا اور آسمانی کتابوں کا انکار کرنا۔ اور ان کی بیہودہ تاویلات کرنا عدم معرفت خدا کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے مرزا صاحب کی پوری تردید اور عدم معرفت باری تعالیٰ ثابت کر رہا ہے۔ شیخ ابن عربی نے فصوص الحکم فص عزیری میں لکھا ہے کہ حضرت عزیر نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی کہ یہ محال عقلی ہے کہ مردے زندہ ہوں۔ اس پر جواب عتاب کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ شیخ ابن عربی فصوص الحکم فص عزیریہ میں لکھتے ہیں اور حدیث سے جو ہم لوگوں کو روایت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کے پاس وحی بھیجی کہ لئن لم تنتہ لا محون اسمک عن دیوان النبوۃ اگر تم اس تعجب کے کہنے سے یعنے یہ محال عقلی ہے کہ مردے زندہ ہوں گے تو تمہارا نام نبوت کے دفتر سے مٹا دوں گا۔

تو اس کے یہ معنے ہیں کہ میں وحی سے خبر دینے کا طریقہ تم سے اٹھا دوں گا اور امور تجلی سے دوں گا۔ اور تجلی ہمیشہ تمہاری استعداد کے موافق ہوا کریگی جس سے تم کو ادراک ذاتی حاصل ہو الخ دیکھو فصوص الحکم صفحہ ۱۷۱ اردو

شیخ اکبر کی عبارت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے وہ اعلیٰ ہوتا ہے اور جو امور ادراک ذاتی سے بذریعہ عقل انسانی سمجھے جاتے ہیں وہ ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عزیر نے جب بذریعہ ادراک معلوم کرنا چاہا کہ خداوند تو مردے کس طرح پر زندہ کرے گا۔ تو اس کو عتاب ہوا کہ تم اس بات کے کہنے سے باز نہ آؤ گے تو تمہارا

نام نبیوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائے گا اور پھر تم کو ہر ایک وہ امر جو
تمہارے مشاہدہ میں آجاوے دیا جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ
کے احکام میں چون وچرا کرنا جائز نہیں اور ہر ایک امر میں ادراک عقلی طلب
کرنا درست نہیں۔ حضرت عزیر ایک سو برس تک مردے پڑے رہے
اور پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کرکے پوچھا کہ کتنا عرصہ گذرا حضرت عزیز نے کہا
کہ ایک دن یا زیادہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سو برس تک تم مرے
رہے۔ اور ہماری قدرت دیکھو کہ تمہارا کھانا بگڑا نہیں اور دیکھو اپنے
گدھے کی طرف کہ کس طرح اس کی ہڈیوں پر گوشت پہنایا جاتا ہے مرزا
صاحب اس قصہ کو مانتے ہیں مگر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر
علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا یعنے زندہ ہونا ایک کرشمہ قدرت تھا
پس ہم بھی حضرت عیسٰے علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ اور رفع اور
نزول اور مردوں کا زندہ کرنا اور دیگر معجزات کرشمہ قدرت یقین
کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا رسولوں اور نبیوں کی فضیلت دنیا
پر ظاہر کرنے کے واسطے اور ان کی صداقت ظاہر کرنے کے واسطے خاص
کرشمہ قدرت سے معجزے دکھایا کرتا ہے۔ جو کہ بظاہر محالات عقلی
وخلاف قانون قدرت معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں محالات میں سے
نہیں ہوتے کیونکہ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کو مانا ہے انہوں نے اسکو
اپنی صفات میں بھی کامل مانا ہے۔ اور جب ابتدائے عالم میں کچھ نہ
تھا اور صرف امر کن سے سب کائنات بنا دی اور اس کی قدرت
لامحدود کے آگے کوئی بات انہونی بجز ممکن نہیں تو پھر جو امور
عقل انسانی میں نہیں آسکتے یہ عقل انسانی کا قصور ہے کہ وہ ناقص ہے

نہ کہ خدا تعالیٰ عاجز وجود ہے کہ وہ ایسے امور نہیں کرسکتا جو کہ مافوق الفہم انسانی ہیں۔ انسان تو خود عاجز ہے اور محدود ہے۔ ایک محدود وجود غیر محدود قدرتوں والے وجود پر محیط ہو سکتا ہے اور محدود وجود غیر محدود پر کس طرح حاوی ہو سکتا ہے۔ جب ادراکات انسانی لا محدود قدرت پر محیط نہیں ہے تو پھر اس کا یہ کہنا کہ یہ امر محالات سے ہے غلط ہی کیونکہ یہ خود ناقص ہے۔ اور خدا کی قدرت جو کہ محدود نہیں ہے اس پر احاطہ نہیں کرسکتا۔ اور اس کا جہل ہے جو کہ اس سے یہ کہلاتا ہے کہ یہ امر ناممکن محال عقلی ہے۔ حالانکہ یہ امر خدا تعالیٰ علیٰ کل شیٔ قدیر کی طرف منسوب ہے۔ پس وہ خدا تعالیٰ جو کہ ذرہ سے لے کر آفتاب تک اور ماہ سے لیکر ماہی تک ہر ایک وجود مرئی و غیر مرئی اور عناصر اور کل کائنات ارضی و سماوی کا خالق و مالک ہے۔ ایک حضرت عیسےٰ کیا ہزاروں اور لاکھوں عیسےٰ کو اپنے امر کے ماتحت بلا خورد و نوش بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ یہ صرف دلائل کی طرف مائل ہونے کی خرابی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وجود مان کر اور پھر اس کو اپنی قدرت و جبروت میں کامل یقین کر کے ہر ایک امر ممکن و غیر ممکن پر قادر یقین کر کے پھر بلا دلیل دہریہ و فلاسفر کی تقلید میں کہدیا کہ یہ خدا نہیں کرسکتا۔ خدا کی معرفت سے سادہ اور لاعلم ہونیکی دلیل ہے۔

اب رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں بدلتی اس کا مطلب اگر وہ صحیح سمجھتے تو ہرگز خدا تعالیٰ کی ذات میں قادر مطلق ہونے کا شک نہ کرتے مگر مرزا صاحب تو دفع الوقتی کیا کرتے تھے جیسا موقعہ ہوتا کہہ دیتے اگرچہ اپنی تردید خود ہی کر دیتے۔ ہم ذیل میں مرزا صاحب کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے خود ہی اپنی قلم مبارک سے

سنت اللہ اور قانون قدرت و محالات عقلی پر پانی پھیر دیا ہے سنو
حق الیقین والو کی بابت لکھتے ہیں:۔

"عباد الرحمٰن۔ اور اس قدر زور سے صدق و وفا کی راہوں پر چلتے
ہیں کہ ان کیساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کا خدا ایک
الگ خدا ہے جس سے دنیا بے خبر ہے۔ اور ان سے خدا تعالےٰ
کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسرے سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا
کہ ابراہیم علیہ السلام۔ چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا۔ اس لئے
اسلئے ہر ایک ابتلا کے وقت خدا نے اسکی مدد کی جب کہ وہ ظلم سے
آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا الخ دیکھو حقیقۃ الوحی
صفحہ ۵۰ سطر ۲۰ سے سطر ۵۰ تک"

مرزا صاحب نے اگر یہ تحریر صدق دل سے لکھی ہوتی اور یہ ان کا ایشا
اعتقاد ہوتا تو پھر حضرت عیسٰے علیہ السلام کے معاملہ میں جو کچھ قرآن میں لکھا
ہے سب درست سمجھتے۔ کیونکہ مفصلہ ذیل امورات کا فیصلہ مرزا صاحب نے
خود کر دیا ہے:۔

۱۔ رسولوں اور نبیوں سے خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے۔ مرزا
صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ خدا تعالےٰ کی عادت عوام سے اور ہے
اور رسولوں اور نبیوں اور ولیوں سے الگ ہے۔ جب خدا کی اپنے خاص بندوں
سے الگ عادت ہے، تو پھر آپ کا یہ اعتراض غلط ہے کہ حضرت عیسٰے اتنی مدت
تک بغیر طعام نہیں رہ سکتے۔ مرزا صاحب کو کیا علم ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام
کو کس قسم کا طعام ملتا ہے۔ جب بقول مرزا صاحب حضرت عیسٰے ام سے خدا
کی الگ عادت ہے کیونکہ وہ رسول ہے۔ تو پھر خدا تعالےٰ حضرت عیسٰے ام

کو الگ عادت سے طعام بھی کھلاتا ہے اور الگ عادت سے تا نزول دراز عمر بھی دے رکھی ہے۔ آپ کا کیا عذر ہو سکتا ہے۔

۲- اُن کے ساتھ خدا تعالےٰ کے وہ معاملات جو دوسرے سے ہرگز نہیں کرتا۔ مرزا صاحب جب اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ جو رسول دینی سے معاملہ کرتا ہے وہ دوسرے سے نہیں کرتا تو پھر یہ اعتراض کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ عیسےٰ بغیر طعام نہیں رہ سکتا۔ جب خدا کا اُن سے یعنے عیسےٰ سے الگ معاملہ ہے تو پھر اس کو طعام بھی الگ دیتا ہے۔ جو کہ عوام کو وہ طعام نصیب نہیں ہوتا۔ پس عوام کا خیال و قیاس جو مرزا صاحب ذکر کے حضرت عیسےٰ کی حیات پر اعتراض سکتے ہیں کل کا رد ہو گیا۔ کیونکہ ہر ایک کا یہی جواب ہے کہ حضرت عیسےٰ کیساتھ خدا کی الگ عادت ہے۔

۳- جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے ایک ظالم کے حکم سے تو خدا تعالےٰ نے آگ کو اُن پر سرد کر دیا۔

اب کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا قانون قدرت کہاں گیا اور سنت اللہ تبدیل ہوئی یا نہ جب سے کرہ نار خدا نے پیدا کیا تب سے اس میں جلانے کی خاصیت رکھی اور اب تک بھی سُنت اور عادت اللہ یہی ہے کہ جو چیز آگ میں ڈالی جاوے جل جاتی ہے اور آگ کسی پر سرد نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے جو آگ سرد کی گئی وہ جس خدا نے آگ پر یہ قدرت نمائی فرمائی اور اپنے رسول کی حفاظت جسمانی کی غرض سے آگ کو حکم دیا کہ سرد ہو جاوے وہی خدا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حفاظت کے وقت کیوں کر عاجز ہو سکتا ہے کہ اپنے رسول کی حفاظت جسمانی نہ کرے۔ اور اس کے جسم کو کوڑے پٹنے دے اور صلیب کے عذاب اس قدر دلادے

کہ بے گناہ بے ہوش ہو جاوے۔ ایسا بے ہوش اور غشی کی حالت میں کہ مردہ سمجھ کر دفن کیا جاوے اور باوجود قادر ہونے کے پھر یہود کے سپرد کردے کہ تم جو عذاب چاہو دے لو میں پھر اس کا رفع روحانی کروں گا۔ یہ خدا کی عادت اور سنت کے خلاف ہے۔ یا مرزا صاحب کا خیال غلط ہے کیونکہ اس نے جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں جگہ دے کر قدرت نمائی فرمائی۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی یہود کے ہاتھ سے بچایا اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں اور حضرت یونس علیہ السلام کے دشمنوں سے ان کی جسمانی حفاظت کی اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بھی حفاظت جسمانی فرمائی اور جسم کو اوپر اٹھا لیا تاکہ یہود کسی طرح کا قابو نہ پا کر ایک رسول کی ذلت اور عذاب پر قادر نہ ہوں۔

آگ کے سرد ہونے اور مچھلی کے پیٹ میں بول براز نہ ہونے سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا کچھ زیادہ عجیب تر نہیں۔ کیونکہ انجیل میں لکھا ہے کہ بادلوں اور فرشتوں کے ذریعہ سے مسیح آسمان پر اٹھایا گیا۔ عیسےٰ کا اٹھایا جانا محال عقلی نہ رہا۔ کیونکہ نظیریں موجود ہیں خدا تعالیٰ نے رفع عیسےٰ سے عجیب تر معاملات اپنے رسولوں اور نبیوں سے کئے ہیں۔ اور ان کے جسموں کو بے حرمتی اور ذلت اور عذاب سے بچایا۔ پس حضرت عیسےٰ کو بھی رفع جسمانی دے کر بچایا۔ ورنہ حضرت عیسےٰ کے حق میں ظلم ہوگا کہ اس کے جسم کو تو عذاب خدا تعالےٰ نے دلوائے اور صرف روح کو اٹھایا۔ جو کہ بلا دلیل و بلا ثبوت ہے۔ روح کا اٹھایا جانا یہود پر جب ظاہر نہ ہوا اور یہودیوں نے جو چاہا حضرت عیسےٰ رسول اللہ کو عذاب دیا اور تمام خلقت موجودہ نے دیکھا اور یقین کیا کہ سب عذاب اور ذلتیں حضرت مسیح کو دی گئیں تو یہودی اب

تک کہتے ہیں کہ ہم نے بیٹے رسول اللہ کو مار ڈالا اور طرح طرح کے عذاب دیکر مار ڈالا۔ تو پھر خدا کی حفاظت اپنے رسولوں کے حق میں کیا ہوئی۔ بلکہ مرزا صاحب کی تاویل سے جو کہ وہ لکھتے ہیں کہ جان نہ نکلی تھی۔ زیادہ عذاب دیا جاتا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ بدیہی مشاہدہ ہے اور ہر ایک مذہب کا اتفاق ہے۔ بلکہ دہریہ وغیرہ بھی یقین کرتے ہیں کہ موت عذابوں اور تکلیفوں کے ختم کرنے والی ہے اسی واسطے اکثر بڑے بڑے مدبر و فلاسفر۔ و عقلاء نے خودکشیاں کیں اور عذاب سے نجات پائی۔ مگر مرزا صاحب یہ خدا کا ظلم حضرت عیسٰے علیہ السلام کے حق میں ثابت کرتے ہیں۔ کہ ادہر تو یہودی حضرت عیسٰے کو عذاب دیتے تھے اور اس طرف خدا تعالیٰ کا غضب حضرت عیسٰے کے حق میں یہ تھا کہ صلیب پر جان نہ نکلتی تھی کیونکہ اگر جان نکل جاتی تو صلیب کے عذابوں سے رہائی ہو جاتی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ یہود کا طرفدار تھا اور اپنے رسول کا دشمن تھا۔ کہ دیکھ رہا ہے کہ اس کے رسول کو عذاب دیئے جا رہے ہیں اور وہ بجائے امداد کرنے اور بچانے کے الٹی اپنے رسول کی جان بھی نہیں نکلنے دیتا۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ مسیح ایسا عذابوں سے بے ہوش ہوا کہ مردہ تصور ہو کر اتارا گیا۔ اور دفن کیا گیا۔ مگر افسوس کوئی خیال نہیں کرتا۔ کہ جب مسیح ایسا بے ہوش تھا کہ مردہ متصور ہوا اور اس کی نبض بھی بند ہوگئی اور محافظان صلیب دیہودیاں موجودہ نے دیکھ بھی لیا بلکہ ایک سپاہی نے مصلوب کی پسلی چھید کر امتحان بھی کر لیا کہ مصلوب میں کوئی نشان زندگی باقی نہیں اور مر چکا ہے۔ اور پھر لاش کو غسل دیا گیا اور دفن کی گئی۔ جس کے ساتھ اس قدر معاملات ہوئے اگر وہ مردہ نہ تھا۔ تو مرزا صاحب اور مرزائی خود ہی بتا دیں کہ مردہ ہونے کے کیا نشان باقی تھے جو اس وقت مصلوب مسیح

میں نہ پائے گئے اور کس دلیل سے انیس سو برس کے بعد وہ ہوکر دیا جاتا ہے
کہ جان باقی رہی تھی۔ اگر جان باقی تھی تو قبر میں دم گھٹ کر مر جانا ضروری تھا
غرض یہ بالکل غلط ہے اور خود غرضی کی تاویل ہے کہ مسیح صلیب دیئے گئے
کیونکہ اس میں خدا اور اس کے رسول کی سخت ہتک ہے۔ معمولی انسان
کی غیرت بھی یہ نہیں چاہتی کہ اس کے کسی دوست کو اس کا کوئی دشمن
کوڑے مارے۔ کیل اس کے اعضا میں ٹھوکے اور طرح طرح کے
عذاب دے اور وہ چپکا کھڑا تماشہ دیکھے۔ چہ جائیکہ خود خدا قادر مطلق
علی کل شیئ قدیر۔ عزیز الحکیم ہو اور ہر ایک طرح کی قدرت نمائی کی
طاقت رکھنے کے باوجود اپنے ایک رسول کی بے حرمتی دیکھے اور اسکو عذاب
ہوتا دیکھے اور کوئی حفاظت اور امداد نہ کرے۔ حالانکہ وعدہ کر چکا ہو کہ اے
عیسٰے میں تجھ کو بچالوں گا اور پھر عام وعدہ بھی ہو کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ
غالب رہتے ہیں پھر مسیح کو یہودیوں کے حوالے کر دے یہ خدا کی ہتک نہیں
تو اور کیا ہے اور ساتھ ہی ان دلائل سے مرزا صاحب کی سنت اللہ کے بدل
جانے کا بھی ثبوت مل گیا ہے۔ کیونکہ جب ہمیشہ سنت اللہ یہی رہی کہ اپنے
رسولوں کو بچاتا آیا ہے تو پھر حضرت عیسٰے کے واسطے کیوں سنت بدلی جاوے
اور اس کے واسطے صلیب کے عذاب تجویز کئے گئے۔ پس یا تو مسیح کا
رفع جسمانی تسلیم کرنا پڑیگا یا خدا کی سنت کا تبدیل ہونا اور وعدہ خلاف
ہونا ثابت ہوگا۔ چونکہ باقرار مرزا صاحب سنت اللہ نہیں بدلتی۔ لہذا ثابت
ہوا کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں زندہ ہیں۔ اور وہ تا نزول
زندہ رہینگے لہذا یہ آیت بھی وفات مسیح پر دلیل نہیں۔

قولہ۔ ساتویں آیت۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ

مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم کی ہے۔ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی ہیں
ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔ اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں
یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے
پھر جاؤ۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے
تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے اور ظاہر
ہے۔ کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح
نہیں ہو گی۔

اقول۔ یہ آیت بعینہ انہیں الفاظ میں جو مرزا صاحب پانچویں آیت میں پیش
کر چکے ہیں ہے۔ صرف مسیح کی جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا ہے۔ ورنہ اور
تمام الفاظ وہی ہیں۔ ناظرین کی توجہ کے واسطے آیت دوبارہ لکھی جاتی ہے۔

"وما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل"

یعنے مسیح صرف ایک رسول ہے جیسا کہ اُس سے پہلے رسول گذر گئے ایسا
ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا کہ وما محمد الا رسول
قد خلت من قبلہ الرسل اور ظاہر ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب
کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے جسکی تفصیل یہ ہے کہ جنگ اُحد میں رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے اور اس کش مکش میں شیطان نے پکار دیا
کہ محمد مر گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کا تمام لشکر (بجز خاص اصحابوں کے) بھاگ نکلا۔
اُس وقت کے تقاضا سے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو سمجھاتا ہے۔ کہ یہ
ضروری نہیں کہ تم میں رسول ہمیشہ رہے تو تم راہ خدا میں استقلال
سے جنگ کرو اور جب رسول فوت یا قتل ہو جاوے تو تم بھاگ
جاؤ۔ اس آیت سے نہ تو کسی کی وفات کا ذکر ہے۔ اور نہ مسیح

علیہ السلام سے اس آیت کا کچھ تعلق ہے۔ اگر بقول مرزا صاحب اس آیت کا تعلق حضرت مسیح سے جوڑا جائے تو مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب خود وما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے ترجمہ میں مسیح کو فوت شدہ نبیوں سے الگ تسلیم کر چکے یعنے لکھ چکے ہیں کہ مسیح سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ جب پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں تو وہ مرزا صاحب کے اقرار سے زندہ رہے۔ اب یہ آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل بھی مسیح کو زندہ ثابت کر رہی ہے۔ الف لام الرسل کا اگر استغراقی لیں یعنے تمام نبی اس خلت میں شامل ہیں تو نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول نہیں تھے کیونکہ من قبلہ الرسل میں شامل نہیں ہیں۔ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تسلیم کریں تو پھر سب نبی رسول فوت شدہ تسلیم نہیں ہو سکتے اور حضرت عیسےٰ و ادریس و خضر و الیاس مستثنیٰ ہیں۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ جس طرح الرسل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر بحالت زندگی یہ آیت نازل ہوئی الرسل سے مستثنیٰ تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ قبلہ الرسل کی وفات سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ الرسل میں وفات میں شامل نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح بھی وفات میں شامل نہیں۔

اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا صاحب نے حسب عادت خود بہت فقرات اپنے پاس سے بڑھا دئے ہیں جو کہ نمبر وار ذیل میں لکھ کر ہر ایک کا جواب دیا جاتا ہے:۔

(۱) ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔

الجواب۔ سب نبی فوت ہو جاتے تو حضرت عیسےٰ کا نزول خدا اور

اور اس کا رسول نہ فرماتا۔ کیونکہ مرے دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔ پس ثابت ہوا کہ عیلےؑ فوت نہیں ہوئے۔ اگر فوت ہو جاتے تو واپس آنا اُن کا انا جیل و قرآن اور حدیثوں میں مذکور نہ ہوتا جس طرح دوسرے کسی نبی و رسول کا دوبارہ آنا مذکور نہیں۔ پس یہ غلط ہے کہ سب نبی فوت ہوگئے۔ صحیح ترجمہ یہی ہے جو کہ سلف صالحین نے کیا ہے کہ سب نبی و رسول گذر گئے اور خلت کے معنے موت کے کسی نے نہیں لکھے نہ کسی لغت کی کتاب میں خلت کے معنے موت کے ہیں۔ کیونکہ خلت کا مادہ خلاو خلو ہے جس کے معنے گذرنے کے ہیں اور گذرنے کے واسطے ضروری نہیں کہ فوت ہو کر ہی گذرنے والا گذرے واذا خلوا الی شیٰطینہم نص قرآنی شاہد ہے کہ منافق بحالت زندگی گذرتے تھے۔ پھر دیکھو سنت اللہ التی قد خلت من قبل یعنے اللہ کی سنت پہلے سے گذر چکی کیا یہاں بھی اللہ کی سنت فوت ہوگئے معنے کرو گے۔ جو کہ بدیہی غلط ہیں کیونکہ مرنے سے تغیر و تبدل ہو جاتا ہے۔ اگر سنت اللہ بھی فوت ہو جاوے تو تبدیل ہونا لازم آوے گا جو کہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کے برخلاف ہے۔ قد خلت من قبل الرسل کا تعلق صرف اُن کی رسالت اور زمانہ نبوت کے متعلق ہے جس کے معنے صرف گذرنے کے ہیں۔ عربی کا محاورہ ہے۔ خلت یا خلون من شہر رمضان یعنے رمضان کی فلاں تاریخ گذر گئی۔ پنجاب ہندوستان میں یہی محاورات ہیں۔ جیسا کہ بولتے ہیں میں دہلی جاتا ہوا آپ کے شہر سے گذر گیا۔ یا کئی تحصیلدار اس تحصیل سے گذر گئے یا کئی لاٹ صاحب آئے اور گذر گئے۔ آپ کو وطن چھوڑے کتنا عرصہ گذرا غرض خلت کا تعلق زمانہ سے ہے۔ اور مقصود خداوندی ان آیات میں بھی نبی و رسول کے زمانہ کی رسالت اور احکام شریعت کا گذرنا ہے۔ نہ کسی

کی موت خلت کی مفصل بحث پہلے پانچویں آیت کے جواب میں گذر چکی ہے۔ پس یہ آیت حضرت مسیح کی وفات پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ خلت کے معنے موت کے نہیں اگر خلت کے معنے موت کے ہوتے تو خداتعالے بجائے فاین مات او قتل کے فاین خلت فرماتا۔ مگر چونکہ خلت کے معنے موت کے نہ تھے اس لئے خدا نے مات وقتل کے الفاظ فرمائے جس سے ثابت ہے کہ خلت کے معنے صرف موت کے نہیں۔ زندہ ہونے کی حالت میں خلو وخلت ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسےٰ کا ہوا۔

۲- دلیل مرزا صاحب۔ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو یہ دلیل جو خدا تعالے نے پیش کی ہے صحیح نہیں ہوگی؛

الجواب۔ خدا تعالے نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں مرزا صاحب نے خود ہی خدا کی طرف سے دلیل بنائی ہے اور خود ہی جواب دے دیا ہے۔ اگر دوسرا شخص ایسا کرتا تو مرزا صاحب جھٹ اس کو یہودی اور لعنت کا مورد قرار دیدیتے اور زور سے کہتے کہ خدا کی کلام میں اپنی طرف سے عبارت ملاتے ہو۔ کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کس عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے۔ الخ

ناظرین! مرزا صاحب اپنا مطلب ادا کرنے کے واسطے من گھڑت سوال بنا کر خود ہی جواب اپنے مطلب کا دینا شروع کر دیتے ہیں۔ آیت تو صرف یہ ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یہ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ پہلے نبیوں میں کوئی پیش کرو جو ہمیشہ زندہ رہے۔ یہ ایک راستباز کی شان سے بعید ہے۔ کہ خدا پر بہتان باندھے۔ خدا تعالے علام الغیوب تو ایسی دلیل

کبھی پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ مرزا صاحب کی طرح خود غرض خلاف واقعہ
بات بتانے والا نہیں اس کو علم ہے کہ چار نبی میری مرضی اور تقدیر سے جب
تک میں چاہوں زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ تو ایسی دلیل پیش کر کے عاجز
انسان کی طرح جہل کا الزام اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا
افترا خدا پر ہے کہ خدا نے دلیل پیش کی کہ کوئی ہمیشہ زندہ رہنے والا نبی پیش
کرو۔ ہمیشہ زندہ رہنے کا الزام بھی مسلمانوں پر مرزا صاحب کی اپنی من گھڑت
بناوٹ ہے۔ وہ مسلمان تو پکار پکار کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بھی بعد
نزول فوت ہو کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں
درمیان ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مدفون ہوں گے۔ یہ ان کی چوتھی
قبر ہو گی۔ مگر مرزا صاحب خود ہی سوال کر لیتے ہیں اور خود ہی جواب
اپنے مطلب کا دے دیتے ہیں۔ جو کہ دیانتداری اور راستبازی کے برخلاف
ہے۔ یہ آیت تو صرف حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی مماثلت رسالت
میں ماقبل کے رسولوں کے ساتھ ظاہر کرتی ہے۔ جس کا صرف اتنا ہی
مطلب ہے کہ جس طرح پہلے رسول انسان تھے ایسا ہی محمد رسول اللہ ہو
نہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس آیت سے تعلق ہے اور نہ ان کے ذکر میں
یہ آیت مذکور ہے جو آیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو اس کو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر پیش کرنا اگر تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور
قرآن شریف کو خود رائی اور مطلب پرستی کا جولانگاہ بنانا نہیں تو اور کیا ہے
پس یہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور وفات مسیح
پر اس کے ساتھ استدلال بالکل غلط ہے۔

قولہ۔ آٹھویں آیت وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم

الخلدون۔ پ ۱۷ ع ۳۔ یعنے ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا پس اگر تو مر جاوے تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آئندہ بچے گا۔ اور لغت کی رو سے خلد کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے۔

اقول۔ اس آیت کا بھی وفات مسیح سے کچھ تعلق نہیں یہ ایک عام قانون قدرت بتایا گیا ہے کہ کوئی بشر ہمیشہ رہنے والا ہم نے نہیں بنایا۔ یہ آیت تو مرزا صاحب اُن لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ جو مسیح کو ہمیشہ رہنے والا لازوال اور قدیم اور اللہ اور معبود مانتے ہیں مسلمانوں کا تو یہ دعویٰ ہی نہیں کہ مسیح ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ اور ان کی ہستی لازوال اور غیر متبدل ہے یہ تو کسی مسلمان کا اعتقاد نہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے یا رہینگے۔ جب مسلمان نہیں کہتے کہ مسیح ہمیشہ رہیگا اور ہرگز نہ مریگا۔ تو پھر یہ آیت پیش کرنا غیر محل و غلط ہے مسلمان جب بموجب فرمودہ مخبر صادق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ بعد نزول فوت ہوں گے تو پھر مرزا صاحب کا افترا ہے کہ مسلمان مسیح کی جاوید زندگی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب مسلمان بار بار حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام بعد نزول مرینگے تو پھر یہ بہتان مرزا صاحب مسلمانوں کے حق میں ناحق تراشتے ہیں۔ دیکھو ذیل میں حدیثیں جن میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ ہمیشہ ایک ہی حال پر نہ رہیں گے:۔

پہلی حدیث۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسےٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا

اربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر۔ رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا۔

یعنے روایت ہے عبداللہ بن عمر سے راضی ہو اللہ تعالےٰ دونوں باپ بیٹا سے کہا۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اتریں گے عیسےٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جاوے گی ان کے لیے اولاد اور ٹھہریں گے ان میں پینتالیس برس پھر مریں گے عیسےٰ بیٹے مریم کے اور دفن کیے جاویں گے بیچ قبر میری کے درمیان ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ مسلمان حسب فرمودہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اصالتاً زمین پر نزول فرماویں گے اور پھر نکاح کریں گے۔ اور ۴۵ برس زمین پر رہ کر پھر فوت ہوں گے۔ اور رسول اللہ کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر راضی ہو اللہ تعالےٰ دونوں کے دفن کیے جاویں گے۔ افسوس مرزا صاحب نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ مسلمان حضرت عیسےٰ کے حق میں اعتقاد خلود رکھتے ہیں جس کے واسطے مرزا صاحب نے یہ آیت پیش کی۔

دوسری حدیث۔ عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسےٰ ابن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبیہ فیکون قبرہ رابعا۔ اخرجہ البخاری فی تاریخہ والطبرانی۔

یعنے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ دفن کیے جائیں گے عیسےٰ ابن مریم مقبرہ رسول اللہ میں اور ان کی قبر چوتھی قبر ہوگی۔ اس حدیث

کی رو سے بھی مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں کہ عیسٰے علیہ السلام ہمیشہ ایک حالت پر رہیں گے۔ یہ مرزا صاحب کی اپنی الجھن او بات ہے جو اپنے مطلب کے واسطے بنائی ہے۔ کل مرزائی جمع ہو کر مسلمانوں کی کسی کتاب سے بتائیں کہ مسلمان عیسٰے علیہ السلام کو ہمیشہ ایک حالت پر مانتے ہیں ورنہ تسلیم کریں کہ اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ نویں آیت تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت و لکم ما کسبتم و لا تسئلون عما کانو یعملون پ ا ع ۱۶۔ یعنے اس وقت سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔ ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

اقول۔ اس آیت میں بھی عیسٰے علیہ السلام کی وفات کا کوئی ذکر نہیں اور نہ یہ آیت حضرت عیسٰے کی وفات پر دلیل ہے کیونکہ تلک اسم اشارہ ہے اور اشارہ ہمیشہ مشار الیہ کے ذکر کے بعد آیا کرتا ہے اب قرآن مجید میں اوپر کی آیت دیکھو کہ ان میں اگر حضرت عیسٰے علیہ السلام کا ذکر ہے تو مرزا صاحب کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال درست ہوگا ورنہ بالکل غلط۔ اب تلک امۃ کے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ام تقولون ان ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و الاسباط کانو ھودا او نصٰری تلک امۃ۔ یہ پیغمبر ہیں جن کا ذکر ہے اور تلک کا اشارہ انہیں پیغمبروں کی طرف ہے۔ مرزا صاحب کے مرید حضرت عیسٰے علیہ السلام کا نام تلک امۃ میں دکھا دیں۔ ورنہ مرزا صاحب کی دہوکہ دہی ظاہر ہے کہ ذکر دوسرے پیغمبروں کا ہے اور وہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو خواہ مخواہ شامل کر کے قرآن میں ایک پیغمبر کا نام زیادہ کر کے تحریف لفظی قرآنی کے مرتکب ہو تے ہیں کہاں عیسٰے کا نام ہے

وہاں تو صرف ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ولیعقوب والاسباط ہے۔ ولیعقوب و عیسٰے مرزا صاحب نے خود بنا لیا ہے جو کہ تحریف ہے۔ اور تحریف مرزا صاحب کے اپنے اقرار سے یہودیت والحاد ہے۔

باقی رہی قد خلت کی بحث ہے کہ مرزا صاحب خلت کے معنے غلط کرتے ہیں۔ مرنے اور گذرنے میں فرق ہے۔ افسوس مرزا صاحب خلت کے معنے لغت کے خلاف لغت عرب ومحاورات عرب کرتے ہیں۔ اور کوئی سند نہیں دے سکتے۔

اس وقت سے پہلے بھی اپنے پاس سے کلام الٰہی میں لگا لیا ہے جو کہ تحریف ہے۔ مگر اس قدر زور لگایا تحریف کے مرتکب بھی ہوئے مگر پھر بھی یہ آیت وفات مسیح پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔

قولہ۔ دسویں آیت واوصانی بالصلوٰۃ والزکٰوۃ مادمت حیاً۔

اس آیت کا ترجمہ مرزا صاحب نے نہیں کیا۔ شائد کوئی مصلحت ہو ہم ذیل میں پہلے ترجمہ لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مرزا صاحب نے وفات مسیح کی اس آیت سے جو کہتے ہیں بالکل غلط ہے ترجمہ یہ ہے۔ اور مجھ کو حکم دیا گیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں۔ آگے مرزا صاحب ان الفاظ سے خدا اور خدا کے رسول سے تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسٰے مسیح کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحیٰی اُن کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یوں ہی پڑے رہتے ہیں۔ ہم مردے جو ہوئے حضرت عیسٰے آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے الخ صفحہ ۶۰۲

اقول۔ یہ تحریر مرزا صاحب کی ایسی دل آزار اور بے سند ہے کہ کوئی بے دین بھی ایسی گستاخی اور تکذیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں کر سکتا۔

یہ رسول اللہ پر تمسخر اڑایا ہے کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور کرائیں گے اور نیز بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی فرمایا ہے کہ میں نے شب معراج میں حضرت عیسےٰ اور یحییٰ کو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ چنانچہ رسول اللہ فرماتے ہیں فلما خلصت اذا یحییٰ وعیسیٰ وہما ابنا خالتہ قال ہذا یحییٰ وہذا عیسےٰ فسلم علیہما فسلمت۔ یعنے جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا ناگہاں عیسےٰ اور یحییٰ کھڑے تھے۔ کہا جبرائیل نے کہ یہ یحییٰ ہیں اور یہ عیسےٰ پس سلام کر ان کو پس سلام کیا میں نے ان کو الخ ص۵۵۹ جلد ۴ مظاہر حق

اب مرزا صاحب کو کس طرح معلوم ہوا کہ عیسےٰ علیہ السلام عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ پاس یوں ہی فارغ بیٹھے ہیں۔ یہ مرزا صاحب کا دروغ بے فروغ اپنی ایجاد ہے اور ذیل کی دلائل سے باطل ہے

اوّل۔ مرزا صاحب کو کس طرح معلوم ہوا کہ یحییٰ یوں ہی بیٹھے ہیں۔ اس سے مرزا صاحب کا آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے۔ اور مرزا صاحب چونکہ آسمان پر جا نہیں سکتے اور نہ ان آنکھوں کے ساتھ آسمان کے حالات دیکھ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ من گھڑت افترا ثابت ہوا جو مرزا صاحب نے حضرت یحییٰ پر باندھا ہے کہ وہ یوں ہی بے نمازی کی حالت میں پڑے ہیں۔

دوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل کی شہادت کے مقابل مرزا صاحب کے جاہلانہ اعتراضات اور خود غرضی کے استدلات چونکہ کچھ وقعت

نہیں سکتے اس لئے مرزا صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ وہ عیسائیوں کی نماز پڑھنے میں یہ جہالت کی وجہ سے اعتراض ہے اور عیسائیوں کا نام لے کر حضرت عیسٰے کے نزول سے نفرت دلا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا مقصود ہے ورنہ وہ خود جانتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ کے پہلے اور کتاب آسمانی قرآن سے پہلے انجیل واجب التعمیل تھی اگر انجیل کے حکم کے مطابق وہ نماز پڑھیں تو کیا حرج ہے :-

سوم - قرآن میں صرف نماز و زکواۃ کا ذکر ہے ۔ عیسائی طریق مرزا صاحب نے خود اپنے پاس سے لگایا اور تحریف کے مرتکب ہوئے - جو کہ بقول ان کے الحاد و کفر ہے -

چہارم - مرزا صاحب کو معلوم ہے کہ جو احکام قابل اطاعت اُمت ہوتے ہیں - وہ اُس اُمت کے نبی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور حقیقت میں وہ تمام افراد اُمت کے واسطے ہوتے ہیں - حضرت عیسٰے کا یہ فرمانا کہ مجھ کو وصیت کی گئی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور زکواۃ دیتا رہوں - مرزا صاحب کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو زکواۃ جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح مال جمع کرنا اور زکواۃ کے لائق ہونا حرام ہے کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اس زندگی میں جو واقعہ صلیب سے پہلے تھی جس میں کسی کو اختلاف نہیں صاحب زکواۃ تھے - اور انہوں نے زکواۃ دی - تو پھر اُن کا آسمان پر جانا اور مال جمع کرنا اور زکواۃ نہ دینا مرزا صاحب کو کیونکر معلوم ہوا - مرزا صاحب کے پاس کوئی سند ہے جس کی چشم دید شہادت ہو کہ حضرت عیسٰے نے آسمان پر مال تو جمع کیا صاحب نصاب

ہوئے اور زکوٰۃ نہیں دیتے جب کوئی مرزائی مرزا صاحب کی حمایت میں ہمیں بتا دیگا۔ کہ مسیح نے آسمان پر فلاں جمع کیا ہوا ہے۔ اور زکوٰۃ نہیں دیتے تو ہم ان کو مسیح کا زکوٰۃ دینا بتا دیں گے۔ بلکہ وہ مساکین بھی بتا دیں گے جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ ایسا ہی نماز کا حال ہے۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نماز ول نماز پڑھتے ہیں۔ جس نے اس کو تارک الصلوٰۃ دیکھا ہے۔ اس شخص کو پیش کرو۔ جس طرح ہم محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت یحییٰ اور عیسٰے کو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام مقرب فرشتے کی شہادت ہے۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ کہ یہ عیسٰے ہیں۔ اور یہ یحییٰ ہیں۔ ان کو سلام کہو اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سلام کیا۔ جیسا کہ اوپر حدیث کا ٹکڑا نقل کیا گیا ہے۔ اگر مرزا صاحب اور مرزائی اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ کہ مسیح اب نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ زکوٰۃ دیتا ہے۔ کوئی سند و شہادت پیش کریں۔ بلا دلیل بات ایک جاہل سے جاہل بھی بنا سکتا ہے۔ یہ کوئی دلیل نہیں کہ چونکہ مسیح اب زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اور نماز نہیں پڑھتے۔ جس کا ثبوت فی بطن القائل ہے۔ اس دلیل سے وفات ثابت ہو سکے۔ یہ ایسی جاہلانہ دلیل ہے۔ کہ کوئی مرزا صاحب کو ان کی زندگی میں کہتا۔ کہ آپ خدا کی طرف سے حج کے واسطے مامور ہیں۔ چونکہ آپ نے اب تک حج نہیں کیا۔ آپ فوت شدہ ہیں۔ اگر مرزا صاحب اس جاہلانہ اور احمقانہ دلیل سے فوت شدہ ثابت ہو جائے۔ تو مرزا صاحب کی اس دلیل سے مسیح بھی فوت شدہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور اگر مرزا صاحب ایسی دلیل سن کر اس کو اپنے دربار سے پاگل کر کے نکال

دیتے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کی بھی ایسی دلیل کو ویسا ہی ردی سمجھا نہ جاوے
جیسا کہ جو مرزا صاحب کو اُن کے حج نہ کرنے سے مردہ تصور کرتا تھا ایسا ہی
مرزا صاحب کی اس دلیل کو ردی سمجھا جاوے۔

پنجم۔ یہ اولٹا منطق صرف مرزا صاحب کا ہی خاصہ ہے کہ اگر کوئی نماز نہ پڑھے
تو مردہ ہو جاتا ہے۔ جب سے دنیا دی ہے اور انبیاء علیہم السلام تشریف
لاتے رہے ان کی امتیں اور وہ خود نماز کے واسطے مامور تھے۔ مگر کوئی با
حواس آدمی تسلیم کر سکتا ہے کہ نماز کا نہ پڑھنا کسی امت کے فرد کے لئے
موت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ دور نہ جاؤ اپنی امت میں ہی دیکھ لو ہزار ہا
لاکھوں اسی ملک پنجاب میں ہوں گے کہ جو نماز نہیں پڑھتے کیا وہ بھی
مرزا صاحب کی اس دلیل سے مردہ ہیں اور اُن کا نماز نہ پڑھنا ان کی موت
کی دلیل ہے۔ مرزا صاحب خود جب نابالغ تھے اور نماز کے لئے مکلف نہ تھے
اور نہ نماز پڑھتے تھے کیا مردہ تھے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اظہر من الشمس ثابت
ہوا کہ یہ بالکل غلط استدلال ہے کہ مسیح کا نماز نہ پڑھنا اور نہ زکوٰۃ نہ دینا
جو کہ خود بلا دلیل ہے اور کوئی ثبوت شرعی ساتھ نہیں رکھتا صرف
مرزا صاحب کا اپنا ڈھکوسلا ہے وفات مسیح پر دلیل ہو۔

ششم۔ مادمت حیا سے تمام حیاتی کا زمانہ یکساں سمجھنا
اور نماز و زکوٰۃ کے واسطے دلیل حیات گرداننا بالکل غلط ہے یہ فرمانا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وقت کا ہے جس وقت ماں کی گود
میں انہوں نے کلام کی تھی۔ اور اسی وقت فرمایا تھا کہ میں اللہ
کا رسول ہوں اور عبد اللہ ہوں۔ دیکھو قرآن شریف کی آیت۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ

تک اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ یعنے حضرت عیسےٰ ماں کی گود میں بطور معجزہ بول
اٹھا کر میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب انجیل عنایت فرمائی ہے۔ اور
مجھ کو حکم دیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں اور
اپنی ماں کا خدمت گار بنایا اور مجھ کو سخت گیر اور بد راہ نہیں کیا ب ۱۶ ع ۲

اب ظاہر ہے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام شیرخوارگی کی حالت میں نماز
نہ پڑھتے تھے اور نہ زکوٰۃ دیتے تھے۔ مگر زندہ تھے۔ پھر سن شعور کی حالت میں
زندہ تھے۔ مگر زکوٰۃ و نماز نہ پڑھتے تھے۔ سن شعور سے بالغ ہونے کے زمانہ
تک زندہ تھے مگر نماز گذار و زکوٰۃ دہندہ نہ تھے۔ اگر کوئی جاہل یہودی صفت
کر دے کہ عیسےٰ تو ماں کی گود میں مردہ تھے کیونکہ نماز نہ پڑھتے تھے اور نہ
زکوٰۃ دیتے تھے تو مرزائی صاحبان تسلیم کریں گے کہ مسیح شیر نوشی
کی حالت اور نابالغی کی حالت میں مردہ تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر خدا
کے واسطے خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر ایمان سے بتا دیں کہ یہ آیت
مسیح کی وفات پر کس طرح دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ اگر بفرض محال
ہم مرزا صاحب کا بلا دلیل دعوےٰ مان بھی لیں کہ مسیح اس دنیا
سے آسمان پر جا کر نماز گذار نہیں اور زکوٰۃ دہندہ نہیں تو نعوذ باللہ اس
کی نافرمانبرداری اس کی وفات کی دلیل کس طرح ہو سکتی ہے کہ
مرزا صاحب نے خود بہت احکام شریعت کی نافرمانبرداری کی۔
مثلاً حج کو نہیں گئے۔ جہاد سے محروم رہے۔ رمضان کے
اکثر روزے قضا یا فوت کرتے نمازیں جمع کر کے پڑھتے رہے
تو کیا ان کی اس حالت کو ان کی وفات کی دلیل کر سکتے
ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس آیت سے بھی استدلال وفات

مسیح غلط ہے۔ اور باقی جو مرزا صاحب نے رسول اللہؐ کی حدیثوں پر عمول و تمسخر اڑایا ہے۔ اس سے ان کی متابعت تامہ اور جو عظمت رسول اللہؐ کی ان کے دل میں ہے۔ اس کا پورا پتہ لگتا ہے کہ رسول اللہؐ کی محبت اور عشق کا دعویٰ صرف زبانی تھا ؎

ہے نام محمدؐ کا فقط تیری زباں پر
پر دل میں تو تل بھر بھی نہیں جائے محمدؐ

کیا کسی مسلمان کا حوصلہ پڑتا ہے۔ کہ ایسے کھلے لفظوں میں محمد رسول اللہؐ صلعم کی حدیثوں پر ہنسی اڑاوے۔ اور رسول اللہؐ کی ہتک کرے۔ اور صریح رسول اللہؐ کی تکذیب کرے۔ رسول اللہؐ تو فرماویں۔ کہ عیسےٰ میری متابعت کریگا۔ مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب **دنیا میں حضرت عیسےٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے۔** گویا رسول اللہؐ کا فرمانا غلط ہے۔ کہ عیسےٰ ابن مریم جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہی دوبارہ آویں گے۔ اور میری شریعت کے تابع حکم کریں گے۔ یہ مرزا صاحب کی غرض مبارک کے موافق نہیں۔ اس واسطے کہ ان کے مسیح موعود ہونے کو حارج ہے اس واسطے عیسائیوں اور آریوں کی مانند فلسفی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ وہ شریعت محمدی کے تابع ہو کر اس وصیت کے برخلاف کرینگے جس سے مرزا صاحب کا یہ مطلب ہے کہ یہ جو رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ عیسےٰ ایک امت کا امام ہوگا۔ غلط ہے اور خدا کی وصیت کے برخلاف ہے اگرچہ یہ اعتراض اس قابل نہیں کہ جواب دیا جاوے کیونکہ رسول اللہؐ کے فرمانے کے مقابل مرزائی ڈھکوسلوں کی کچھ وقعت نہیں اور یہ وہی باتیں ہیں جو پہلے کذابون کرتے آئے ہیں۔ اور مسیح موعود ہونے کے مدعی ہو

گذرے ہیں۔ اور کامیاب بھی ایسے ہوئے کہ سلطنتیں قائم کرلیں۔ مگر اس خیال سے کہ کوئی مسلمان مرزا صاحب کی دروغ بیانی پر دھوکہ نہ کھا جاوے جواب دیتا ہوں :-

مرزا صاحب کچھ ایسے خود غرض تھے۔ کہ اپنے مطلب کے واسطے صریح قرآن شریف کے برخلاف اعتراض کر دیتے تھے۔ چاہے وہ اعتراض ان کی شرمساری کا باعث ہو مگر وہ اعتراض کے وقت من گھڑت ڈھکوسلے لگانے میں دریغ نہ کرتے۔

اوّل۔ مرزا صاحب کے ایمان کا اندازہ ہو گیا۔ کہ ان کو اسلام۔ بانیٔ اسلام سے کس قدر بغض ہے۔ کہ مسیح کا طریقۂ اسلام پر نماز پڑھنا حقیقی نماز نہیں۔

مرزا صاحب کے مذہب میں اسلامی نماز اور اسلامی طریقہ باعث نجات نہیں۔ کیونکہ مسیح پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ اسلامی طریقہ پر نماز پڑھینگے۔ تو خدا کی وصیت کے برخلاف ہوگا۔ مگر افسوس۔ مرزا صاحب نے یہ نہ بتایا۔ کہ کس قسم کی نماز اور کس طریقہ کی نماز کا حکم حضرت عیسےٰ کو ہوا تھا۔ یوں ہی اعتراض کر دیا۔ کیونکہ صرف لفظ اوصانی بالصلوٰۃ قرآن میں آیا ہے۔ آگے بقول ایجاد بندہ مرزا صاحب نے خود اپنے پاس سے وہ نماز تصور کرلی۔ جو اسلامی طریقہ کے برخلاف ہوتی ہے۔ کوئی مرزائی بتا دے کہ وہ کون سی نماز ہے جو حضرت عیسیٰ کو پڑھنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور تابعداری تو مرزا صاحب کو پسند نہیں۔ اور یہ وہ ذریعہ نجات ہو سکتی ہے۔ جب کوئی مرزائی کسی سند شرعی سے بتائے گا۔

کہ فلاں قسم کی نماز حضرت عیسیٰ کو پڑھنی چاہئے۔ پھر ہم ثابت کردینگے کہ وہی نماز پڑھتے ہیں۔ اب ہم مرزا صاحب کو قرآن سے ناواقف تو ہرگز نہیں کہ سکتے کیونکہ وفات مسیح کے مسئلہ کا اسقدر اُن پر احسان ہے کہ انہوں نے ہر ایک آئت کو مدنظر رکھا ہوا ہے۔ مگر تعجب سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے عمداً مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ مسیح بعد نزول اگر شریعت محمدی پر عمل کرے گا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے گا تو اُس کی اپنی نبوت جاتی رہیگی۔ جس کا جواب قرآن کی آیات ذیل خود دے رہی ہیں۔ جن کو مرزا صاحب نے چھپایا جو کہ ایک راستباز کی شان کے برخلاف ہے۔ قرآن تو فرماتا ہے۔ کہ سب نبی و رسول حضرت خلاصہ موجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین پر ایمان لانے کے واسطے عہد لئے گئے ہیں اور یہ شان محمدی ضیا پر ظاہر کرنے کی غرض سے ہے:۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔

ترجمہ۔ جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول آوے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا تو تم ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس آئت قرآن نے مرزا صاحب کے تمام اعتراضوں کا جواب دیدیا ہے اور خدا تعالیٰ نے خود تردید فرما دی ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کا کیا قصور کہ اُس کو امتی بنایا جاوے۔ اس کا جواب خدا تعالےٰ نے خود دے دیا ہے کہ ہم نے تمام

نبیوں سے عہد لے لیا تھا کہ جب خاتم النبیین آوے اور تمہاری تصدیق فرما دے تو تم سب اُس پر ایمان لانا اور اُس کی امداد کرنا۔ جب حکم خداوندی کی تعمیل میں حضرت عیلےٰ علیہ السلام متابعت شریعت محمدی کر کے اسلامی طریقہ پر نماز پڑھیں گے تو پھر خدا کی وصیت کے برخلاف کس طرح ہوا۔ اسلامی طریقہ پر حضرت عیلےٰ کا بعد نزول نماز پڑھنا عین حکم خداوندی کے موافق ہے۔ پس اگر ایک نبی دوسرے نبی کی متابعت کرے تو اس کی اپنی نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حضرت خاتم النبیین کی تابعداری کرو۔ اور حضور علیہ السلام نے ملت ابراہیمی کی جو تابعداری فرمائی تو کیا ان کی اپنی نبوت جاتی رہی ہرگز نہیں۔ تو پھر حضرت عیلےٰ علیہ السلام کی نبوت خاتم النبیین کی تابعداری سے کیوں جاتی رہیگی:۔

حضرت خاتم النبیین نے جو فرمایا کہ اگر موسےٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا اُن کو چارہ نہ ہوتا۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ ایک نبی کی دوسرے نبی کی تابعداری سے نبوت نہیں جاتی رہتی یہ مرزا صاحب کا اپنا ڈھکوسلا ہے۔ جو کہ ایک مسلمان دیندار کی شان سے بعید ہے۔

باقی رہا زکوٰۃ کا دینا اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ حضرت عیلےٰ علیہ السلام زکوٰۃ نہیں دیتے اور صاحب نصاب ہیں۔ افسوس مرزا صاحب کو حق بات چھپاتے ہوئے خوف خدا نہیں آتا۔ حضرت عیلےٰ علیہ السلام اس دنیا میں تو صاحب نصاب نہ ہوئے اور نہ کبھی زکوٰۃ مال

جمع شدہ ادا کی۔ ہمیشہ بے خان و مان مسافرت میں رہے اور رسالت کا کام انجام فرماتے رہے۔ جب اس دنیا میں ان کے واسطے زکواۃ فرض نہ تھی۔ کیونکہ مالدار نہ تھے۔ تو اس دنیا میں جس جگہ دنیاوی مال نہیں۔ کس طرح زکواۃ دے سکتے ہیں۔ اب یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نبی کو جو حکم اس کی امت کے واسطے ہوتا ہے۔ وہ نبی اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ جب یہود نے آکر پوچھا۔ تو حضرت عیسےٰ نے ماں کی گود میں فرمایا۔ کہ انا عبد اللہ۔ یعنے میں اللہ کا بندہ ہوں جس نے مجھ کو کتاب دی ہے۔ اور نبی مقرر فرمایا ہے۔ اور مجھ کو احکام دئے ہیں۔ ان حکموں میں سے یہ حکم بھی ہے۔ کہ نماز پڑھوں۔ اور زکواۃ دوں۔ آخر آیات تک جیسا کہ آیات پہلے لکھی گئی ہیں۔ غرض کہ جو احکام امت کے واسطے ہوتے ہیں۔ وہ نبی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم زکواۃ کا ہوا۔ کیا کبھی حضور علیہ السلام نے بھی مال جمع کیا۔ اور زکواۃ دی۔ جب تم محمد رسول اللہ کا زکواۃ دینا ثابت کر دو گے۔ ورنہ جو احکام شریعت امت کے واسطے خاص ہوتے ہیں۔ اور بعض صورتوں میں نبی ان سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ان کے واسطے ضروری نہیں۔ کہ خود بھی ضرور کریں۔ زکواۃ کی فلاسفی کیا ہے۔ کہ مساکین نادار دین داروں کو امداد دی جاوے۔ جب آسمان پر مساکین نہیں۔ تو زکواۃ کا مسئلہ وہاں کس طرح جاری رہ سکتا ہے۔

مگر تعجب تو یہ ہے کہ وفات مسیح سے اس آیت کا کیا تعلق۔ مرزا صاحب نے وفات مسیح ثابت کرنے کا دعوے کیا تھا اور بلا دلیل بائیں جہلا کو بہکانے کے واسطے بلا سند طبعزاد شروع کردیں۔ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ مسیح فوت ہوگئے ہیں۔ بلکہ اس آیت سے پہلے فرمایا گیا ہے وجعلنی مبارکا این ما کنت یعنے مجھ کو برکت والا کیا ہے جہاں کہیں بھی رہوں۔ اس این ما کنت سے سکونت آسمانی ثابت ہے۔ کیونکہ جب کبھی کوئی کسی بلا اور مصیبت سے خلاصی پاتا ہے اور سلامتی کی جگہ پہنچ جاتا ہے تو اس کو مبارک مقام کہتے ہیں۔ یہ مبارک ہرگز نہیں کہ کوڑے مارے جاویں لمبے لمبے کیل صلیب کے ٹھوکے جاویں اور خون جاری ہو اور عذاب الٰہی زیادہ اس پر یہ ہو کہ بقول مرزا صاحب جان نہ نکلے۔ پس مبارک اسی میں تھی کہ اللہ تعالےٰ نے حسب وعدہ انی رافعک حضرت عیسےٰ کو صلیب کے عذابوں سے بچا کر آسمان پر پہنچا کر بے خطر فرما کر مبارک فرمایا۔ این ما کنت میں آسمان پر جانے کا اشارہ ہے ورنہ وجعلنی مبارکا و ما فی الآیہ کافی تھا۔ جہاں کہیں رہوں سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کے رہنے کی دو جگہ ہیں زمین بھی اور آسمان بھی ورنہ این ما کنت فرمانے کی کچھ حاجت نہ تھی۔

پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے نہ کہ وفات۔ یہ کہاں اس آیت میں لکھا ہے کہ عیسےٰ فوت ہوگئے یا اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کو مار ڈالا جیسا کہ

بل رفعہ اللہ الیہ سے مراد اٹھایا جانا اور جسم کا بچانا ثابت ہے۔ نصوص شرعی کے مقابل میں اکثر باتیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں پس اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر غلط ہے۔

قولہ۔ گیارہویں آیت والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔ اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے صرف تین بیان کئے ہیں حالانکہ اگر رفع ونزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الہی نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالے کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اسبات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقع ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

اقول۔ اس آیت کو پیش کر کے مرزا صاحب نے اپنے تمام مذہب کی تردید کردی۔

اول۔ صلیب دیا جانا جو مرزا صاحب کا مذہب ہے کہ مسیح صلیب دئے گئے اور صلیب کے عذاب اس کو اس قدر دیئے گئے کہ بے ہوش ہوگئے اور ایسی غشی کی حالت میں ہوگئے کہ مردہ متصور ہو کر اتارے گئے اور دفن کئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو ازالہ اوہام

اس آیت سے تمام مذہب اور قیاس مرزا صاحب غلط ہوا کیونکہ اس آیت میں خدا تعالے مسیح کی سلامتی کی تصدیق فرماتا ہے کہ مسیح کو یوم ولادت سے یوم موت تک سلامتی ہے تو ثابت ہوا

کہ مسیح ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے اور سلامت رہے۔ کوئی مرزائی
کسی لغت کی کتاب یا قرآن و حدیث سے دکھا سکتا ہے کہ سلامتی
کے معنے پہلے کوڑے مارے جانے جن کی صدمات اور ضربوں
سے گوشت پارہ پارہ ہو جاوے اور پھر ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور
پاؤں کے تلوؤں میں لمبے لمبے کیل ٹھوکے جائیں۔ اور ان سے خون
جاری ہو اور اس کثرت سے عذاب دیئے جائیں کہ تمام دیکھنے والے
چشم دید شہادت دیں کہ جان ان صدموں اور درد کے مارے
نکل گئی تھی جب تک کوئی کتاب پیش نہ کریں جس میں لکھا ہو کہ سلامتی
کے معنے صلیب کے عذاب ہیں۔ تب تک کوئی باحواس انسان تو قبول
نہیں کرتا کہ مسیح سلامت بھی رہے اور صلیب کے عذاب بھی ان کو
دیئے گئے۔ پس صلیب کی تردید اور رفع جسمانی کی تصدیق اس
آیت میں ہے کہ مسیح بال بال بچائے گئے اور رفع جسمانی کر کے خدا
نے ان کو حسب وعدہ اس آیت کے سلامت رکھا۔

دوم۔ مرزا صاحب نے جو رفع روحانی کا ڈھکوسلا ایجاد کیا تھا غلط ثابت
ہوا۔ کیونکہ اس آیت میں صاف صاف مذکور ہے کہ مسیح کو اپنی سلامتی کا علم
تھا کہ مجھ کو یوم ولادت سے یوم وفات تک سلامتی ہے اس لئے ثابت ہوا کہ
ان کی دعا رفع روحانی کے واسطے نہ تھی بلکہ صلیب کے عذابوں سے جن کو انہوں
نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا ان سے بچنے کی دعا کی تھی سو وہ دعا قبول
ہو کر انی رافعک کا وعدہ دیا گیا تھا۔ کہ ہم تجھ کو صلیب سے بچا لیں گے۔ یہ تو ہر
گز معقول نہیں کہ مسیح کو اپنے رفع روحانی میں شک تھا۔ جب رفع روحانی
حاصل تھا تو پھر دعا سلامتی جسم کے واسطے تھی جو قبول ہوئی اور جو رفع روحانی

نہیں بلکہ جسمانی ہوا کیونکہ عذاب جسم کو دیئے جاتے ہیں نہ کہ روح کو۔

سوم۔ مرزا صاحب کا یہ مذہب بھی اس آیت سے باطل ہے کہ مسیح صلیب سے نجا کر کشمیر میں پہنچے اور وہاں ۸۷ برس زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔ کیونکہ دشمنوں کے خوف سے چھپ کر زندگی بسر کرنے کا نام سلامتی کی زندگی کوئی باہوش نہیں کہہ سکتا کہ سلامتی اسی حالت میں ہو سکتی ہے۔ کہ بے خوف و خطر اپنی زندگی پوری کرے۔ جب مسیح اپنے دشمنوں کے ڈر سے اپنی رسالت کا کام نہ کر سکا تو خاک سلامتی ہوئی کیونکہ کشمیر میں کوئی عیسائی نہ ہوا۔ ایسا جینا مرنے سے بدتر ہے

چہارم۔ مرزا صاحب کا یہ مذہب کہ مسیح ایک سو برس کی عمر میں اپنی موت سے فوت ہو گیا تھا۔ اس آیت سے غلط ثابت ہوا کیونکہ یوم اموت صاف آیت کے الفاظ ہیں اور اموت کے معنے مات کے ہرگز کوئی عربی دان نہیں کر سکتا جب قرآن کی اس آیت کے نزول کے وقت تک مسیح علیہ السلام کو اموت کہا گیا یعنے مروں گا تو ثابت ہوا کہ ابھی تک فوت نہیں ہوا۔ یعنے اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک جو چھ سو برس سے زیادہ عرصہ ہے۔ حیات ثابت ہوئی۔ کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ جو شخص فوت ہو چکا ہو وہ اپنے آپ کو اموت کہتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ زندہ کے حق میں اموت آتا ہے یعنی جس دن میں مروں گا۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے:۔

پنجم مرزا صاحب کا یہ دعوے کہ میں مسیح موعود ہوں غلط ہوا کیونکہ
اس آیت کی تشریح میں مرزا صاحب نے خود اقرار کرلیا ہے
کہ رفع اور نزول کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے چونکہ اس آیت
میں رفع و نزول کا ذکر نہیں اس لئے یہ خیال مسلمانوں کا رفع
اور نزول سراسر باطل ہے۔ جب بقول مرزا صاحب نزول باطل
ہے تو مرزا صاحب کا اپنا دعوٰی بھی باطل ہوا۔
ششم حضرت خلاصہ موجودات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ
وسلم کی تکذیب ہے۔ کیونکہ مسلم کی حدیث عن نواس بن
سمعان میں چند بار یہ الفاظ آئے ہیں۔ فیحصر نبی اللہ عیسٰی
واصحابہ فیرغب نبی اللہ عیسٰی واصحابہ فیھبط نبی اللہ عیسٰی
واصحابہ۔ پس حضرت عیسٰے کے اصالتا نزول سے انکار رسول اللہ
کا انکار اور تکذیب ہے۔ کیونکہ عیسٰے نبی اللہ ہیں اور غلام احمد قادیانی جو
۱۹ سو برس کے بعد پیدا ہوا ہر گز نبی نہیں ہو سکتا۔ اسم علم کبھی نہیں
بدلتا۔ غلام احمد قادیانی سے غلام احمد کی ذات ہوگی نہ کسی غیر کی پس غلام
احمد کو عیسٰے نبی اللہ سمجھنا رسول اللہ کی تکذیب ہے۔ افسوس مرزا صاحب
دعوائے مسیح کے ثابت کرنے کے واسطے ایسے ایسے ردی دلائل پیش کرتے
ہیں کہ کوئی اہل علم پسند نہیں کرسکتا آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں
خدا تعالٰے کا رفع اور نزول ترک کرنا اس بات پر دلیل ہے
کہ وہ خیال رفع اور خلاف واقعہ ہے۔ سبحان اللہ مسیح موعود ہونے کا
مدعی سلطان القلم کے معزز لقب سے ملقب اور یہ جاہلانہ
استدلال کہ چونکہ اس آیت میں رفع و نزول ترک کیا گیا ہے۔

اس واسطے رفع و نزول باطل خیال ہے۔ یہ ایسا ہی استد
لال ہے۔ جیسا کہ ایک جاہل اجہل قرآن شریف کی آیت
یاایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام پیش کر کے مرزا
صاحب کی طرح کر دے کہ چونکہ اس آیت میں نماز و زکواۃ
و حج کا ذکر نہیں آیا اور قادیانی منطق کی رو سے جب ایک آیت
میں کوئی امر ترک کیا جاوے تو وہ صحیح اور خلاف واقعہ ہے اس
واسطے نماز و زکواۃ و حج صحیح و سراسر باطل خیال ہے۔
مسلمانوں غور کرو کہ وفات مسیح کے عشق نے مرزا صاحب
کو کہاں تک پہنچا دیا کہ اگر قرآن کی ایک آیت میں سارے
قرآن کا مضمون نہ ہو تو سارا قرآن و دیگر احکام قرآن
ایک دم سراسر باطل ہو جاتے ہیں۔ یہ ہیں قادیانی حقائق
و معارف۔ کوئی مرزا صاحب سے پوچھے کہ یہ طریقہ
استدلال آپ نے کہاں سے سیکھا ہے اور
کس مسلم سے یہ من گھڑت ایجاد بندہ اگرچہ سراسر
خیال گندہ لیا ہے۔ کیا یہ بھی الہامی دلیل ہے۔ کہ اگر
ایک حکم یا امر ایک آیت میں مذکور نہ ہو تو دوسری آیات
نعوذ باللہ بقول مرزا صاحب سراسر باطل ہیں۔ اس
طرح تو اس آیت کے تمام قرآن شریف نعوذ
باللہ ردی ہو گیا کیونکہ جس طرح مرزا صاحب نے لکھ مارا
کہ رفع اور نزول چونکہ اس آیت میں مذکور نہیں اس
واسطے رفع و نزول باطل ہے۔ اور قرآن مجید کی آیات

بل رفع اللہ الیہ ۔ وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی طرف اشارہ نہ دیکھا بلکہ یہاں تک خودغرضی نے محو حیرت کر دیا کہ یہ آیات خود ہی پہلے اسی کتاب میں پیش کر آئے ہیں۔ مگر یہاں لکھتے ہیں کہ رفع و نزول اس آیت میں ترک کرنا دلیل ہے رفع اور نزول کے باطل ہونے کی اگر کوئی کہے کہ اس آیت میں مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا مذکور نہیں اور یہ واقعہ عظیمہ ترک کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ خیال کہ مسیح بغیر باپ پیدا ہوا سراسر خیال غلط ہے تو جو جواب مرزائی اس معترض کو دینگے وہی جواب ہمارا ہوگا غرض مرزا صاحب نے اس استدلال سے اپنا سلطان القلم ہونا اور معجز بیان ہونا ثابت کر دیا ہے کیا مرزا صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جس قدر تمام و کمال واقعات قرآن مجید میں مختلف مقام اور آیات میں مسیح کی نسبت مذکور ہیں سب کے سب ایک ہی جگہ جمع ہو جاتے اور اسی آیت میں آجاتے کیونکہ ترک کرنا باطل کرنے کی دلیل ہے تو اس طرح تمام مذہب اسلام باطل ہے۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ کسی آیت میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا ذکر ہے۔ کسی آیت میں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا ذکر ہے۔ کسی آیت میں نماز کا ذکر ہے۔ اور کسی آیت میں حج کا ذکر ہے اور کسی آیت میں زکواۃ کا ذکر ہے تو پھر مرزا صاحب کے مذہب میں اگر حج والی

آیت پر عمل ہو تو نماز و روزہ اور یتیموں کے ساتھ سلوک اور والدین سے احسان وغیرہ وغیرہ سب احکام سراسر باطل ہیں کیونکہ خدا تعالے نے ان کا ذکر پیش کردہ آیت میں ترک کیا ہے۔ افسوس مرزا صاحب کی حالت پر جو خیال ان کے دل میں پیدا ہوتا خواہ وہ کیسا ہی نا معقول ہوتا اس کو لکھ مارتے اور افسوس ان کے مریدوں پر جو بے چون وچرا تسلیم کر لیتے۔ کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ یہ مرزا صاحب کا استدلال کس طرح درست ہو سکتا ہے اور یہ آئت وفات مسیح پر کس قاعدہ اور طریقہ اہل علم سے دلالت کرتی ہے۔ مرزا صاحب بڑے زور شور سے اعتراض کرتے ہیں اور ان کے مرید بھی کہتے ہیں کہ مسیح آسمان پر طعام کہاں سے کھاتا ہوگا۔ بول و براز کہاں کرتا ہوگا۔ اور دیگر حوائج انسانی کس طرح پوری کرتا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ تو ان کا جواب ہم مرزا صاحب کے قاعدہ استدلال سے یہ دیتے ہیں کہ چونکہ اس آئت وسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا میں کھانے پینے بول براز اور واقعات عظیمہ کا ذکر ترک کیا گیا ہے۔ اس واسطے مسیح کھانے پینے بول براز اور واقعات عظیمہ کا ذکر ترک کیا گیا ہے۔ اس واسطے مسیح کھانے پینے بول براز کے خیالات باطل ہیں جس طرح اس کے رفع و نزول کے خیالات ترک ذکر سے باطل ہیں۔ اگر مرزائی بھی ہماری اس دلیل کو تسلیم کر لیں گے تو ہم بھی مرزا صاحب کی اس دلیل کو تسلیم کر لیں گے ورنہ یہ شعر ہم مرزا صاحب اور مرزائیوں کی نذر کریں گے

کیونکہ مرزا صاحب وفات مسیح کے ثابت کرتے وقت سب مسلمات دین ولغات ومحاورات بھول جایا کرتے تھے۔ ناداں سے ناداں آدمی بھی جانتا ہے کہ جب یوم ولادت ویوم وفات ذکر کیا جاوے تو تمام وسطی حالات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اول را باخر نسبتے است کا مشہور مقولہ شاہد ہے۔ پس یہ آیت بھی حیات مسیح پر دلیل ہے نہ کہ وفات مسیح پر کیونکہ اس سے رفع جسمانی ثابت ہے ؛

قولہ۔ بارہویں آیت وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان ہو جاتے ہیں الخ

اقول۔ یہ آیت بھی وفات مسیح پر ہر گز دلالت نہیں کرتی اور نہ مسیح سے متعلق ہے۔ مسلمانوں کو قرآن مجید کا ۱۷ پارہ رکوع ۸ دیکھنا چاہئے۔ مرزا صاحب نے اس آیت میں تحریف معنوی کی ہے۔ پہلے ہم اس آیت کا اصل مطلب بیان کرتے ہیں۔

یہ آیت قیامت کے منکر کفار کو سمجھا رہی ہے کہ وہ خدا جس نے تمکو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر علقہ بنایا پھر مضغہ سے بنایا اور پھر ماں کے پیٹ میں جگہ دی اور پھر اپنے ارادہ سے وہاں طفل بناکر نکالا اور پھر جوان کیا۔ پھر تم میں سے کوئی تو مر جاتا ہے اور کوئی بڑھاپے کیطرف لوٹا کر لایا جاتا ہے کہ پھر اسکو کوئی علم نہیں رہتا۔ یہ خلاصہ ترجمہ کا ہے۔ اوپر کی آیت

کا اور آیت متدلہ کا۔ یہ آیت خدا تعالےٰ کی قدرت اور عجوبہ نمائی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جو محالات عقلی کے دلائل سے قیامت کا انکار کرتے ہیں انکو سمجھاتا ہے کہ تم قیامت کے محالات عقلی پر کیوں جاتے ہو پہلے اپنی ہی پیدائش کے حالات اور مختلف منازل کی طرف دیکھو کس طرح ہم نے تمکو بنایا۔ اور جب ہمنے تمکو عدم سے بنا کھڑا کیا تو اب تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔ جب ہم پہلے محالات عقلی پر قادر تھے تو اب بھی ہم تمکو قبروں سے اٹھا سکتے ہیں جو تمہارے نزدیک محالات عقلی میں سے ہے۔

اس آیت کا وفات مسیح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اگر مرزائی صاحبان اقرار کریں کہ یہ آیات حضرت مسیح کے حالات پر حاوی ہیں اور حضرت مسیح بھی اسی سنت اللہ اور قانون فطرت اور قدرت کے تابع ہے تو ہم زور سے کہتے ہیں کہ انکی حالت اس شکار کی طرح ہوگی جو خود شکاری کے آگے آ جاوے اور شکاری باسانی اسکو اپنے دام میں پھنسا وے۔ پہلے اس کے کہ کوئی مرزائی اپنے مرشد کی حمایت کرے اور مسیح کو قانون قدرت کے ماتحت لاوے ہم خود ہی مفصلہ ذیل دلائل پیش کر دیتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ یہ آیت وفات مسیح پر دلالت نہیں کرتی اور مرزا صاحب کا استدلال اس آیت سے بھی غلط ہے:۔

اوّل۔ خدا تعالیٰ نے ان آیات میں قانون فطرت بتایا ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ سے ہے۔ مگر مسیح علیہ السلام باتفاق فریقین بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوا۔ جب پہلے ہی مسیح اس قانون فطرت سے مستثنیٰ کرکے بغیر مس مرد کے صدیقہ مریم کے پیٹ میں خلاف قانون فطرت

مذکرہ بالا آیات جو اس آیت سے پہلے ہیں بیان کیا تو پھر یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز صادق نہیں آسکتی۔

دوم۔ یہ نطفہ انسان کی صفت ہے کہ وہ عمر کی درازی سے ضعیف ہو جاتا ہے اور مادی ہونے کے باعث زمین کی تاثیرات سے متاثر ہو کر ضعیف ہو جاتا ہے۔ مگر آسمان کی تاثیرات ایسی ہیں کہ اجرام فلکی کا بدل ما یتحلل ساتھ ہی ساتھ ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ ضعیف نہیں ہوتے۔ پس مسیح بھی تاثیرات فلکی سے ارذل عمر کے ضعف سے بچا ہوا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ فرشتے۔ ستارے۔ آفتاب۔ مہتاب وغیرہ ایک ہی حالت پر رہتے ہیں۔ لہٰذا مسیح بھی آسمان پر درازی عمر سے نکما نہیں ہو سکتا اور نہ زمین کی آب و ہوا کی طرح آسمان کی آب و ہوا ہے کہ مسیح کو ارذل عمر لے۔ چونکہ مسیح کی پیدائش نفخ روح سے تھی اور روح درازی عمر سے ضعیف نہیں ہوتا صرف جسم ہوتا ہے۔ اس لئے مسیح کے واسطے ارذل عمر کا ضعف لازم نہیں۔ کیونکہ وہ روح تھا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فصوص الحکم میں لکھتے ہیں۔ اور عیسٰی علیہ السلام دو جہت سے بشر کی صورت پر ہوئے۔ ایک جہت انکی ماں کی طرف سے تھی اور دوسری جہت جبرئیل سے تھی۔ کیونکہ وہ بشر کی صورت پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور یہ دو جہتیں اسواسطے ہوئیں کہ اس نوع انسانی میں تکوین خلاف عادت نہ واقع ہو جیسا کہ قرآن میں ہے۔ کَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ۔ یعنی عیسٰی علیہ السلام اللہ کے کلمہ ہیں ہوا مریم کیطرف القا فرمایا اور وہ روح اللہ ہیں۔ دیکھو فص عیسوی فصوص الحکم اردو شیخ اکبر ابن عربی کے اس حوالہ سے جو قرآن

کی تفسیر میں ہے۔ ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیح ماں کی جہت سے بشر تھے اور باپ کی جہت سے روح اللہ تھے۔ پس مسیح قانون خلقت انسانی کے ماتحت پیدا نہ ہوئے اور نزارزول عمر کا ہونا ان کے واسطے ہونا ضروری ہے۔ یا تسلیم کرو گے کہ روح اللہ کو بھی ارذل عمر ہوتی ہے اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ حضرت جبرئیل سب پیغمبروں اور رسولوں کے پاس آتے رہے جو بتراے دنیا سے پیدا ہوتے رہت اور وہ ارذل عمر کو نہ پہنچے حالانکہ ہزاروں برس گذر گئے اور نہ علم الٰہی حضرت جبرئیل کو فراموش ہوا۔

سوم۔ جب خدا تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت مسیح کے حق میں فرماتے ہیں کہ وہ نہ صلیب دیا گیا اور نہ قتل کیا گیا بلکہ اللہ نے اسکو اپنی طرف اٹھالیا تو ثابت ہوا کہ وہ ارذل عمر اور وفات و ضعف پیری سے ایسا ہی مستثنےٰ کیا گیا جیسا کہ اپنی ولادت میں قانون فطرت سے مستثنےٰ کیا گیا تھا کہ بغیر نطفہ مرد کے پیدا ہوا اور عجوبہ نمائی قدرت خدا تعالیٰ کی ظہور میں آئی۔ کیونکہ علم طب سے ثابت ہے کہ ہڈی نطفہ مرد سے بنتی ہے اور گوشت خون حیض سے بنتا ہے۔ مگر مسیح میں ہڈی بھی اور نطفہ مرد سے پیدا شدہ نہ تھا۔ اسیطرح تا نزول اسکو عمر دراز عطا کی گئی اور ارذل عمر کے اثر سے خاص کرشمہ قدرت سے محفوظ ہے۔

وہم ہم مرزا صاحب کی وجہ استدلال کا جواب دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ وجہ استدلال بھی غلط ہے۔

اول۔ مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض عمر طبعی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں۔ الخ

مرزا صاحب نے "دو ہی طرح سے سنت اللہ کا جاری ہونا" کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے آیت میں تو دو کا کوئی لفظ نہیں اور نہ طبعی موت کا لفظ ہے۔
الفاظ "دو طریق" اور "طبعی موت" مرزا صاحب نے اپنے پاس سے لگائے ہیں جو کہ مشاہدہ سے بھی غلط ہے۔ کیونکہ بعض بچے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں جو کہ مرزا صاحب کے دو طریق کے حصر کو توڑ رہے ہیں۔ بعض کا اسقاط حمل ہو جاتا ہے اور پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں۔ اس سے بھی مرزا صاحب کا حصر کہ دو ہی طریق سے سنت اللہ جاری ہے غلط ہے۔

دوم۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں مگر عمر طبعی کا عرصہ نہ بتایا کہ کتنی عمر کو عمر طبعی کہتے ہیں اور جب اس حد سے عمر گذر جائے تو عمر ارذل ہے۔ افسوس مرزا صاحب فلاسفہ کی تقلید تو کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ڈر جاتے ہیں اور ردی دلائل سے جہاں رکود ہو کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حکمائے یونان کا مقولہ ہے کہ عمر طبعی انسان کی ایک سو بیس برس مقرر ہے۔ اس سے اگر پہلے مرجائے تو یہ موت طبعی نہیں بلکہ کسی حادثہ سے ہے جیسا کہ چراغ میں تیل بھی ہو بتی بھی ہو مگر ہوا کے جھوں کے سے گل ہو جائے۔ اسی طرح انسان عمر طبعی سے پہلے مرجاتے ہیں۔ مگر اہل اسلام بلکہ کل اہل مذاہب کا اتفاق ہے کہ کسی جاندار (انسان ہو یا حیوان) کی عمر طبعی مقرر نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے۔ اسکے مطابق موت آتی ہے خواہ کوئی جوان ہو خواہ بوڑھا خواہ شیر خوار بچہ خواہ جنین یعنے وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ مرزا صاحب کا استدلال تب درست ہو سکتا تھا کہ عمر طبعی قرآن یا کسی حدیث سے ثابت ہوتی۔ مگر

قرآن اور توراۃ سے تو ثابت ہے کہ اصحاب کہف ۳۰۹ برس اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۳۰ برس اور نوح علیہ السلام کی عمر ۱۲۰۰ برس کی تھی۔ شاہنامہ فردوسی طوسی میں لکھا ہے کہ رستم کی عمر ایک ہزار ایک سو تیرہ (۱۱۱۳) برس کی تھی۔ ع ہزار و صد و سیزدہ سالہ عمرش۔ مرزا صاحب نے عمر طبعی کی کوئی حد مقرر نہیں کی کہ جب اس حد سے گزر جائے تو ارذل عمر ہے۔ جب موت کا وقت مقرر نہیں اور یہ ایسا مسلّم امر ہے کہ جس میں موافق و مخالف سب متفق ہیں اور صرف اتفاق ہی نہیں بلکہ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ اچانک موت آجاتی ہے۔ طبعی موت کی کوئی حد مقرر نہیں جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف بلاتا ہے تو وہ فوراً چلا جاتا ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ نص قرآنی شاہد ہے۔ اور اگر اخیر عمر کے حصہ کو ارذل کہا جائے تو اس سے کوئی انسان خالی نہیں۔ کیونکہ جو پچیس برس کی عمر میں فوت ہوا اس پندرہ برس کی عمر کے مقابل بیس پچیس برس کا زمانہ ارذل عمر ہے اور جو سو (۱۰۰) برس کی عمر میں فوت ہوا اسکا ارذل زمانہ نوے برس ہوا اور جس نے ہزار برس کی عمر پائی اسکا زمانہ ارذل عمر تو سو برس کے بعد ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس مسیح کا زمانہ ارذل عمر نزول کے بعد ہو سکتا ہے۔ تب بھی مرزا صاحب کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ طبعی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اگر ہے تو کوئی مرزائی بتا دے۔

ورنہ جاؤ۔ مرزا صاحب اور حکیم نور دین صاحب کا آخری حصۂ عمر اگر ارذل تھا تو پھر وہ تمام علم بھول گئے تھے اور نادان بچوں کی طرح باتیں کرتے تھے ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا یہ قاعدہ بالکل غلط ثابت ہوا اور ایسے

ایسے دلائل شاید اسی ارذل عمر کا خاصہ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ارذل زمانہ ۸۰-۹۰ برس ہے جسکے درمیان فوت ہو گئے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے جو قرآن میں تحریف کر کے طبعی عمر اپنی طرف سے بڑھا لیا ہے غلط ہے۔ اور یہ آیت وفات مسیح پر ہرگز دلیل نہیں۔

قولہ۔ تیرھویں آیت یہ ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ یعنے تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر اپنی تمتع کے دن پورے کرکے مرجاؤ گے۔ آگے جا کر لکھتے ہیں کہ یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے۔ کیونکہ لکم جو اسجگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اسبات پر لصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا الخ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۹

اقول۔ یہ آیت بھی مسیح کے متعلق نہیں یہ تو آدم اور شیطان کے حق میں ہے۔ دیکھو اس سے پہلی آیت وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ الآیۃ یعنے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور زمین میں تمہارے لئے ایک وقت خاص تک ٹھکانا ہے اب روز روشن کیطرح ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت آدمؑ اور ابلیس وشیطان کے حق میں ہے۔ اور اسوقت ابھی مسیح کی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی۔ تو یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز نہیں۔ یعنے جب حضرت آدمؑ نے نافرمانی کی اور شیطان کے بہکانے سے گنہگار ہوا تو خدا تعالیٰ نے اُن کو سزا دی اور فرمایا کہ آسمان سے نیچے زمین پر اتر جاؤ اور وقت مقرر تک وہاں ہی رہو۔ حضرت مسیح کی وفات کا اس میں کہاں ذکر ہے اور حضرت مسیح کا آسمان پر جانا جو صریح نص قرآنی اور شہادت انجیل

سے ثابت ہے۔ کیونکر نا ممکن ہے۔ بلکہ اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے
کہ انسان آسمان پر جا سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کا جدِّ امجد حضرت آدمؑ آسمان سے
اترے۔ جب آسمان سے اترنا اسی آیت سے جو مرزا صاحب نے خود
پیش کی ہے ثابت ہے تو آسمان پر جانا بدرجہ اولیٰ ممکن اور ثابت
ہوا۔ کیونکہ آسمان پر انسانی سکونت پہلے تھی اور اس کے طعام آسائش
کے سامان بھی مہیا تھے۔ جب پہلے انسان پر سکونت پذیر تھا اور
کسی جرم کی سزا میں زمین پر اتارا گیا تو اس آیت سے آسمان پر جانا
ممکن ہوا۔ کیونکہ جو شخص ایک جگہ سے آوے اُسی جگہ واپس بھی
جا سکتا ہے:۔
دوم:۔ اِھْبِطُوْا کے حکم سے معلوم ہوا کہ آسمان سے زمین پر
اترنا ہوا۔ جب انسان آسمان پر نہیں رہ سکتا تھا تو آدم کس طرح رہا۔
کیونکہ بعد میں اترا پہلے تو رہتا تھا۔ اور کھاتا پیتا تھا۔ اور طعام اسکو ملتا
تھا۔ کیونکہ بہشت میں سب اسباب معیشت موجود ہیں۔ اس سے تو
مرزا صاحب کے تمام اعتراضات اڑ گئے کہ عیسےٰ کو آسمان پر طعام نہ
ملتا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ آدمؑ کی نظیر موجود ہے۔ مرزا صاحب لَکُمْ کو
تخصیص کے فائدہ کے واسطے کہتے ہیں یعنے لَکُمْ کا مرجع خاص
شیطان اور آدم ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ لَکُمْ کا مرجع خاص
آدم و شیطان ہیں مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہے۔ کیونکہ
جب شیطان اور آدم کو یہ خطاب خاص ہے تو حضرت عیسےٰ علیہ
السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام مستثنےٰ رہے۔ یعنے یہ خاص حکم کہ
اترجاؤ اور تمہارا ٹھکانا زمین ہے خاص آدم اور شیطان کیواسطے ہے۔ مسیح

کا اس آیت سے کچھ تعلق نہیں پس اس آیت سے بھی وفات مسیح کا
استدلال غلط ہے؛

قولہ - چودھویں یہ آیت ہے وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ یعنے جسکو
ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اسکی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں یعنے انسانیت کی طاقتیں
اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں - حواس میں فرق آجاتا ہے عقل اسکی زائل
ہو جاتی ہے الخ

اقول - اس آیت میں بھی کہیں نہیں لکھا کہ مسیح فوت ہو گئے اور نہ
یہ آیت وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے مرزا صاحب کی جو وجہ استدلال
ہے وہ بھی درست نہیں - کیونکہ جب زیادتی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں
کہ جب انسان اس حد تک پہونچ جائے - تو پھر فرتوت و ہم ہو جاتا
ہے - یعنے ایسا بوڑھا کہ اسکے حواس قائم نہ رہیں - انسان کی فطرت مختلف
طاقتوں اور قوتوں والی بنائی گئی ہے - اور یہ مشاہدہ ہے کہ کئی لوگ پچاس
برس سے زیادہ عمر کے ہوتے اور ان کی طاقتیں بالکل سلب ہو
جاتی ہیں اور بچپن کا زمانہ عود کر آتا ہے - مگر بعض ایسے طاقتور ہوتے ہیں
کہ اسی نوے برس کی عمر میں بھی انکی نظر قائم رہتی ہے - اور حواس
بجا رہتے ہیں اور ایسی صائب رائیں دیتے ہیں کہ جوانوں کو بھی وہ
باتیں نہیں سوجھتیں جو انکو سوجھتی ہیں - مسیلمہ کذاب کی عمر ڈیڑھ
سو برس کی تھی اور جب مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو ایسی ایسی تدبیریں
اسکو سوجھتی تھیں کہ بہت جوانوں کو نہ سوجھتی تھیں - زیادتی عمر نے
اسکی قوتوں میں کچھ کمی نہ کی پنجاب میں ایک مثل مشہور ہے
کہ فلاں شخص سٹھ بہتر گیا ہے - یعنے بے وقوفی کی باتیں کرتا ہے حالانکہ

ہزاروں اشخاص کے حق میں یہ خیال غلط ہوتی ہے۔ حکیم نورالدین صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھیں مگر ان کو قادیانی مشن کی ترقی کے وہ وہ سایل سوجھتے تھے کہ کسی جوان مرزائی کو نہ سوجھتے تھے۔ پس جب عمر کی طاقتوں کی کوئی حد نہیں تو پھر یہ قیاس ہی غلط ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زیادتی عمر کے باعث نکما ہو گیا ہو گا۔ کیونکہ مرزا صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا انبیاء علیہم السلام سے خاص معاملہ ہے اور مسیح بھی نبی و رسول تھا۔ اسلیئے انکے ساتھ بھی خاص معاملہ ہے کہ وہ تا نزول زندہ رہیگا اور درازی عمر کا اثر اسپر ہرگز نہ ہوگا جس طرح کہ اصحاب کہف پر باوجود گذر جانے عرصہ دراز ۳۰۹ سال کے وہ جس عمر اور طاقت کے ساتھ سوئے تھے ۳۰۹ برس کے بعد اسی طاقت اور عمر کے ساتھ اُٹھے اور زمانہ کے اثر سے محفوظ رہے جب نظیریں موجود ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۱۰۰۰ برس کی تھی اور زمانہ کے اثر سے وہ محفوظ رہے۔ حضرت شیث علیہ السلام کی عمر ۹۱۲ برس کی تھی اور ان کی طاقتوں میں فرق نہ آیا۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے کہ وہ اسے قاعدہ کلیہ بناتے ہیں۔ اور جو امر اللہ تعالےٰ نے اپنی مرضی پر منحصر رکھا ہوا ہے۔ اس کو اپنے قیاس سے خلاف منشاء خدا تعالےٰ کلیہ قاعدہ بناتے ہیں حالانکہ خدا تعالےٰ نے کوئی طبعی عمر مقرر نہیں فرمائی اور نہ ہی کوئی پیری وغیرہ کا زمانہ مقرر فرمایا ہے۔ تو پھر یہ غلط خیال ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر تغیر کا زمانہ آگیا ہو گا۔ جبکہ ثبوت موجود ہے کہ آسمانی مخلوق بہ نسبت زمینی مخلوق کے الطف اور اکمل اکمل

اور زمانہ کا اثر انپر کم ہوتا ہے یا بالکل ہی نہیں ہوتا جیسے دنیا ہی ہے چاند وسورج وستارے وغیرہ بروج اپنے اپنے کام میں بحکم ایزد متعال لگے ہوئے ہیں کوئی بوڑھا نہیں ہوا۔ کوئی ارذل عمر تک پہونچکر ردی نہیں ہوا فرشتے بوڑھے ہوکر بالکل نہیں ہوگئے۔ حاملان عرش نے بوڑھے ہوکر اور کم طاقت ہوکر عرش رب العالمین کو پھینک نہیں دیا تو حضرت عیسے آسمان پر کسطرح زمانہ کے اثر سے متغیرہ ہوکر نکمے ہو سکتے ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالے کی قدرت وجبروت سے لاعلمی کا باعث ہے اور اُسی حی وقیوم خدا کی قدرت لامحدود سے ناواقفیت کا سبب ہے کہ مرزا صاحب کو ایسے ایسے وہم اور قیاس سوجھتے ہیں۔ ورنہ جبکہ یہ اعتقاد ہو کہ خدا تعالے قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس نے فقط ایک امر کُن سے تمام کائنات کو ایکدم بنا کھڑا کیا ہے۔ اسکے آگے ایک انسان کو درازی عمر کا دینا اور تا نزول زندہ رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ افسوس مرزا صاحب ایک طرف تو مانتے ہیں کہ خدا نے ابراہیمؑ پر آگ سرد کردی جو بالکل خلافِ قانونِ قدرت ہے۔ مگر دوسری طرف حضرت عیسے کے زیادہ عمر پانے سے انکار کرتے ہیں۔ اور ایسے ایسے ردی دلائل پیش کرتے ہیں کہ بقول اُن کے اُن کی اپنی ہی ارذل عمر کا ثبوت ہے۔ ورنہ دیندار مومن بالغیب کی شان سے بعید ہے کہ ایسے ایسے من گھڑت ڈھکوسلوں سے نصوص قرانی کا انکار کرے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح کا استدلال غلط ہے۔

قولہ۔ پندرھویں آیت اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً

ترجمہ خدا وہ ہے جس نے تمکو ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت
دیدی پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دیدی" یہ آیت بھی صریح
طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت
سے باہر نہیں آ سکتا"

اقول: یہ آیت بھی وفات مسیح پر نص قطعی تو درکنار کنایۃً بھی دلالت
نہیں کرتی۔ مرزا صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ ہر ایک انسان
کے لئے ضعف پیری ضرور ہے اسلئے حضرت مسیح بھی ضعف پیری
سے بچ نہیں سکتے مگر کوئی باحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ ضعف پیری
سے موت ہو جاتی ہے یا جو ضعف پیری سے ضعیف ہو جاوے وہ
ضرور ہی مر جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں بوڑھے ضعیف دنیا میں بقید حیات
موجود ہیں کیا یہ انکی وفات کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت نوح علیہ
السلام نے اسقدر عمر دراز پائی۔ کیا وہ مردہ تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ کیونکر درست
ہو سکتا ہے کہ جو ضعیف العمر ہو وہ ضرور مر جاتا ہے۔ چونکہ پیری کا کوئی خاص
زمانہ مقرر نہیں اور نہ عمر طبعی کا کوئی زمانہ مقرر ہے۔ اگر کوئی جاہل حکیم نورالدین
سے کہتا کہ آپ ضعف پیری سے فوت شدہ ہیں اور یہی آیت پیش کرتا
کہ چونکہ آپ کو ضعف پیری آگیا ہے آپ مردہ ہیں لہذا آپ خلیفہ نہیں ہو سکتے
کیونکہ مردے کبھی خلیفہ نہیں ہوتے تو مرزا صاحب کے مرید اس دلیل کو
تسلیم کر لیتے اور حکیم صاحب کو مردہ تصور کر لیتے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسلمان
مرزا صاحب کی اس دلیل کو کس طرح تسلیم کر لیتے۔ مولوی محمد احسن صاحب
امروہی ابتک ضعف پیری میں زندہ موجود ہیں کیا وہ بھی مردہ مانے جاتے
ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح ضعف پیری میں زندہ موجود ہیں۔ کیا وہ بھی مردہ

مانتے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح ضعیف پیری سے کسطرح مردہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا ضعف اور موت ایک ہی چیز ہے۔ مرزا صاحب خود ہمیشہ امراض کے دورہ سے کمزور اور ضعیف رہتے درد سر اور دیگر بیماریوں کے باعث ضعیف رہتے مگر کوئی انکو مردہ نہ سمجھتا تھا۔ اگر بفرض محال یہ سمجھ لیں کہ مسیح کی عمر دو ہزار برس ہونے کی وجہ سے وہ ضعیف العمر ہے تو اس سے اُسکی وفات کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔ بس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے کیونکہ ضعیف العمری نشان زندگی ہے نہ کہ نشانِ موت۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا۔ مرزا صاحب بار بار قانون قدرت کا لفظ کہکر عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ مسیح اس قانون قدرت کے نیچے ہے۔ کس مسلمان کا اعتقاد ہے کہ عیسے علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ مسلمان تو بار بار کہتے ہیں کہ بعد نزول مسیح ۴۵ برس زمین پر رہینگے۔ اور پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن کئے جاوینگے اور مسلمان انکا جنازہ پڑھیں گے۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے وفات مسیح ثابت کرتے کرتے ضعیف العمری ثابت کرکے حیات مسیح ثابت کر دی۔

قولہٗ سولہویں آیت یہ ہے اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ الخ یعنی اسی زندگی دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اُس پانی کی مثال ہے جسکو ہم آسمان سے اتارتے ہیں اور پھر زمین کی روئیدگی اس سے ملجاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کاٹی جاتی ہے یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اول کمال کیطرف رخ کرتا ہے پھر اُس کا زوال ہو جاتا ہے۔ کیا اس قانون

قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے۔" الخ

اقول۔ یہ آیت بھی وفات مسیح ہرگز نہیں بتاتی اور نہ یہ مسیح کے بارہ میں ہے۔ یہ آیت پیش کر کے تو مرزا صاحب نے دراز عمر کا ہونا ثابت کردیا۔ کیونکہ جسطرح پانی امتزاج عناصر سے کھیتی اور پھل تیار کرتا ہے یا پانی سے کھیتیاں اور پھل تیار ہوتے ہیں اسیطرح انسانی وحیوانی زندگی ہے آخر کار ہر ایک انسان کھیتی کیطرح کاٹا جائیگا۔ جس طرح کھیتی اور درخت کاٹے جاتے ہیں۔ اس سے کسکو انکار ہے ہر ایک مسلمان کا اعتقاد ہے کہ مسیح بعد نزول فوت ہوں گے۔ جھگڑا تو سارا درازی عمر کا ہے اور درازی عمر ہم حضرات آدم و نوح و شیث علیہم السلام وغیرہم ثابت کر آئے ہیں۔ پس جس خدا نے ان رسولوں کو دراز عمریں دیں وہی خدا مسیح کو بھی جسقدر چاہے دراز عمر دے سکتا ہے۔ اسمیں کوئی خلاف قانون قدرت نہیں۔ جب بعد نزول مسیح فوت ہونگے تو اسی قانون کے نیچے آجائے گا۔ اس مثال سے تو اللہ تعالےٰ نے درازی عمر مسیح ثابت کردی ہے کہ فرمایا کہ یہ حیاتی دنیا کی پانی کی مانند ہے جسطرح پانی دوسرے عناصر سے ملکر مختلف منازل طے کرتا ہے جیسے پہلے بیج سے انگوری نکلتی ہے اور پھر درخت اور پھل پھول پتے ہوتے ہیں اسیطرح یہ حیاتی انسانی پہلے ماں کے پیٹ میں منزلیں نطفہ۔ مضغہ جنین ہونے کی منازل طے کر کے بچہ طفل جوان اور فرتوت ہوکر آخر مرجاتا ہے۔ اس قانون سے کسیکو اختلاف وانکار نہیں۔ مگر مرزا صاحب جو اس قانونِ قدرت کو مساوی طریق پر ہر ایک متنفس پر یکساں جاری کرتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ نہ نباتات کا وقت یکساں معین ہے اور

نہ حیوانات کا وقت زندگی یکساں سب حیوانوں کیواسطے مقرر ہے
سب کھیتیاں مساوی عمر کی نہیں ہوتیں اور نہ سب حیوان وانسان
مساوی عمر کے ہوتے ہیں ہر ایک میں امر رب جاری ہے۔ دیکھو کدو
کھیرہ وغیرہ ترکاریوں کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ صرف بائیس تئیس
روز پھل دے کر جل جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف جو۔ چنا۔ گندم کئی ماہ میں
تیار ہوکر کاٹے جاتے ہیں اور دیر تک انکا ذخیرہ رکھا جاسکتا ہے حالانکہ
ترکاریاں اور پھل دو تین روز سے زیادہ نہیں رہ سکتے۔ پونڈا یعنے گنا
نو دس ماہ کے بعد تیار ہوتا ہے اور اسکی عمر بھی کم ہوتی ہے۔ یہی اختلاف
درختوں اور ان کے پھلوں میں ہے۔ آڑو کا درخت دو سال میں تیار ہو
جاتا ہے۔ اور پھل لاتا ہے اور آم و انار کا درخت دس بارہ سال یا اس
سے زیادہ عرصہ لیکر تیار ہوتا ہے۔ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جو روزمرہ
مشاہدہ میں آرہی ہیں کہ نباتات کی عمریں کبھی مساوی نہیں اور نہ قانون
قدرت یکساں طور پر ہر ایک مخلوق میں جاری ہے۔ بعض حیوانات
بہت عمر کے ہوتے ہیں جیساکہ سانپ۔ گوہ وغیرہ۔ اور بعض حیوانات
تھوڑی عمر پاتے ہیں جیسے حشرات الارض اور بکری وغیرہ۔ جس سے
روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اس مثال پانی والی میں وجہ شبہ
صرف نشوونما ہے جس کے واسطے کوئی حد مقرر نہیں۔ ایسا ہی انسانوں
کی عمریں مساوی نہیں ان میں قانون نشوونما بیشک جاری ہے۔ مگر
مساوی طور پر نہیں ہے۔ سب میں مشیت ایزدی خفیہ کام کر رہی ہے
اور منشاء حق کے مطابق سب نباتات مختلف طور پر پھل پھول لا رہے
ہیں اور جب تک حکم ہوتا ہے تب تک پھل لاتے ہیں آخر جل سڑ کر تباہ

ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ہرگز نہیں کہ سب کے سب ایک حد معین تک محدود ہوں۔ بعض درخت سیکڑوں برس تک قائم رہتے ہیں اور بعض چند سالوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حیوان اور انسان ہیں کہ نشوونما میں تو اس قانونِ فطرت کے تابع ہیں مگر اپنی ہستی قائم رکھنے میں مختلف مدارج رکھتے ہیں اور سب میں امرِ حق جاری ہے اور مشیت ایزدی کے تابع ہیں۔ حضرت نوحؑ اس قانون قدرت کے تابع پیدا ہوئے کر ۱۰۰۰ برس تک مشیت ایزدی کے امر کے موافق زندہ رہے اور عوج بن عنق ۳۵۰۰ برس تک زندہ رہا (دیکھو جامع العلوم مطبوعہ نول کشور صفحہ ۳۰) حالانکہ اب اسقدر عمر دراز محالات میں سے ہے اور خلاف قانون قدرت کہی جاتی ہے مگر واضح رہے کہ متقنن یعنے قانون بنانے والیکا اختیار ہوتا ہے کہ بعض امور میں قانون کی پابندی نہ کرے جسکو شواذ و نوادر کہتے ہیں۔ دور نہ جاؤ حضرت مسیح کی ولادت ہی شاذ و نادر بطور معجزہ کے ہے۔ اگر اسکو درازی عمر بھی خدا تعالےٰ نے دیدی اور تا نزول زندہ رکھا تو کیا محال ہوا۔ پس یہ آیت بھی مسیح کی حیات ثابت کرتی ہے کہ جسطرح پانی کھیتی میں ایک ہی اثر نہیں رکھتا اور ایک ہی وقت سب کھیتیاں تباہ و ہلاک نہیں ہوتی اسیطرح انسان میں بھی دنیا کی حیاتی مختلف مدارج رکھتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف عمریں ہیں ایک ہی وقت اور عمر سب کے واسطے مقرر نہیں کوئی بچپن میں مرجاتا ہے کوئی جوانی میں مرجاتا ہے کوئی بوڑھا ہو کر نہیں مرتا حالانکہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور وہ خود بھی مرنا چاہتا ہے مگر مشیت ایزدی اسکو زندہ رکھتی ہے حالانکہ نشوونما میں سب کے سب

قانون قدرت کے نیچے ہیں۔ پس مسیح بھی حیاتی کے نشوونما میں بیشک قانون قدرت کے تابع ہے مگر درازی عمر اسکو اس قانون سے خارج نہیں کرتی اسلئے اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہٗ۔ سترھویں آیت ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ یعنی اول رفتہ رفتہ تمکو کمال تک پہونچاتا ہے اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہانتک کہ مرجاتے ہو۔ الخ

اقول۔ اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز مفہوم نہیں ہوتی۔ یہ وہی قانون قدرت ہے یعنی نشوونما کے بعد تم مرنے والے ہو۔ اس سے مرزا صاحب نے کلیہ کس طرح بنالیا کہ جو قانون قدرت کے مطابق پیدا ہو کر نشوونما پائے وہ اسیوقت مرجاتا ہے۔ یہ ایسا ہی استدلال ہے کہ کوئی اگر مولوی غلام رسول صاحب قادیانی یا مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو کہے کہ جناب آپ فوت شدہ ہیں اور یہی آیت پڑھدے ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ۔ یعنے بعد نشوونما کے آپ مرنے والے ہیں۔ پس اس آیت کے رو سے آپ مردہ ہیں جو شخص مرنے والے اور مرے ہوئے میں فرق نہیں کرتا اس کے حق میں کیا کہا جائے۔ یہ کون کہتا ہے کہ مسیح مرنے والا نہیں۔ جس کا یہ اعتقاد ہو کہ مسیح مرنے والا نہیں اسکو یہ آیت سنانی چاہئے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے کیونکہ مسیح بعد نزول مرنیوالا ہے۔ اور اس آیت میں بھی مَیِّتُوْنَ فرمایا گیا ہے جو کہ اگر مسیح کے حق لیا جائے تو اسکی حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مَیِّتُوْن فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ مَاتَ۔ یعنے مرنیوالا فرمایا مرگیا نہیں فرمایا۔

قولہٗ۔ اٹھارہویں آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ

مَا سَبَعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الآیۃ۔ ان آیات میں بھی مثلاً۔ ظاہر کیا ہے کہ انسان کھیتی کیطرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کر لیتا ہے۔ اور پھر مر جاتا ہے۔ الخ

اقول۔ کھیتی اور پانی کی مثال کا جواب سولھویں آیت کے جواب میں دیا گیا ہے یہ صرف آیت کا نمبر بڑھانے کے واسطے اسی مضمون کی آیت کو لکھا ہے جو کہ اہل علم کے نزدیک عیب سخن ہے۔ ہم جواب دے چکے بار بار ذکر کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور عرض کرتے ہیں کہ عمر کا پورا کرنا جو لکھا ہے وہ کونسی عمر کی حد مقرر ہے کہ جب تم اس حد عمر تک پہنچ جاؤ گے تو مر جاؤ گے جب عمر کی حد مقرر نہیں جو ہزار برس زندہ رہیگا اسکی وہی عمر ہے۔ پس مسیح بعد نزول چاہیے لاکھ ہزار برس گذر جاویں اسکی مدت عمر وہی ہوگی اور وہ پوری کرکے ضرور مرے گا۔ عمر کی جب تک کوئی حد مقرر نہ کرو تب تک یہ آیت وفات مسیح پر دلیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اگر سو آیت بھی ایسی پیش کرو گے تو ہرگز کلام نہ آئیگی۔ پہلے عمر کی حد مقرر کرو جب ایک شخص کی حد عمر ہی مقرر نہیں تو پھر جو دو ہزار برس کے بعد نازل ہو کر مرے گا وہی زمانہ اسکی عمر کا پورا ہونا ہوگا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے

قولہ۔ انیسویں آیت یہ ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ۔ یعنے ہمنے تجھسے پہلے جسقدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ الخ

اقول۔ یہ آیت بھی ہرگز نہ تو مسیح کے متعلق ہے اور نہ اس سے

وفات مسیح کا وہم و گمان بھی ہو سکتا ہے۔ یہ آیت تو صرف ان کفار کو جواب دی رہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے کہ کھانا اور بازاروں میں پھرنا نبوت کی شان سے بعید ہے اس اعتراض کا جواب خدا تعالٰی نے دیا ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ سے پہلے سب نبی رسول جو بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ یہ امور یعنے کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا نبوت و رسالت کے منافی نہیں۔ اس سے وفات مسیح کا مفہوم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا وفات مسیح کا ثبوت ہے۔ تو پھر جسقدر انسان کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے ہیں سب کے سب فوت شدہ ثابت ہوں گے اور یہ بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ لاکھوں کروڑوں آدمی روزمرہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے نظر آتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا تو نشان زندگی ہے نہ کہ موت باقی رہا مرزا صاحب کا استدلال کہ چونکہ مسیح اب کھانا نہیں کھاتا اور بازاروں میں پھرتا نظر نہیں آتا اس واسطے مردہ ہے۔ تو یہ ایسی ہی نامعقول دلیل ہے کہ کوئی شخص کہدے کہ خواجہ کمال الدین و محمد صادق مرزا صاحب کے مرید فوت شدہ ہیں کیونکہ قادیان اور لاہور والوں کو کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے نظر نہیں آتے۔

افسوس مرزا صاحب کو مسیح کی وفات نے ایسا محو حیرت کر دیا ہے کہ ان کو ایسی دلیل پیش کرنے کے وقت سب علوم و فلسفیہ دلائل بھول جایا کرتے ہیں۔ بھلا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ عدم علم شے و عدم مشاہدہ شے عدم وجود شے پر دلیل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا بار بار یہ کہنا کہ مسیح طعام نہیں کھاتا اس واسطے مردہ ہے۔ کیونکہ درست ہو سکتا ہے جبکہ

ان کو آسمان کا علم ہی نہیں۔ ۱۹ سو برس کے بعد خدا کا فرض ہو سکتا ہے کہ
مسیح کی ڈبل روٹی اور چار کی پیالی روز مرہ چار وقت مرزا صاحب کو دکھاتا بلکہ
ان کے مریدوں کی خاطر ایسے کسی طریق سے آسمان سے نمودار کرتا کہ ہر ایک
مرزائی دیکھ لیتا کہ یہ مسیح کا طعام ہے۔ کیونکہ اگر قادیان کے مرزائی دیکھ لیتے تو
لاہور کے مرزائیوں پر حجت نہ ہوتی اور اگر لاہور والے دیکھتے تو قادیان والوں
کے واسطے دلیل نہ ہوتی۔ بس قرص خورشید کی طرح قرص عیسےٰ علیہ السلام
بھی ہر روز طلوع کرتی تب مرزا صاحب اور مرزائی مسیح کو کھانا کھانے والا یقین
کرتے مگر ابر اور بارش کے دن پھر بھی مسیح کو فاقہ مست ہی کہتے۔ اور شائد بعض
محقق مرزائی تو کہتے کہ جبتک ہم آسمان پر جا کر مسیح کو روٹی کھاتے نہ دیکھ لیں
تب تک اُسکو زندہ نہیں کہہ سکتے۔ مگر افسوس مرزا صاحب کا منطق ایسا ردی
ہے کہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ کیا مرزا صاحب کے مرید جو قادیان سے
فاصلہ پر رہتے تھے اور ان کو مرزا صاحب کی یاقوتیاں اور مقوی غذائیں دیکھنے
کا موقعہ نہ ملتا تھا ان کا نہ دیکھنا مرزا صاحب کی وفات کی دلیل تھی؟ ہرگز نہیں
تو پھر مسیح جو کہ آسمان پر ہے زمین والوں کو کھاتا پیتا نظر نہ آوے تو مردہ کس
طرح ثابت ہو سکتا ہے جبکہ زمین والوں کو زمین کے ہی باشندگان کا علم
نہیں۔ لاہور والے کلکتہ والوں کا کھانا پینا اور بازاروں میں پھرنا جب نہیں دیکھ
سکتے تو آسمان والوں کا کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ کیا کوئی آسمان پر گیا ہے۔
اور مسیح کو طعام نہ ملتا دیکھ آیا ہے یا مسیح نے اپنی فاقہ کشی کی شکایت کی
ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ بالکل غلط استدلال ہے کہ اس آیت سے سب
رسولوں کا فوت ہو جانا ثابت ہے۔

قولہ - دسویں آیت یہ ہے کہ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا

يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ دپ ۔ یعنی ایسے جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے بلکہ آپ پیدا شدہ مرچکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے۔ الخ

اقول۔ اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز نہیں نکلتی اور نہ یہ محل اس آیت کے پیش کرنے کا ہے یہ آیت تو توحید باریتعالیٰ کو ثابت کررہی ہے کہ جن جن معبودوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ تو خود مخلوق ہیں کچھ پیدا نہیں کرسکتے تو وہ تمہاری مرادیں کسطرح دیسکتے ہیں۔ وفات مسیح کے ساتھ اس آیت کا کچھ تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی معبود ہیں اور مخلوق ہیں اسواسطے فوت ہو گئے ہوں گے۔ مگر یہ غلط اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ کل مخلوق فوت نہیں ہوئی۔ فرشتے خدا کی مخلوق ہیں اور معبود ہیں مگر فوت نہیں ہوئے حضرات جبرائیل ومیکائیل واسرافیل جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے چلے آتے ہیں اور ہرگز نہیں مرے سورج چاند ستارے سب مخلوق ہیں اور معبود ہیں مگر مرے نہیں۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام ان معبودوں میں سے نہیں ہیں چنانچہ قرآن مجید یہودیوں اور مشرکین کو فرماتا ہے وَمَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ یعنے حضرت عیسٰے کی نظیر جو ان کفار نے پیش کی ہے یہ ان کا مجادلہ ہے۔ یہ لوگ محض خصومت سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب قرآن مجید میں اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ نازل ہوا تو مشرکین نے کہا کہ اگر ہمارے معبود یعنے بت جہنم میں ڈالے جائینگے تو حضرت مسیح بھی معبود نصاریٰ ہیں وہ بھی ہمارے معبودوں

سکے ساتھ جہنم میں جائینگے۔ اپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ حضرت
عیسٰے علیہ السلام کو جو کفار و مشرکین ایسا ہی معبود بناتے ہیں جیسے کہ ان کے
بت و دیگر مخلوق معبود کہے جاتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے اور وہ لوگ جہنم
سے بچتے ہیں۔ پس یہ طریق استدلال جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے کہ حضرت
عیسٰے علیہ السلام کو معبودوں میں شامل کرتے ہیں۔ یہ طریق پہلے یہود و کفار عرب
کر چکے ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے خصم فرمایا ہے۔ افسوس مرزا صاحب ایک رسول
اور نبی کو بتوں اور شیاطین اور عناصر وغیرہ اصنام کی طرح سمجھکر اسکی وفات کا
ثبوت دیتے ہیں حالانکہ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ ان کی صفت ہے۔ یعنی کبھی
زندہ نہ تھے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام صاحب حیات تھے اور اصنام اور باطل
معبودوں میں شامل نہ تھے۔ مگر مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے خلاف قرآن
ان کو بھی معبودوں میں مشرکین عرب کیطرح شامل کرتے ہیں اور اپنی طرف
سے قرآن میں تحریف کرکے لکھتے ہیں کہ سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر
رہی ہے حالانکہ انسان کا لفظ قرآن کی آیت میں نہیں۔ مرزا صاحب انسانوں کا
لفظ اپنے پاس سے لگا کر مسیح کو بھی اصنام میں داخل کرتے ہیں جو خلاف
قرآن ہے۔

دوم۔ صرف حضرت مسیح ہی معبود نصاریٰ نہیں وہاں تو تین اقنوم معبود
ہیں یعنے باپ بیٹا روح القدس۔ یعنے ایک مسیح دوسرا روح القدس اور تیسرا
خدا۔ اگر مرزا صاحب کا استدلال درست سمجھا جائے تو روح القدس اور خدا کو بھی
فوت شدہ سمجھنا ہوگا کیونکہ یہ تینوں معبود ہیں اور بیکار رہے جاتے ہیں۔ اور یہ بالبداہت
غلط ہے کیونکہ نہ روح القدس مرتا ہے نہ خدا کی جز مر سکتی ہے۔ پس یہ استدلال مرزا
صاحب کا غلط ہے کہ جو معبود بنایا جائے اُس کے لئے فوت ہونا لازمی ہے۔

سوئم معبودوں پر موت دو طرح پر واقع ہو سکتی ہے یا حالاً یا مآلاً۔ حالاً
موت کے یہ معنے کہ وہ ذی روح نہیں تھے پتھر وغیرہ کے بنے ہوئے ہیں
تو اس سے حضرت عیسےٰ مستثنےٰ ہیں کیونکہ وہ ذی روح کو پتھر کے معبودوں
میں شامل کرنا ذی ہوش کا کام نہیں۔ اگر کہو کہ مآلاً یعنے آخر کار ان سب کے واسطے
وفات لازم ہے تو اس سے کسیکو انکار نہیں۔ سب مسلمانوں کا اعتقاد ہے
کہ حضرت عیسےٰ بعد نزول ضرور فوت ہوں گے اور مسلمان انکا جنازہ پڑھینگے اور
مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔ صرف سوال درازی عمر کا ہے جسکی نظیر میں
حضرت نوحؑ و حضرت آدمؑ کی درازی عمر قرآن میں موجود ہیں۔ پس مسیح نہ معبودوں
میں داخل ہیں اور نہ انکی وفات حالاً ثابت ہے۔ یعنے مسیح پتھر وغیرہ کا بنا ہوا
نہ تھا۔ ہاں مآلاً ضرور ہوگی۔ یعنے بعد نزول ضرور فوت ہوں گے۔ اور مرزا صاحب
کا دعوٰی ہے کہ قبل نزول فوت ہو گئے ہیں جو کہ اس آیت سے ہرگز ثابت
نہیں پس اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہے۔

قولہ اکیسویں آیت یہ ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے
کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنیوالا نبیوں کا۔ یہ آیت
بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی
رسول دنیا میں نہیں آئیگا۔ الخ

اقول۔ مرزا صاحب نے نبی کے آنے میں مغالطہ دیا ہے۔ آنا اور پیدا
ہونا دو الگ الگ امور ہیں دونوں کا مفہوم ایک ہرگز نہیں ہوتا۔ زید امرتسر
سے لاہور آیا۔ یا بکر قادیان سے بٹالہ میں آیا اس کے یہ معنے ہرگز نہیں
ہوتے کہ زید و بکر امرتسر و قادیاں میں پیدا ہوئے۔ آیت خاتم النبیین میں پیدا

نبیوں کی پیدائش ختم کرنیوالا کے معنے ہیں کیونکہ الفاظ ابا احد من رجالکم
صاف بتا رہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا کیونکہ باپ کسی رجل
کے نہونے کی علت غائی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی اگر آپکا بیٹا ہوتا اور زندہ
رہتا تو نبی ہوتا جیسا کہ حدیث لو کان ابراھیم حیا لکان نبیا سے ثابت ہے
یعنے اگر حضور علیہ السلام کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا اسواسطے خدا تعالیٰ
نے فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کسی مرد کا باپ نہیں اسکی علت غائی
یہ ہے کہ آپکے بعد کوئی نبی ورسول پیدا نہ ہوگا حضور علیہ السلام کا بیٹا ابراہیم
اسیواسطے زندہ نہ رہا تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہ ہو یہ سیاق عبارت
بتا رہا ہے کہ کسی نبی کا پیدا ہونا خاتم النبیین کے برخلاف ہے اور مسلمان بھی
اسی عقیدہ پر ہیں کہ بعد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ
خاتم ہیں نبیوں کے پیدا ہونے کے اور چونکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام چھ سو برس
پہلے حضرت خاتم النبیین کے پیدا ہو چکے ہیں اسواسطے انکا دوبارہ اس دنیا
میں آنا ان کے دوبارہ پیدا ہونیکی دلیل نہیں ہے اور نہ جدید نبی ہونیکی
وجہ ہے اسلئے نزول عیسٰے علیہ السلام جو کہ اول انجیل میں بعدہٗ قرآن میں
اور اس کے بعد حدیثوں میں اور اس کے بعد اجماع امت سے ثابت
ہے خاتم النبیین کے برخلاف نہیں کیونکہ اگر کوئی جدید نبی پیدا ہوتا تو خاتم النبیین
کے برخلاف ہوتا سابقہ نبی کا آنا خاتم النبیین کے برخلاف نہیں۔ باقی رہا مرزا
صاحب کا یہ فرمانا کہ میرا دعویٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے برخلاف نہیں یعنے
بروزی رنگ میں دعویٰ کیا ہے اور محمد صلعم کی متابعت تامہ سے مجھکو نبوت
ملی ہے یہ وہی باتیں ہیں جو کہ مسیلمہ سے لیکر مرزا صاحب تک سب کاذب
مدعیانِ نبوت کرتے آئے ہیں۔ مسیلمہ بھی کہتا تھا کہ اصل پیغمبر تو محمد صلی اللہ

علیہ وسلم میں ہیں ان کے ساتھ ایسا پیغمبر و نبی ہوں جیسا کہ موسیٰ کے ساتھ ہارون موسیٰ کے تابع بھی تھا اور خود بھی نبی تھا اسیطرح میں بھی نبی غیر تشریعی ہوں۔ اسیطرح اور کذاب بھی امت محمدی میں گذرے ہیں اور مزید گذرنے تھے کیونکہ مخبر صادق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے کہ تیس جھوٹے نبی میری امت میں سے ہوں گے۔ جو گمان کرینگے کہ نبی اللہ ہیں حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ بہتیروں نے دعویٰ نبوت کیا بالآخر جھوٹے ثابت ہوئے جس سے روز روشن کیطرح ثابت ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جدید نبی پیدا نہیں ہو سکتا اگر پیدا نبی آئے تو وہ خاتم النبیین کے برخلاف ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ اسکے متعلق ناطق ہے جس کے سامنے مرزا صاحب کے من گھڑت ڈھکوسلوں کی کوئی حقیقت نہیں جو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ام المومنین عائشہ رض سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسےٰ اگر نازل ہوئے تو یہ امر خاتم النبیین کے برخلاف ہوگا تو آپ نے جواب میں فرمایا قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ یعنے یہ کہو کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں مگر یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ یعنی عیسےٰ نبی اللہ مریم کا بیٹا جو پہلے نبی پیدا ہو چکا ہے اصالتاً نازل ہوگا (مجمع البحار صفحہ ۸۵)

حضرت عائشہ رض نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہی عیسےٰ بیٹا مریم کا جو نبی ناصری بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اللہ ہے جو آنیوالا ہے اور کوئی جدید امتی دعویٰ مسیح موعود سے نبی اللہ نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رض نے حضرت خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرے

پاس عیسٰے بیٹا مریم کا دفن کیا جائیگا۔ وہ قول بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نقل کیا جاتا ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول اللہ انی اری اعیش بعدک فتاذن ادفن الی جنبک فقال وانی لی بذالک الموضع ما فیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر و عمر و عیسٰے ابن مریم۔ ترجمہ فرمایا حضرت عائشہ رض نے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے پاس مدفون کی جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو ابو بکر و عمر اور عیسٰے بیٹے مریم کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔

ناظرین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ضرور اصالتًا نازل ہوں گے اور حضرت عائشہ رض نے جو فرمایا کہ تو لو خاتم الانبیاء و لا تقولو لا نبی بعدہ تو ان کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ نبی اللہ عیسٰے بیٹا مریم بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب قیامت میں نزول فرمائیگا۔ اسواسطے آپ نے ایک پرانے نبی کا آنا ذکر فرمایا جو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ علاوہ برآں اس حدیث کی تصدیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس حدیث سے ہو چکی ہے جیسا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عیسٰے بن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور ۴۵ برس زندہ رہکر نکاح کرے اولاد پیدا کرکے پھر مرے گا فیدفن معی فی قبری یعنی مقبرہ میں درمیان ابو بکر و عمر کے دفن کیا جائیگا۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اسکی قبر چوتھی قبر ہوگی۔ بس اس حدیث سے مرزا صاحب کا تمام طلسم ٹوٹ گیا اور ذیل کے امور ثابت ہوئے۔

۱۔ یہ حضرت عائشہ اور صحابہ کرام و محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی مذہب تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے کہ حضرت عیسٰے نبی اللہ اصالتاً نزول فرمائینگے۔

۲۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام تا نزول زندہ ہیں کیونکہ اگر فوت ہوجاتے تو پھر انکا نزول ہی نہ ہوتا۔ دوبارہ آنیکے واسطے زندگی ضروری ہے ورنہ مردے کبھی دوبارہ نہیں آتے۔

۳۔ سنتم یموت فیدفن معی فی قبری سے جسمانی وفات اور جسمانی دفن ثابت ہوا اور ڈھکوسلا کہ میں روحانی طور پر رسول اللہ میں بسبب کمال اتحاد کے دفن ہوگیا ہوں بالکل غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست جسمانی دفن ہونیکے واسطے تھی اور اسی واسطے جگہ طلب کی تھی کیونکہ روحانی دفن کے واسطے جگہ طلب کرنے کی ضرورت نہ تھی اور روحانی دفن بسبب اتحاد قلبی و متابعت تامہ و محبت خالص کے حضرت عائشہ رض کو حاصل تھی کیونکہ حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونیکا فخر آپ کو حاصل تھا۔ پس جسمانی دفن کے واسطے درخواست تھی اور جسمانی دفن ہی مقصود تھا جو کہ اس دلیل سے حضور علیہ السلام نے اجازت نہ دی کہ وہاں عیسٰے مدینہ منورہ میں حضور کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے۔ اور مرزا صاحب کا روحانی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونا ایک ڈھکوسلا ہے جو حضرت خلاصہ موجودات کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا ہم مرتبہ ہو۔

۴۔ اس حدیث سے حیات مسیح و رفع جسمانی بھی ثابت ہوا کیونکہ اگر جسم کے ساتھ رفع نہ ہوتا تو جسم کے ساتھ اصالتاً نزول بھی موعود نہ ہوتا۔ مگر چونکہ جسمانی نزول اور جسمانی دفن مذکور ہے اس لئے ثابت ہوا کہ

رفع بھی جسمانی ہوا تھا۔ جو کہ اصل ہے نزول کی۔

۵۔ عیسٰی بن مریم نبی ناصری مسیح موعود ہے نہ کہ اُس کا کوئی بروز و مثیل مسیح موعود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسٰی بن مریم کے دفن کی جگہ اپنا مقبرہ فرمایا اور عیسٰی بن وہی نبی ناصری رسول اللہ ہے۔ مرزا صاحب نہ رسول اللہ۔ نہ عیسٰی بن مریم نہ مدینہ شریف گئے اور نہ وہاں جا کر دفن ہوئے۔

۶۔ اصالتاً نزول ثابت ہوا۔ کیونکہ عیسٰی بن مریم اسم علم ہے اور اسم علم کبھی نہیں بدلتا اور نہ اسکا کوئی بدل ہو سکتا ہے۔ پس غلام احمد ولد غلام مرتضٰی کبھی عیسٰی بن مریم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابن مریم اسواسطے فرمایا کہ تحقیق ہو جاوے کہ وہی عیسٰی جسکا باپ نہ تھا اور جو بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوا تھا وہی نازل ہوگا اور مرزا صاحب کا باپ غلام مرتضٰی تھا اسلئے مرزا صاحب سچے مسیح موعود نہ تھے۔

۷۔ مرزا صاحب کا نبی و رسول ہونا باطل ہوا۔ کیونکہ ان کی پیدائش محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئی ہے جو کہ خاتم النبیین کے برخلاف ہے اور مرزا صاحب کا ڈھکوسلا کہ میں بہ سبب متابعت رسول اللہ کے رسول اللہ ہو گیا ہوں غلط ہوا۔ کیونکہ متابعت تامہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سوا حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کسی نے نہیں کی۔ جب صحابہ کرام متابعت تامہ سے نبی و رسول نہ ہوئے تو جس شخص نے متابعت ناقص بھی نہیں کی اور قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہو وہ کیونکر تابعدار کامل ہو سکتا ہے۔ اور کیونکر نبی و رسول کا نام پا سکتا ہے جبکہ صحابہ کرام بہ سبب متابعت تامہ کے اس نام (نبی و رسول) پانے کے مستحق نہ ہوئے۔ حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے حق میں فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارونؑ کے ہے۔ مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں لہذا

تو نبی کا نام نہیں پا سکتا۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا۔ پس قطعی نصوص شرعی ظاہر کر رہی ہیں کہ بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے کوئی سچا نبی نہ ہوگا۔ مرزا صاحب تو متابعت میں بھی ناقص ہیں سچ نہیں کیا۔ جہاد نفسی نہیں کیا بلکہ اکثر مسائل میں صریح مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہی عیسے بیٹا مریم کا جس کے میں قریب تر ہوں اور جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں وہی اصالتاً نزول فرمائیگا اور مرا نہیں بعد نزول فوت ہوگا مسلمان اس کا جنازہ پڑھینگے اور وہ میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکرؓ و عمرؓ کے مدفون ہوگا مگر مرزا صاحب منہ سے تو متابعت تامہ کے مدعی ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر کے انکو جھٹلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح موعود و دجال کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ عیسے فوت ہو گئے وہ ہرگز نہ آئینگے اور نہ آسکتے ہیں کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس نہیں آتے۔ پس عیسے نبی اللہ جسکے آنے کی خبر ہے وہ تو میں ہوں۔ اور مسیح موعود امت میں سے ایک فرد ہوگا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماویں کہ وہی عیسے بیٹا مریم کا آئیگا۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں ایک امتی عیسے کی خو بو پر آئیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں کہ وہ مرا نہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میرے مقبرہ میں دفن ہوگا۔ اسی واسطے حضرت عائشہؓ کو اجازت جگہ کی نہ دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں دفن کیجاویں۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ روحانی دفن مفہوم تھا۔ جو رسول اللہ کو علم نہ تھا۔ اور میں روحانی طور پر رسول اللہ کی قبر میں یعنے وجود مبارک میں مدفون ہوں یعنے فنا فی الرسول کے ذریعہ سے عین محمد ہی ہوں

اس واسطے میرا دعوٰی نبوت خاتم النبیین کے برخلاف نہیں اور نہ مہر نبوت
کو توڑتا ہے۔ یہ ایسا ہی لغو اور باطل استدلال ہے کہ کوئی غاصب کسی شریف
کا گھر بار چھین لے اور اس کا تمام مال اسباب اپنا مال اسباب سمجھے اور اسپر قبضہ
کر کے۔ مگر جب اس کے وارث اس کے ظلم کی فریاد اور اسکے تصرف بے
جا کی نالش شاہی عدالت میں کریں تو وہ عیار یہ کہدے کہ میں ان تمام وارثوں کا
بروزی باپ ہوں اور یہ سب کچھ میرا اپنا ہے۔ کیونکہ ان کے دادا صاحب کی
متابعت میں نے پوری پوری کی ہے اور اسکی محبت میں ایسا فنا ہو گیا ہوں کہ عین
وہی ہو گیا ہوں۔ اسواسطے میرا دعوٰی اور قبضہ کوئی مخالفانہ قبضہ نہیں۔ بلکہ میں تو
خود دل ہی نہیں۔ ان وارثوں اور مدعیوں کا مورث اعلیٰ ہی ہوں۔ ان کے وارث
اعلیٰ کا بروز ہوں۔ بلکہ وہی ہوں۔ کیا عدالت شاہی میں اس عیار کی تقریر بے
نظیر سنکر بادشاہ اسکو مورث اعلیٰ سمجھکر تمام اموال واملاک کی ڈگری دیسکتا
ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر احکم الحاکمین جو خفی اور جلی کے جاننے والا ہے اور خیر
الماکرین ہے وہ مرزا صاحب کے اس ڈھکوسلے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت و نبوت وامت کسطرح دیسکتا ہے۔ اور رسول اللہ کو معزول کر کے
نجات کا مدار مرزا صاحب کی بیعت پر رکھ سکتا ہے۔ دور نہ جاؤ ذرہ کوئی بروزی
ڈپٹی کمشنر ہی بنکر دیکھ لے کہ ڈپٹی کمشنر مانا جاتا ہے اور ضلع کی کچہری اسکو دیجاتی
ہے یا سیدھا جیل خانے بھیجا جاتا ہے۔ افسوس مرزا صاحب کو خود غرضی
اور غرور نفس نے یہانتک دھوکا دیا ہے کہ واقعات اور مشاہدات کے برخلاف
کہتے ہوئے بھی نہیں جھجکتے۔ اور قابو یافتگان کو ایسا الو بنایا ہے کہ وہ حواس
کھو بیٹھے ہیں۔ جو کچھ مرزا صاحب نے کہدیا سب رطب و یابس قبول ہے۔ کیا
لطیفہ کی بات ہے۔ کہ اگر کوئی غیر شخص رسول اللہ کا مقابلہ کرے تو محمد رسول

اللہ کو بڑا رنج و غصہ ہو۔ اور اگر مرزا صاحب نبوت و رسالت کا دعویٰ کریں تو سچے
اور عین محمد رسول اللہ بن جاویں۔ حالانکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ غیر کا مقابلہ کرنا ایسا
رنجدہ اور مذموم نہیں جیسا کہ اپنا فرزند یا عزیز دوست مقابلہ کرے تو رنج ہوتا ہے
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک امتی کے دعویٰ نبوت سے خوش تھے یا
غضبناک تھے۔ یعنی مسیلمہ مسلمان تھا اور امتی تھا۔ اور ایسا ہی اسود عنسی امتی
تھا اور مرزا صاحب سے متابعت میں بڑھا ہوا تھا کیونکہ اس نے حج بھی کیا
تھا۔ یہ دعوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئے۔ کیا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اسوقت خوش ہوئے تھے یا غضبناک۔ ظاہر ہے ایسے غضبناک
ہوئے کہ ان مدعیان کو جو امتی تھے کافر قرار دیا۔ اور انپر قتال کا حکم صادر فرمایا
چنانچہ تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ بیس ہزار صحابی معرکہ مسیلمہ میں کام آئے اور
مسیلمہ کیطرف سے بھی بے شمار قتل ہوئے پس اگر امتی نبی کا ہونا جائز ہوتا
یا موجب فضیلت رسول اللہ کا ہوتا تو پھر مسیلمہ کیوں کاذب سمجھا جاتا اسمیں تو
بقول مرزا صاحب کے رسول اللہ کی نبی گری ہوتا تھا اور شانِ محمدی دوبالا ہوتی تھی۔
جنکی پیروی سے مسیلمہ و اسود عنسی متابعت محمدؐ سے نبی و محمد بنگئے اور رسول اللہ کے
نبی گری سے نبوت و رسالت کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اگر یہ ڈھکوسلا
سچا ہوتا تو اسقدر کشت و خون کیوں ہوتا۔ اور اگر امتی نبی سچا ہوتا اور اس کے
پیرو سچے اور حق پر ہوتے تو پھر اسقدر خونریزی جماعت اسلام میں کیوں
روا رکھی جاتی۔ اور کیوں بے شمار مسلمان طرفین کے مارے جاتے۔ ان واقعات
سے ثابت ہے کہ کسی امتی کا دعویٰ نبوت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
غضب کا باعث ہے۔ چاہے کاذب مدعی زبان سے کہے کہ میں فنا فی الرسول
ہوں۔ مگر حقیقت میں وہ دشمن رسولِ خدا ہے اور مقابلہ کرنیوالا اکمل مانع

ہے۔ بھلا غور تو کرو رسول اللہ فرمادیں کہ ابن مریم نبی اللہ ہوگا جو مسیح موعود ہے مگر وفادار غلام کہتا ہے کہ نہیں صاحب وہ تو امتی ہوگا اور بجائے مریم کے بیٹے کے غلام مرتضیٰ کا بیٹا ہوگا۔ اور بجائے دمشق میں نازل ہونے کے قادیان (پنجاب) میں پیدا ہوگا۔ اور بجائے آسمان سے نازل ہونیکے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔ بھلا ایسا مرید مخالف شخص دعویٰ فنافی الرسول میں سچا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب حضرت عمرؓ و علیؓ جیسے جنہوں نے جان و مال قربان کرڈالا ہر ایک تکلیف میں رسول اللہ کا ساتھ دیا۔ فقر وفاقے برداشت کئے تین تین دن کے بھوکے پیاسے جنگ کرتے رہے وہ تو متابعت تامہ سے نبی نہ ہوئے مگر ایک شخص گھر بیٹھا ہوا مزے اڑاتا تارک حج و دیگر فرائض مسلمانوں کا مال دین کی حمایت کے بہانہ سے بٹور کر عیش کرتا ہوا فنافی الرسول کے مرتبہ کو پہونچکر رسول اللہ و نبی اللہ بنجاوے اور اسپر ابلہ فریبی یہ کرے کہ حضرت عیسٰے نبی اللہ کے آنے سے جو پہلے نبی تھا خاتم النبیین کی مُہر ٹوٹتی ہے اور میرے دعوائے نبوت و رسالت سے جو کہ مسیلمہ کی مانند متابعت سے ہے خاتم النبیین کی مُہر سلامت رہتی ہے ایک ایسا دروغ بے فروغ ہے جو اپنی آپ ہی نظیر ہے کیونکہ تیرہ سو برس سے اتفاق امت اسی پر چلا آتا ہے کہ ایک مسلمان شخص امتی تب ہی تک ہے جبتک خود نبوت و رسالت کا دعویدار نہ ہو۔ جب خود نبوت کا مدعی ہوا امت رسول اللہ سے خارج ہوا۔ کیونکہ نبوت و رسالت کے دعویٰ سے وہ تو خود رسول اللہ بن بیٹھا۔ اب مرزا صاحب نبی و رسول بھی بنتے ہیں اور مُہر نبوت کی بھی فکر ہے کہ وہ بھی سلامت رہے۔ اسواسطے اپنا نام لی نبی دغیر تشریعی نبی و بروزی و ظلی نبی رکھتے ہیں اور یہ خبر نہیں کہ

مجھ سے پہلے ایسے ہی مدعی گذرے کہ جو امتی بھی تھے اور نبی بھی تھے جب وہ کاذب ثابت ہوئے تو میں کیونکر اس اسکے متعلق سے سچا نبی ہو سکتا ہوں کیونکہ دعوی نبوت بہر حال شرک فی النبوۃ ہے۔ اور شرک ایک ایسا فعل مذموم ہے کہ تمام گناہ تو خدا تعالے بخشدیگا۔ مگر شرک ہرگز نہ بخشیگا جب بے نیاز خدا کو اپنا شریک منظور نہیں تو رسول اللہ کو اپنا شریک کسطرح گوارا ہو سکتا ہے۔ پس یہ بالکل غلط منطق ہے کہ چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسٰی تھے اور موسٰی کے بعد نبی آتے رہے اسلیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ کہ انکے فیضان سے کوئی نبی نہ ہو۔ جس کا جواب یہ ہے کہ موسے کیساتھ نبیوں کے بھیجنے کا وعدہ تھا جیسا کہ قرآن میں ہے وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِا لرُّسُلِ یعنے موسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول آتے رہینگے اور موسیٰؑ کو خاتم النبیین نہیں فرمایا تھا۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے یعنی جسکے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائیگا۔ دوم یہ غلط ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مماثلت تب ہی کامل ہو سکتی ہے جبکہ محمد کے بعد بھی نبی آدیں کیونکہ واقعات اور توراۃ سے ثابت ہے کہ موسیٰؑ کی وفات کے ساتھ ہی حضرت یوشعؑ مبعوث ہوئے اور لگاتار ایک نبی کے مرنیکے بعد دوسرا نبی آجاتا تھا بلکہ ایک ہی زمانہ میں بہت نبی آئے حتیٰ کہ چودہ سو برس کے عرصہ میں بہت نبی آئے۔ مگر محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد قریب قریب اسی عرصہ یعنے ۱۳ سو برس سے زیادہ عرصہ گذرا اور کوئی نبی نہ آیا۔ تو ثابت ہوا کہ خدا کے قول خاتم النبیین کی تصدیق خدا کی فعل نے کردی یعنے پہلے خدا نے فرمایا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ بھیجنگے اور اس عرصہ دراز تیرہ سو برس سے اوپر میں کوئی سچا نبی نہ بھیجا جس سے ثابت

ہو اگر خدا کو ہرگز منظور نہیں کہ اُسکے حبیب کا کوئی شریک ہو اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ محمد رسول اللہ جو مسلمانوں کا دین وایمان ہے اسکیں صاف ہدایت ہے کہ شرک جسطرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے ساتھ منع ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ بھی منع ہے یعنی لَا نافیہ جیسا کہ اللہ پر ہے ویسا ہی محمد پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے ایسا ہی لَا رسول۔ اِلَّا محمد رسول اللہ ہے۔ جیسا کہ مشرک بخدا مشرک اور کافر ہے ویسا ہی مشرک برسول مشرک اور کافر سے بدتر ہے۔ کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر اُسکی غلامی قبول کرکے پھر بغاوت کرکے خود ہی رسالت ونبوت میں شریک ہونا ہے خدا تعالےٰ نے ہر ایک مومن کو اس خیال باطل سے بچا کر اور ظلی وبروزی کا ڈھکوسلا ایسا باطل ہے کہ جسکی سزا زمانہ موجودہ میں بھی پھانسی ہے۔ کوئی شخص بادشاہِ وقت کا بروز وظل بنکر بادشاہت کا دعوے کرکے دیکھ لے کہ اسکو کیا سزا ملتی ہے۔ کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے شریک نبوت ورسالت کو چھوڑ دیگا۔ ہرگز نہیں یہ گناہ ہی ایسا ہے کہ قابل معافی نہیں اسکی نظیر موجود ہے کہ مسیلمہ پر قتال کا حکم حضور علیہ السلام نے دیا۔ کیا آپ کسی اور مدعی رسالت کو چھوڑ دینگے؟ ہرگز نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی منطق پر تعجب آتا ہے کہ ظل وبروز دو حالت سے خالی نہیں۔ یا تو عین ہے ظل لازمی ہے یا اسکا عکس ہے۔ اگر عین ہے تو یہ غلط ہے کہ پہلی بعثت میں تو اسقدر بہادر کہ کفار عرب کے چھکے چھڑا دیئے اور ستر ہ جنگ کئے۔ اور بعثت ثانی میں (نعوذ باللہ) ایسے ڈرپوک اور بزدل کہ جنگ وجدال کے تصور سے غش کھا جاتے اور ڈر کے مارے حج کے لئے نہ گئے ایک ڈپٹی کمشنر کے حکم سے الہام بند ہوگئے۔ پہلی بعثت میں اسقدر کامیاب کہ یتیمی کی حالت سے کامیاب ایسے ہوئے

کہ شہنشاہ عرب ہو گئے اور تمام عرب کو کفر سے پاک کر دیا۔ اور بعثت ثانی میں
اسقدر نامراد کہ تمام عمر عیسائیوں کی غلامی میں رہے۔ اور آریوں کی کچہریوں
میں مارے مارے پھرے جنکو صفحۂ ہستی سے محو و نابود کرنے کا دعوےٰ
تھا۔ اور انہی کی عدالتوں میں ملزمانہ حیثیت سے کھڑے ہوتے رہے۔
پہلی بعثت میں دین اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر دکھایا اور بعثت ثانی میں
ایسے مغلوب ہوئے کہ اہل ہنود آریہ صاحبان کے بزرگوں رام چندر جی اور
کرشن جی اور بابا نانک صاحب وغیرہم کو نہ صرف نبی و رسول مانا بلکہ خود
ہی کرشن کا اوتار بنگئے۔ اور ایک چھوٹا سا گاؤں قادیان بھی کفر سے پاک
صاف نہ ہوا۔ قادیان جسکو دار الامان کہا جاتا ہے اسمیں برابر سکھ آریہ و
سناتن دھرم والے موجود ہیں۔ پہلی بعثت میں صاحب وحی رسالت و شریعت
ہو اور بعثت ثانی میں اس سے یہ منصب چھینا جاوے اور وحی رسالت سے
محروم کیا جاوے۔ صرف الہام ہو جو ظنی ہے۔ کیا اسمیں حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں کہ ایک عام اُمتی کہے کہ میں عین محمدؐ ہوں
اور میرا دعویٰ نبوت محمدؐ کے برخلاف نہیں۔ بیشک حضرت خلاصۂ موجودات
خاتم النبیین کی ہتک ہے کہ ایسا شخص جسمیں کوئی صفت محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کی نہیں اپنے آپ کو عین محمدؐ کہے۔ اور جھوٹا دعوے نبوت
کرے۔

دوسرا طریق ظل و بروز کا یہ ہے کہ مدعی دعویٰ کرے کہ میں بہ سبب
کمال محبت و متابعت کے اصل شخص کا ظل یعنے سایہ ہوں۔ یہ مقام تو کم
و بیش ہر ایک مسلمان کو حاصل ہے۔ اور ایسے ایسے عاشقان رسول مقبولؐ
گذرے ہیں کہ نام سنتے ہی جان نکل گئی۔ حضرت خواجہ اویس قرنیؓ نے

جب سنا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوگئے تو آپ نے کمال محبت کے جوش میں خیال فرمایا کہ یہ دانت حضور علیہ السلام کے شہید ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ اپنے دو دانت توڑ ڈالے۔ پھر خیال آیا کہ شاید آپ کے یہ دانت نہ ہوں پھر دوسرے اپنے دو دانت توڑ ڈالے۔ اسی خیال میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے اور اس طرح سے محبت نبوی کا ثبوت دیا جو تا قیامت یادگار رہیگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر اس نیت سے سو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچ جائیں اور ہم آپکی بجائے شہید ہو جائیں۔

یہ ہے اصلی محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے مدعی۔ اور متابعت بھی صحابہ کرام کی اظہر من الشمس ہے۔ مگر وہ تو نہ عین محمد ہوئے اور نہ انھوں نے محبت اور متابعت سے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔

اب مرزا صاحب کا حال سنئے کہ آقا فرماتا ہے کہ وہی عیسےٰ نبی اللہ بن مریم آخری زمانہ میں آسمان سے دمشق میں نازل ہوگا۔ مگر مرزا صاحب اپنی تابعداری کا یہ ثبوت دیتے ہیں کہ عیسےٰ مر گیا۔ امت محمدی میں سے ایک شخص عیسےٰ کی صفات پر پیدا ہوگا اور مرزا صاحب کو یاد نہ رہا کہ میں تو عین محمد ہوں۔ محمد ہو کر عیسےٰ صفت ہونا بالکل لغو ہے۔ محمد کے عاشق صادق کو عیسےٰ سے کیا کام اور عیسےٰ صفت ہونا محمد ہونیکے برخلاف ہے۔ آقا فرماتا ہے کہ خدا نے مجھکو فرمایا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ یعنی کہدے اے محمد اللہ ایک ہے اور اللہ پاک ہے۔ نہیں جنتا اور نہ جنا ہوا۔ اور کوئی شریک اسکا نہیں۔ مگر مرزا صاحب کہتے

ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ جنتا ہے اور اس نے مجھکو کہا ہے کہ انت منی بمنزلۃ ولدی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶) کہ اے غلام احمد تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کوئی اصلی بیٹا ہے جسکے جا بجا مرزا صاحب تھے انت من ماءنا وھم من فشل (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۳) کہ اے مرزا تو ہمارے پانی یعنے نطفہ سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے۔ آقا فرماتا ہے کہ فیدفن معی فی قبری۔ یعنے عیسےٰ بعد نزول فوت ہوگا۔ اور میرے مقبرہ مدینہ میں مدفون ہوگا۔ تابعدار کامل یعنے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں صاحب عیسےٰ مرچکا تھا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ تھا وہ تو کشمیر میں مدفون ہے۔

مسلمانو! عقل خداداد سے سوچو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کرام کے ساتھ ابن صیاد جسکو دجال سمجھا گیا تھا تشریف لیجاتے ہیں اور حضرت عمرؓ اجازت طلب کرتے ہیں کہ میں اسکو قتل کردوں تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تو دجال کا قاتل نہیں۔ دجال کا قاتل حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہے۔ جو بعد نزول دجال کو قتل کریگا۔ اسوقت حضرت عمرؓ سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں کہتے کہ حضرت عیسےٰ تو مرچکے ہیں وہ کیونکر دوبارہ آئینگے مگر مرزا صاحب کی متابعت کا یہ حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ سمجھ نہ سکے (نعوذ باللہ) یہ متابعت ہے یا مخالفت کہ صاف لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں دفن ہونا استعارہ ہے۔

ناظرین! یہ ہے ثبوت مرزا صاحب کا کہ رسول اللہ کے ساتھ قدم قدم پر مخالفت ہے کیا کوئی نظیر صحابہ کرام کی پیش ہوسکتی ہے کہ انہوں نے مخالفت رسول اللہ کی کی ہو ہرگز نہیں تو پھر معلوم ہوا کہ صرف زبانی دعوے محبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرزا صاحب کیطرف سے جھوٹا ہے۔ اب ایسے حالات کے ہوتے ہوئے کون تسلیم کر سکتا ہے کہ مرزا صاحب محبت رسول اللہ کے دعوے میں سچے تھے۔ محبت کا تو یہ تقاضا ہے کہ وہ غیر جانب منہ کرنے نہیں دیتی چہ جائیکہ صریح مخالفت کیجاوے اور مخالفت کسکی؟ جسکے عشق کا دعویٰ ہے یہ باطل است آنچہ مدعی گوید کا مصداق ہے نہ کہ عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب عشق و محبت رسول اللہ ناقص ہے بلکہ مخالفت رسول اللہ کی افعال سے ثابت ہے تو پھر ظلی و بروزی نبوت بھی کاذب نبوت ہے جیسی کہ مسیلمہ وغیرہ کذاب مدعیان نبوت کی تھی۔ اور بیشک ایسا دعوے خاتم النبیین کی مہر کو توڑنے والا ہے۔ اور یہ مرزا صاحب کا کہنا بالکل غلط ہے کہ میرے دعوے نبوت سے مہر خاتم النبیین سلامت رہتی ہے۔

باقی رہا مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اگر عیسےٰ علیہ السلام تشریف لاویں تو وحی رسالت کا آنا بھی ہوگا۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی لکھکر جواب دیا جاتا ہے۔ وھو ھذا

مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت و ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیلؑ حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

الجواب۔ مرزا صاحب کا حافظہ عجیب قسم کا تھا۔ اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۶ میں تسلیم کر چکے ہیں (اصل الفاظ مرزا صاحب) یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں۔ اس اقرار کے ہوتے ہوئے اب فرماتے ہیں کہ اسکو یعنے مسیح کو جو رسول ہے اسکی ماہیت و حقیقت

میں داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل کے حاصل کرے ۔ افسوس مرزا صاحب کو قرآن شریف کے برخلاف قیاس کرنے میں خدا کا خوف نہیں ۔ جب دین محمدؐ کامل ہے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ خدا فرما رہا ہے تو پھر مسیح رسول کو کونسے دینی علوم بذریعہ جبرئیل لینے ہوں گے ۔ کیا مسیح ناسخ دین محمدی ہوگا؟ ہرگز نہیں ۔ تو پھر یہ اعتراض کیونکر درست ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ اگر مسیح پر جبرئیل وحی رسالت لائے تو شریعت محمدی پر اس کا حکم کرنا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے باطل ہوتا ہے ۔ کیونکہ جب جبرئیل تازہ وحی لائے تو قرآنی وحی منسوخ ہوئی ۔ اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ نعوذ باللہ غلط ہوتا ہے ۔ پس یہ طبعزاد امر آپ کا کہ رسول کے واسطے ہمیشہ جبرئیل کا آنا لازمی امر ہے غلط ہے ۔ کیونکہ کسی نص شرعی میں نہیں ہے کہ مسیح موعود پر جبرئیل وحی لائیگا ۔ بلکہ اجماع امت اسی پر ہے کہ مسیح موعود باوجود رسول ہونے کے رسول اللہ کی امت میں شمار ہوگا ۔ جیسا کہ محی الدین ابن عربی رح فتوحات مکیہ کے باب ۷۳ میں فرماتے ہیں ۔ "جاننا چاہیئے کہ امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابوبکر صدیقؓ سے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہو ۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام فرود ہوں گے تو اسی شریعت محمدی سے حکم کرینگے اور قیامت میں ان کے دو حشر ہوں گے ۔ ایک حشر انبیاء کے زمرہ میں ہوگا اور دوسرا حشر اولیاء کے زمرہ میں ہوگا ۔" الخ

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف والہام ہے اور مرزا صاحب اور ان کے مرید اسکو مانتے ہیں ۔ سو واسطے شیخ اکبر کی تحریر مسلمہ فریقین ہے ۔ حضرت شیخ کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بعد نزول اسی شریعت محمدی پر عمل کرینگے ۔ باوجودیکہ وہ خود رسول ہوں گے ۔ مگر

چونکہ شریعت محمدی کامل شریعت ہے اسواسطے انکو بعد نزول وحی رسالت نہوگا۔ دوسرے اولیائے امت کی طرح انکو بھی الہام ہوگا۔

وحی رسالت بیشک رسول کیواسطے لازمی امر ہے اور حضرت عیسے علیہ السلام کے پاس پہلے ضرور جبرئیل وحی رسالت لایا کرتے تھے۔ مگر وہ آنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے تھا۔ جوکہ ان کی رسالت کا لازمہ تھا۔ اور وہ اسی وحی رسالت سے رسول ہوئے تھے۔ اور صاحب انجیل رسول تھے۔ مگر یہ اعتراض مرزا صاحب کا غلط ہے کہ بعد نزول بھی ان کو وحی رسالت ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ رسول کو علم دین بذریعہ جبرئیل ملتا ہے۔ اور نزول جبرئیل بعد خاتم النبیین کے چونکہ مسدود ہے اسلئے عیسے رسول اللہ بھی بعد خاتم النبیین کے نہیں آسکتے اس اعتراض کے غلط ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ رسول کے واسطے ضروری نہیں کہ ہر ایک وقت بلا ضرورت بھی اُسکے پاس جبرئیل وحی رسالت لاتا رہے اور نہ وحی رسالت کے بند ہونے سے کسی رسول کی رسالت جاتی رہتی ہے۔ حضرت خاتم النبیین کے پاس کتنی کتنی مدت تک جبرئیل نہ آتے تھے۔ تو کیا انکی رسالت (معاذ اللہ) جاتی رہتی تھی۔ اور پھر جب جبرئیل آتے تھے تب پھر وہ رسول ہوجاتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ مرزا صاحب کا بالکل غلط خیال ہے کہ جب حضرت عیسے نزول فرمائینگے تو ان کے واسطے وحی رسالت بھی جبرئیل ضرور لائیگا۔ اور ایک دوسرا قرآن بن جائیگا کیونکہ رسول کے واسطے ضروری نہیں کہ ہر حال اور ہر آن میں وحی رسالت اس کے پاس جبرئیل لاتا رہے۔ دوسری وجہ اس اعتراض کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ چونکہ دین اسلام کامل ہے۔ اور اس میں کمی بیشی کی ضرورت نہیں اسواسطے جبرئیل کا آنا ضروری نہیں اور نہ کسی وحی رسالت کی ضرورت ہے

کیونکہ وحی رسالت بعد خاتم النبیین کے آیگا تو وہ دجال ہے خالی نہ ہوگا یا تو
کچھ احکام منسوخ ہوں گے یا زیادہ ہوں گے۔ اور یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ پھر
شریعت اسلام کامل نہ رہی۔ جب دین کامل نہ رہا اور اسمیں کمی بیشی کی گئی تو پھر
صاحب شریعت حضرت خاتم النبیین افضل نہ رہے اور نہ اکمل رہے۔ پھر
تو افضل و اکمل عیسٰے علیہ السلام ہوں گے۔ اور یہ عقیدہ باطل و فاسد ہے۔ اس
لئے وحی رسالت کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور نہ وحی رسالت بوساطت جبرئیل
آئیگی۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ حضرت عیسٰے کا کیا قصور کہ اُسکی رسالت چھینی
جاوے اور اسکو امتی بنایا جاوے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے
کسطرح سمجھ لیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بعد نزول اپنی نبوت و رسالت
چھینی جاوے گی اور وہ معزول ہوں گے۔ جب نظیریں موجود ہیں اور نص
قرآنی ثابت کر رہی ہے کہ سب انبیا علیہم السلام حضرت خاتم النبیین کی
امت میں شمار ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب نبیوں سے اقرار لے چکا
ہے۔ کہ وے خاتم النبیین کی تابعداری کریں گے اور ضرور اس پر ایمان لائیں گے
پڑھو قرآن کریم کہ آیت شریف وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ
مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ
وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ ترجمہ (جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا جو کچھ میں نے تمکو کتاب اور
حکمت دی ہے۔ پھر جب تمہاری طرف رسول آئے جو تمہاری سچائی ظاہر
کریگا تو تم ضرور اُسپر ایمان لاؤ گے اور ضرور اُسکی مدد کرو گے) اور معراج والی
حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم و موسےٰ و عیسےٰ علیہم السلام نے حضور
خاتم النبیین کے پیچھے نماز پڑھی تو حضور انبیاء کے امام بنے اور اولوالعزم
رسول آپ کے مقتدی ہوئے۔ جب اون تمام رسولوں اور نبیوں کی رسالت

بحال رہی تو حضرت عیسے علیہ السلام جب بعد نزول شریعت محمدی پر خود عمل
کرینگے یا اپنی امت کو اسپر عمل کرائینگے تو انکی رسالت کیونکر جاتی رہے گی
فرض کرو ایک جرنیل ہے اور وہ دوسرے جرنیل کی زیر کمان کسی خاص ڈیوٹی
پر لگایا گیا تو اس جرنیل کی جرنیلی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ہاں اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جس
جرنیل کی ماتحت یہ جرنیل جاتا ہے اسکی علو شان ظاہر ہوتی ہے۔ اسیطرح
حضرت عیسے علیہ السلام بعد نزول اگر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی شریعت کی متابعت کرینگے اور دین اسلام کی امداد کرینگے تو اپنا وعدہ
جو روز میثاق میں کر چکے ہیں اُسے وفا کرینگے انکی اپنی نبوت و رسالت بدستور بحال
رہیگی جیسا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسے کا
روز قیامت میں انبیاء کے زمرہ میں بھی حشر ہوگا اور اولیاء کے زمرہ میں بھی۔ یہ
کام تو ان کی فضیلت کا باعث ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی امت کے اولیاء کرام میں بھی انکا حشر ہوگا۔ اور یہ ان کی اپنی دعا کا نتیجہ ہے۔
دیکھو انجیل برنباس فصل ۲۱۲ صفحہ ۲۹۲ "اے رب بخشش والے اور رحمت میں
غنی تو اپنے خادم (عیسے) کو قیامت کے دن اپنے رسول (محمد) کی امت
میں ہونا نصیب فرما" الخ

ناظرین ذرا غور فرماویں کہ مرزا غلام احمد صاحب کیسا فنافی الرسول ہونے
کا مدعی ہے کہ حضرت خاتم النبیین کی افضلیت دنیا پر ظاہر ہونے سے گھبراتا ہے
اور نہیں چاہتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی علو شان دنیا پر
ظاہر ہو۔ حضرت خاتم الانبیاء کی کسقدر عظمت وشان اسدن ظاہر ہوگی جس
دن عیسائیوں کا معبود حضرت خلاصۂ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کی امت
میں ہو کر ایک امام کی ڈیوٹی بجالائیگا اور دنیا پر اور اسوقت کے یہود و نصاری پر

اپنی زبان سے اپنا معبود اور خدا نہ ہونا اُنکو بتائیگا۔ اور تمام اہل کتاب اُنکی عدم مصلوبیت کے وحیات پر ایمان لائینگے حدیث میں اسی بات کیطرف رسول اللہ نے اشارہ فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم۔ رواہ البیہقی فی کتاب الاسماء والصفات۔ ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا حالت ہوگی تمہاری جب ابن مریم عیسےٰ علیہ السلام تم میں آسمان سے اُترینگے اور تمہارا امام مہدی بھی تم میں موجود ہوگا۔ یعنے اُس روز مسلمانوں کی شان وشوکت اور میری عظمت دنیا پر ظاہر ہوگی جبکہ عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اتر ینگے مگر افسوس مرزا صاحب کو شان احمدی کے ظہور کی کوئی خوشی نہیں اور صرف عیسےٰ کی نبوت کا فکر پڑ گیا کہ وہ معزول کیوں ہوں گے۔ فکر کیوں نہ ہو خود جو عیسےٰ صفت ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عیسےٰ صفت ہوکر عین محمد کسطرح ہوئے اور بروزی نبوت کسطرح پائی۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۳ میں جو لکھا ہے کہ خاتم النبیین کی آیت میرے لئے مانع نہیں کیونکہ فنافی الرسول ہوکر میں بھی محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا جزو بنگیا ہوں۔ جب خاتم النبیین کی مہر جدید امتی نبی کے دعوی سے بقول مرزا صاحب نہیں ٹوٹتی تو جو خاتم النبیین سے چھ سو برس پہلے نبی ہو چکا ہے اُسکے دوبارہ آنے سے کیونکر ٹوٹ سکتی ہے۔ اور جب اس کا دوبارہ آنا نصوص شرعی سے ثابت ہے اور دوبارہ آنے کے واسطے حیات لازم ہے۔ کیونکہ طبعی مُردے کبھی اُس دنیا میں واپس نہیں آسکتے تو ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہے۔ اور اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر مرزا صاحب کا غلط ہے:۔

قولہ۔ بائیسویں آیت یہ ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کیطرف

رجوع کرو۔ اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر
منکشف ہو جائے۔ الخ صفحہ ۲۱

اقول۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ بیشک آپ انا جیل کی طرف رجوع
فرماویں اگر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل پائے جاویں
اور اصالتاً نزول کے معتقد ہوں تو ہم سچے اور مرزا صاحب جھوٹے۔ اور اگر اہل
کتاب حضرت عیسیٰ کو مردہ اعتقاد کرتے ہیں اور انجیلوں میں ان کی وفات
لکھی ہے اور بروزی نزول لکھا ہے تو مرزا صاحب سچے اور ہم جھوٹے۔ مگر
انجیل رفع جسمانی و نزول جسمانی بتاتی ہے دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۳
جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا شاگرد اکیلے اس کے پاس آئے اور بولے کہ یہ کب ہوگا
اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے (آیت ۴) اور
یسوع نے جواب دیا اور انہیں کہا خبردار ہو کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے (آیت ۵)
کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ
کریں گے۔ الخ۔ اس انجیل کے حوالہ سے ذیل کے امور ثابت ہیں

۱۔ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً خود ہی نزول فرماویں گے نہ کوئی ان کا
مثیل و بروز ہوگا کیونکہ مسیح کے شاگردوں کا سوال ظاہر کرتا ہے کہ مسیح نے شاگردوں
کو فرمایا کہ میں خود ہی قرب قیامت میں آؤں گا۔ اسی واسطے شاگردوں کا سوال
انجیل میں درج ہے۔ اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے۔

۲۔ یہ ثابت ہوا کہ جو شخص مسیح موعود ہونے کا دعوے کرے وہ جھوٹا اور گمراہ
کرنے والا ہے جیسا کہ لکھا ہے بہتیرے میرے نام پر آویں گے۔ چنانچہ مسیح کے نام
پر بہت سے آ بھی چکے ہیں جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ آٹھ آدمیوں نے
مرزا صاحب سے پہلے مسیح موعود ہونے کا دعوے کیا ہے ان کے بیان

صرف نام درج کئے جاتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ فارس بن یحیٰی۔ اس نے
مصر میں مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ کیا۔ یہ بیمار کو اچھا کرتا تھا۔ اور طلسم وغیرہ
سے ایک مردہ بھی زندہ کر کے دکھا دیا تھا۔ (دیکھو کتاب المختار) ابراہیم بزرل۔
شیخ محمد خراسانی۔ بہبک نامی ایک شخص نے بھی عیسےٰ بن مریم ہونیکا دعویٰ
کیا تھا۔ مسٹر ڈوئی نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ مجمع البحار میں
لکھا ہے کہ سنہ میں ایک شخص عیسےٰ بن مریم بنا۔ مرزا صاحب بھی عیسےٰ ابن مریم
بنتے ہیں مگر خود ہی شکار کیطرح زد کے نیچے آ گئے ہیں کہ اس آیت کو پیش کر کے
خود ہی کاذب مدعی ثابت ہوئے۔ کیونکہ اہل کتاب کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ
بہت جھوٹے مسیح آوینگے۔ پس اہل کتاب کے رو سے تو مرزا صاحب جھوٹے
مسیح ہیں۔ کیونکہ سچا مسیح موعود تو وہی عیسےٰ ابن مریم نبی ناصری ہے جس کا رفع
آسمان پر ہوا وہی واپس آئے گا۔

۳۔ یہ ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہیں۔ اگر فوت ہو جاتے تو پھر ان کا اصالتاً آنا ہرگز
نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اصالتاً آنا لکھا ہے۔ اسواسطے ثابت ہوا کہ زندہ ہے۔ کیونکہ
انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح زندہ کر کے اٹھایا گیا۔ (دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۵۰)
"تب وہ یعنے یسوع انہیں وہاں سے باہر بیت عنیا تک لیگیا اور اپنے ہاتھ
اٹھا کر انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا ان سے
جدا ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔" اب ظاہر ہے کہ چلتا پھرتا دعا اور برکت دیتا ہوا
جب اٹھایا گیا تو زندہ ثابت ہوا۔ کیونکہ صرف روح ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کر سکتی
(دیکھو اعمال باب ۱ آیت ۹ سے ۱۱ تک میں لکھا ہے) اور وہ یہ کہکے ان کے دیکھتے ہوئے
اوپر اٹھایا گیا۔" آگے جا کے پھر لکھا ہے "یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان
پر اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح جسطرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا پھر آویگا"

ناظرین! آپنے تو دیکھ لیا کہ فقرہ بتا رہا ہے کہ وہی عیسٰے ابن مریم جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے وہی پھر آوے گا۔

اب اناجیل اور اہل کتاب تو مرزا صاحب کے دعوے مسیح موعود اور وفات مسیح کی تردید کر رہی ہیں۔ مگر مرزا صاحب مغالطہ دے کر کہہ رہے ہیں کہ انجیل سے مسیح کی وفات ثابت ہے۔ لیکن آجتک انجیل کی کوئی آیت پیش نہ کر سکے جسمیں لکھا ہو کہ مسیح مر گیا ہے۔ وہ نہیں آئیگا۔ اور اسکی جگہ کوئی دوسرا شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مسیح موعود بنیگا اگر کوئی آیت ہے تو کوئی مرزائی دکھا دے ہم اسکو ایک سو روپیہ انعام دینگے۔

مرزا صاحب نے ایلیاہ کا قصہ تورات سے ملاکی نبی کی کتاب کے حوالہ سے پیش کیا ہے جو کہ بالکل غلط اور بے محل ہے۔ کیونکہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ ایلیاہ یوحنا یعنے یحیٰی میں ظہور کریگا۔ اصل عبارت ملاکی نبی کی ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا۔ اور وہ باپ دادوں کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دلوں کو انکے باپ دادوں کی طرف مائل کرے گا تا ایسا نہ ہو کہ میں آؤں اور سرزمین کو لعنت سے ماروں (باب ۴ آیت ۵و۶ کتاب ملاکی نبی) اس ملاکی نبی کی کتاب سے ثابت ہے کہ ایلیاہ ہولناک دن یعنی قیامت سے پیشتر آئیگا۔ یہ نہیں لکھا ہے کہ وہی ایلیاہ آئیگا جس کا صعود آسمان پر ہوا تھا وہ ایلیاہ تو بروزی اور روحانی رنگ میں الیسع نبی میں یوحنا یعنے یحیٰی سے پہلے آچکا تھا۔ (دیکھو تورات سلاطین باب ۲ آیت ۱۵) اور جب انبیا زادوں نے جو یریحو سے دیکھنے نکلے تھے اسے دیکھا تو وے بولے ایلیاہ کی روح الیسع پر اتری اور وے اسکے استقبال کو آئے اور اسکے سامنے زمین پر جھکے

یہ کلام تو اونکی فضیلت کا باعث ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ کے اولیاؤں میں بھی اونکا حشر ہوگا اور یہ اونکی اپنی دعا کا نتیجہ ہے دیکھو انجیل برنباس فصل ۲۱۲ صفحہ ۲۹۴ اے رب بخشش والے اور رحمت میں غنی تو اپنے خادم (عیسےٰ) کو قیامت کے دن اپنے رسول (محمدؐ) کی امت میں ہونا نصیب فرما۔ الخ

ناظرین غور فرماویں کہ یہ کیسے نشانی الرسول ہونیکا مدعی ہے کہ حضرت خاتم النبیین کی افضلیت دنیا پر ظاہر ہونیسے گھبراتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ کی علو شان دنیا پر ظاہر ہو۔ کسقدر عالی شان حضرت خاتم النبیین کی دوسروں پر ظاہر ہوگی جبکہ عیسائیوں کا خدا و معبود حضرت خلاصہ موجودات کی امت میں ہوکر ایک امام کی ڈیوٹی بجالائیگا اور دنیا پر اور اوسوقت کے یہود اور نصاریٰ پر اپنی زبان سے اپنا معبود اور الٰہ نہ ہونا اونکو بتا ئیگا۔ اور تمام اہل کتاب اونکی عدم مصلوبیت وفات پر ایماں لاوینگے۔ حدیث میں اسی بات کی طرف رسول اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم رواہ البیھقی فی کتاب الاسماء والصفات ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حالت ہوگی تمہاری جب ابن مریم علیے علیہ السلام تمہارے بیں آسمان سے اتر ینگے اور تمہارا امام مہدی بھی تم میں موجود ہوگا۔ یعنے اس روز مسلمانوں کی شان وشوکت اور میری عظمت دنیا پر ظاہر ہوگی جبکہ عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اوتر ینگے۔ مگر افسوس مرزا صاحب کو شان احمدی کے ظہور کی کوئی خوشی نہیں اور حضرت عیسےٰ کی نبوت کا فکر پڑ گیا ہے وہ معزول کیوں ہونگے۔ کیوں فکر نہو خود جو عیسےٰ صفت ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب عیسےٰ صفت ہوکر عین

محمد کس طرح ہوئے اور بروزی نبوت کسطرح پائی ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۵ میں جو لکھا ہے کہ خاتم النبیین کی آیت میرے لئے مانع نہیں کیونکہ فنا فی الرسول ہو کر میں بھی محمد رسول اللہ صلعم کا جزو بن گیا ہوں سبب خاتم النبیین کی مہر حدیث نبی کے دعوے سے بقول مرزا صاحب نہیں ٹوٹتی تو جو خاتم النبیین کے چھ سو برس پہلے نبی ہو چکا ہے اور سکے دوبارہ آنے سے کیونکر ٹوٹ سکتی ہے۔ اور جب اوسکا دوبارہ آنا نصوص شرعی سے ثابت ہے اور دوبارہ آنے کے واسطے حیات لازم ہے کیونکہ طبعی مردے کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے تو ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہے۔ اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر مرزا صاحب کا غلط ہے

قولہ۔ بائیسویں آیت یہ ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنے اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جاوے الخ صفحہ ۶۱۶

اقول۔ دل ماشاد و چشم ما روشن بیشک آپ اناجیل کیطرف رجوع فرماویں اگر اہل کتاب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل پائے جائیں اور اصالتاً نزول کے معتقد ہوں تو ہم سچے اور مرزا صاحب جھوٹے اور اگر اہل کتاب حضرت عیسےٰ کو مردہ اعتقاد کرتے ہیں اور اناجیلوں میں انکی وفات لکھی ہے تو مرزا صاحب سچے اور ہم جھوٹے۔ مگر انجیل رفع جسمانی بتاتی ہے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۳ جب وہ زیتون کے پہاڑ پر اوسکے شاگرد اوسکے پاس آئے اور بولے کہ یہ کب ہوگا۔ اور تیرے آنے کا اور دنیا کے آخیر کا نشان کیا ہے آیت ۴ اور یسوع نے

جواب دیکھے ہوں انہیں کہا خبردار ہو کہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے آئت ۵ کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آوینگے اور کہینگے کہ میں مسیح ہوں۔ اور بہتوں کو گمراہ کرینگے الخ اس انجیل کے حوالہ سے ذیل کے امور ثابت ہیں

پہلا۔ تو یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اصالتاً خود ہی نزول فرماوینگے نہ کوئی اور انکا مثیل بروز کیونکہ مسیح کے شاگردوں کا سوال ظاہر کرتا ہے کہ مسیح نے شاگردوں کو فرمایا کہ میں خود ہی قرب قیامت میں آؤں گا۔ اسی واسطے شاگردوں کا سوال انجیل میں درج ہے۔ اور تیرے آنے کا اور دنیا کے آخیر کا نشان کیا ہے۔

دوسرا۔ امر یہ ثابت ہوا کہ جو شخص مسیح موعود ہونے کا دعوے کرے وہ جھوٹا اور گمراہ کرنے والا ہے جیسا کہ بہتیرے میرے نام پر آوینگے۔ چنانچہ مسیح کے نام پر بہت آ بھی چکے۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں آٹھ آدمیوں نے مرزا صاحب سے پہلے مسیح موعود ہونے کا دعوے کیا ہے۔ ان کے صرف نام درج کئے جاتے ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ فارس بن یحیی (۱) اس نے مصر میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا اور بیماروں کو اچھا کرتا تھا۔ اور ایک مردہ ہی طلسم وغیرہ تدابیر سے زندہ کر کے دکھایا تھا۔ دیکھو کتاب المختار۔ ابراہیم بزلہ (۲)۔ شیخ محمد خراسانی (۳)۔ بہک نامی (۴) ایک شخص نے عیسےٰ بن مریم ہونیکا دعوے کیا تھا۔ مسٹر ڈوئی (۵) نے بھی مسیح موعود ہونیکا دعوے کیا۔ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ سندھ میں ایک شخص عیسےٰ ابن مریم (۶) بنا۔ مرزا صاحب (۷) بھی عیسےٰ ابن مریم بنتے ہیں۔ مگر خود ہی شکار کی طرح زد کے نیچے آ گئے ہیں کہ اس آئت کو پیش کر کے خود ہی کاذب مدعی ثابت ہوئے۔ کیونکہ اہل کتاب کی کتاب میں لکھا ہے کہ بہت جھوٹے مسیح آوینگے پس اہل کتاب کے رو سے تو مرزا صاحب جھوٹے مسیح ہیں۔ کیونکہ سچا مسیح موعود تو وہی عیسےٰ

ابن مریم نبی ناصری ہے جس کا رفع آسمان پر ہوا وہی واپس آویگا:

تیسرا امر یہ ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہیں۔ اگر فوت ہو جاتے تو پھر اونکا اصالتاً آنا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اصالتاً آنا لکھا ہے اسواسطے ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہے۔ کیونکہ انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح زندہ کر کے اٹھایا گیا ہے۔ دیکھو انجیل لوقا باب ۲۴ آئت ۵۰۔ تب وہ یعنے یسوع انہیں وہاں سے باہر بیت عنا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا۔ اُن سے جدا ہوا اور آسمان پر اوٹھایا گیا۔ اب ظاہر ہے چلتا پھرتا دعا اور برکت دیتا ہو جب اٹھایا گیا تو زندہ ثابت ہوا۔ کیونکہ صرف روح ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کر سکتا۔ پھر اعمال باب ۱ آئت ۹ سے ۱۲ تک یہی لکھا ہے۔ اور یہ کہکے ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اوٹھایا گیا۔ آگے جا کے لکھا ہے یہی یسوع جو تمہارے پاس آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا پھر آویگا۔

ناظرین! پھر آئے گا کا فقرہ بتا رہا ہے کہ وہی عیسٰے ابن مریم جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے وہی پھر آوے گا:

اب اناجیل اور اہل کتاب تو مرزا صاحب کے دعوٰے مسیح موعود اور وفات مسیح کی تردید کر رہی ہیں۔ مگر مرزا صاحب مغالطہ دیکر کہہ رہے ہیں کہ انجیل سے مسیح کی وفات ثابت ہے۔ مگر آجتک انجیل کی کوئی آئت پیش نہ کر سکے جسمیں لکھا ہو کہ مسیح مر گیا ہے۔ وہ نہیں آئے گا اور اسکی جگہ کوئی دوسرا شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مسیح موعود بنے گا۔ اگر کوئی آئت ہے۔ تو کوئی مرزائی دکھاوے۔ ہم اسکو مبلغ یکصد روپیہ بطور انعام دینگے:

مرزا صاحب نے ایلیا کا قصہ تورات سے ملاکی نبی کی کتاب کے حوالہ سے

پیش کیا ہے جو کہ بالکل غلط اور بے محل ہے۔ کیونکہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ ایلیاہ یوحنا یعنی نبی یحیٰی میں ظہور کرے گا۔ اصل عبارت ملاکی نبی کی ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ وھو ہذا۔ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ دادوں کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دلوں کو ان کے باپ دادوں کی طرف مائل کریگا۔ تا ایسا نہو کہ میں آؤں اور سرزمین کو لعنت سے ماروں باب ۴ آیت ۵ و ۶ کتاب ملاکی نبی:۔

اس ملاکی نبی کی کتاب کی آیت سے ثابت ہے کہ ایلیاہ ہولناک دن یعنے قیامت سے پیشتر آوے گا۔ اور یہ نہیں لکھا ہے کہ وہی ایلیاہ آوے گا جس کا صعود آسمان پر ہوا تھا۔ وہ ایلیاہ تو بروزی اور روحانی رنگ میں المسیح نبی میں یوحنا یعنے یحیٰی سے پہلے آچکا تھا۔ دیکھو توراہ سلاطین باب ۲ آیت ۱۵ اور جب ان انبیاء زادوں نے جو یریحو سے دیکھنے نکلے تھے اسے دیکھا تو وے بولے ایلیاہ کی روح المسیح پر آٹہری اور وے اس کے استقبال کو آئے اور اس کے سامنے زمین پر جھکے۔ دوسری طرف اسی انجیل میں جبکہ ایلیاہ کا یوحنا یعنے یحیٰی میں ہونا لکھا ہے۔ اسی انجیل میں لکھا ہے کہ یوحنا یعنے یحیٰی نے انکار کیا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں میں وہ نبی ہوں جسکی خبر یسعیاہ نبی نے دی تھی ذیل میں انجیل کی اصل عبارت لکھی جاتی ہیں:۔

انجیل متی باب ۱۷ آیت ۹ سے ۱۳ تک جب وے پہاڑ سے اترتے تھے یسوع نے انہیں تاکید سے فرمایا کہ جبتک ابن آدم مردوں میں سے جی نہ اٹھے اس رویا کا ذکر کسو سے نکرو آیت ۱۰ اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا پھر فقیہہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ یسوع نے انہیں

جواب ہوا کہ الیاس البتہ پہلے آوے گا اور سب چیزوں کا بندوبست کرے گا۔
پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا
بلکہ جو چاہا اوس کے ساتھ کیا اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائیگا۔
تب شاگردوں نے سمجھا کہ اسنے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے۔

پھر باب ۱۱ آیت ۱۳ کیونکہ سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت
تک آگے کی خبر دی ہے ۱۴ اور الیاس جو آنے والا تھا یہی ہے۔ چاہو
تو قبول کرو جس کسی کے کان سننے کے ہوں سنے۔

ناظرین! جب اسی انجیل میں لکھا ہے کہ یوحنا (یحیٰی) نے الیاس ہونے کا
انکار کیا اور یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو جو اپنی نسبت علم ہوتا ہے۔ وہ دوسرے
کی نسبت نہیں ہوتا۔ من آنم کہ خود میدانم مثل مشہور ہے یحیٰی علیہ السلام
بھی نبی ہیں وہ بھی جھوٹ نہیں کہتے اور نبی کبھی اپنے آپ کو چھپاتا نہیں
مگر یحیٰی صاف انکار کرتے ہیں کہ میں الیاس نہیں ہوں دیکھو انجیل یوحنا باب ۱
ورس ۱۹ سے ۲۳ تک۔ یوحنا کی گواہی یہ تھی کہ جب یہودیوں نے یروشلم
سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس (یوحنا) سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔
اور اوس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب
انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو اور کون ہے۔ کیا تو الیاس ہے اس نے
کہا کہ میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں تب انہوں
نے اس سے کہا کہ تو کون ہے تاہم انہیں جنہوں نے اس کو بھیجا تھا۔ کوئی
جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ میں جیسا کہ یسعیاہ
نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں الخ۔

ظاہر ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام مرشد ہیں اور حضرت مسیح ان کے مرید

ہیں۔ مرید نے اپنے پیر کو ایلیاہ نبی بنانا چاہا۔ مگر مرشد نے اپنے مرید کی دلیل
و قیاس کو غلط قرار دیکر کہا کہ میں نہ ایلیاہ ہوں نہ مسیح ہوں اور نہ وہ نبی ہوں
بلکہ ایک پکارنے والے کی آواز ہوں جیسا کہ یشعیاہ نبی نے کہا تھا۔ کیا کوئی
تسلیم کر سکتا ہے کہ پیر کے کہنے کے مقابل مرید کا کہنا معتبر ہے ہرگز نہیں۔
اگر مرزا صاحب کا کوئی مرید یہ کہے کہ مرزا صاحب سلیمان ہیں اور مرزا صاحب
خود کہیں کہ میں سلیمان نہیں بیٹے ہوں تو کس کی بات قبول ہوگی۔ مرزا
صاحب کی پس اسی طرح یحییٰ کی بات قبول ہوگی اور مسیح کا کہنا ہرگز نہ
مانا جاوے گا۔ دوسری طرف قرآن نے سورہ مریم میں فرمایا یٰزکریّا انا نبشرک
بغلٰم اسمہ یحییٰ لم نجعل لہ من قبل سمیّا ترجمہ اے زکریا ہم تم کو ایک
لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام ہوگا یحییٰ (اور اس سے) پہلے ہم نے اس
نام کا کوئی آدمی پیدا نہیں کیا۔ اس نص قرآنی سے ثابت ہے کہ یحییٰ ایلیاہ ہرگز
نہ تھے کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس نام کا کوئی آدمی پہلے نہیں بھیجا
اگر یحییٰ ایلیاہ ہوتے تو خدا تعالےٰ لم نجعل لہ من قبل سمیّا نہ فرماتے پس حضرت
یحییٰ کا فرمانا درست ہے کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں اور انجیل میں جو یہ قول
حضرت مسیح کی طرف منسوب کیا ہے الحاقی ہے اور مرزا صاحب خود تسلیم
کرتے ہیں کہ مروجہ اناجیل محرف و مبدل ہیں۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ ایلیاہ
یحییٰ میں بروزی طور پر آیا تھا۔ اور اس کے رد میں ذیل کے دلائل واضح ہیں۔
اول۔ مسئلہ بروز خود باطل ہے کیونکہ جب ایلیاہ کی روح یحییٰ میں آئی
تو یہ تناسخ ہوا جو کہ بداہت باطل ہے بروز و تناسخ ایک ہی بات ہے
صرف لفظی متنازعہ ہے اور اسلامیہ مسئلہ نہیں۔
دوم۔ اگر کہو کہ روح نہیں جسم ایلیاہ یحییٰ میں تھا تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ

تداخل ہے۔ اور تداخل بھی مسئلہ تناسخ کی طرح باطل ہے۔

سوم۔ حکیم نورالدین صاحب ایلیاہ کے یحییٰ ہونے کا رد کرتے ہیں دیکھو فصل الخطاب صفحہ ۱۳۲ پر لکھتے ہیں یوحنا اصطباغی کا ایلیاہ ہونا بالکل جنم کی کے مسئلہ اواگون کے ہم معنے ہے۔ اور اب وہی صورت پیدا ہو گئی جو مسیح اور یحییٰ میں تھی۔ یعنے مرشد بالکا میں اختلاف یعنے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا آنا بروزی رنگ میں یحییٰ میں ہوا اور حکیم نورالدین صاحب کہتے ہیں کہ یہ آواگون کے ہم معنے ہے اور باطل ہے۔ جب مرشد کے مقابل بالکے کا کہنا معتبر ہے اور مسیح کا کہنا یحییٰ کے کہنے پر ترجیح رکھتا ہے تو حکیم نوردین کا کہنا مرزا صاحب کے کہنے پر ترجیح رکھتا ہے اور ثابت ہوا کہ ایلیاہ یحییٰ میں نہیں آیا۔

چہارم۔ جب ایلیاہ کو آسمان پر خدا نے اٹھا لیا تھا۔ جیسا کہ توراۃ باب سلاطین ۲ آیت یکم باب ۲ میں لکھا ہے اور جسم کے ساتھ اٹھایا گیا لکھا ہے دیکھو اصل عبارت۔ اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جاوے تو ایلیاہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا اور مسیح نے اپنے آنے کی خبر دی ہے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۴ آیت ۳۰ اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال سے آسمان سے بدلیوں پر آتے دیکھیں گے انجیل لوقا باب ۲۱ آیت ۲۷ اور تب ابن آدم کو بدلی میں قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے۔ سب انجیلوں کا اتفاق ہے کہ اصالتاً نزول مسیح ہو گا۔ پس جب انجیل میں ایلیاہ کا یحییٰ میں آنا مذکور ہے۔ اسی انجیل میں مسیح کا اصالتاً بجسد عنصری کے آسمان سے اترنا مذکور ہے۔ اور چونکہ اسی انجیل میں ایلیاہ کا یحییٰ میں ہونا غلط کہا گیا ہے یعنے یحییٰ کہتے ہیں کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں تو دو وجود

کی طرح ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰے بجسد عنصری آسمان سے نزول فرماوینگے اور اس مضمون انجیل کی قرآن شریف نے تصدیق بھی فرمائی ہے اور حدیث ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینزل اخی عیسٰے ابن مریم من السماء۔ ترجمہ:۔ ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میرے بھائی عیسٰے بن مریم آسمان سے اترینگے کنز العمال جلد صفحہ

اخی یعنے بھائی کا لفظ بتا رہا ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسٰے علیہ السلام نبی ناصری ہیں ان کے بغیر جو شخص حضرت مسیح موعود ہونے کا دعوٰے کرے جھوٹا ہے۔ امتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھائی نہیں ہو سکتا رسول کا بھائی وہی ہو سکتا ہے۔ جو خود رسول ہو اور امتی چونکہ رسول نہیں ہو سکتا وہ ہرگز بھائی بھی نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ نے بھی حضرت عیسٰے علیہ السلام کا دوبارہ آنا جو انجیل میں لکھا ہے۔ اسکی تصدیق فرمائی جب انجیل کی تصدیق قرآن و حدیث سے ہو جاوے تو پھر اس کے خدا کی طرف سے ہونے میں کچھ شک مومن کو نہیں رہتا جب عیسٰے کا دوبارہ آنا ہوا تو حضرت ایلیاہ کا یحیٰی میں ہونا غلط ہوا اور بروزی نزول باطل ٹھہرا۔

اب انجیل کی دوسری طرف آؤ اور دیکھو کہ انجیل تو قرآن کے برخلاف حضرت عیسٰے کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر رہی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ اسی طرح ڈاکے چور بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے طعنہ مارتے تھے۔ تب چھٹویں گھنٹہ سے لیکے نویں گھنٹہ تک کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنے اے میرے خدا تونے کیوں مجھے چھوڑ دیا ان میں سے بعضوں نے

جو وہاں کھڑے تھے سنکر کہا کہ وہ الیاس کو پکارتا ہے۔ وہیں اُن میں سے ایک دوڑ کر بادل لیا اور سرکہ میں بھگویا اور نرکٹ پر رکھکر اوسے چوسایا۔ باقیوں نے کہا رہ جا ہم دیکھیں الیاس اُسے بچانے آتا ہے کہ نہیں آیت ۵۰ اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی۔ انجیل متی باب ۲۷ آیات ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰:۔

اس انجیل سے ثابت ہے کہ مصلوب کی جان نکل گئی تھی اس چشم دید شہادت کے مقابل جو آسمانی کتاب میں ہے مرزا صاحب کی طبعزاد اپنے مطلب کی حکایت کہ مسیح کی صلیب پر جان نہ نکلی تھی اور بھاگ کر کشمیر جا کر فوت ہوا بالکل غلط ہے۔ بالفرض محال اگر انجیل لوقا باب ۲۳ آیات ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ اور چھٹویں گھنٹے کے قریب تھا کہ ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ اور نویں گھنٹے تک رہا اور سورج تاریک ہو گیا اور ہیکل کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا۔ اور یسوع نے بڑے آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں یہہ کہکے دم چھوڑ دیا اور صوبہ دار نے یہہ حال دیکھکر خدا کی تعریف کی۔ اس انجیل کے مضمون سے بھی ثابت ہے کہ مصلوب مر گیا تھا۔ اگر جان نہ نکلی اور کامل موت نہ آئی تو پھر آندھی کیوں آئی ہیکل کا پردہ کیوں پھٹا دنیا پر تاریکی کیوں چھا گئی خدا نے جو مسیح کا ماتم منایا تو ثابت ہوا کہ مسیح مر گیا تھا صلیب پر۔ انجیل یوحنا باب ۱۹۔ آیت ۳۰ پھر یسوع نے سرکہ چکھا تو یہہ پورا ہوا اور سر جھکا کے جان دی۔ اس انجیل سے بھی ثابت ہوا ہے کہ مصلوب مر گیا تھا۔ غرض انجیلوں کا اتفاق ہے کہ یسوع مصلوب مر کر پھر تیسرے دن زندہ کیا گیا۔ اور پھر اس کا رفع اسی جسم کے ساتھ ہوا جسکے ساتھ وہ شاگردوں کو ملا۔ اور روٹی اور مچھلی کھاتا ہوا اور شاگردوں کو دعا دیتا ہوا آسمان

پر اٹھایا گیا اور قیامت کے قریب پھر آوے گا۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۹-۲۰-۲۱
یہاں تمام عبارات کی نقل باعث طوالت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب یسوع کو صلیب
پر لٹکایا گیا تھا وہ تو صلیب پر مر گیا تھا۔ اور پھر تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر اٹھایا
گیا یہ تو عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ اور قرآن نے اسکی تردید کی ہے کہ مسیح ہرگز
صلیب نہیں دیا گیا اور نہ قتل کیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اسکو بال بال بچایا
اور پہلے اپنے قبضہ میں کر لیا تاکہ یہودی اسکی بے حرمتی نکریں اور نہ صلیب
کے عذاب اسکو دے سکیں چنانچہ وعدہ من الذین کفروا سے ثابت
ہے۔ یعنے اے عیسےٰ میں نے تم کو ان کافروں کی بری صحبت سے پاک کر دیا
اور پھر آسمان پر اٹھا لیا۔ مرزا صاحب نے قرآن سے انکار کر کے عیسائیوں کا
اعتقاد اختیار کیا اور صریح قرآن کی مخالفت کر کے مسیح کو صلیب پر لٹکایا کوڑے
پٹوائے اور تمام ذلت روا رکھی اور من گھڑت ڈھکوسلا نکالا کہ جان نہ نکلی تھی جان
کا نہ نکلنا کسی سند اور دلیل شرعی سے ثابت نہیں اناجیل کی چشم دید شہادت
کے مقابل مرزا صاحب کی کون سنتا ہے۔ مگر مسیح کی زندگی کے دونوں گروہ
یعنے عیسائی اور مسلمان معتقد ہیں۔ اور اسکے اصالتاً رفع اور نزول کے
قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسےٰ کو صلیب پر فوت
ہو جانیکے بعد پھر تیسرے دن زندہ ہو کر اٹھایا جانا کہتے ہیں۔ اور مسلمان
بالکل صلیب کے نزدیک تک حضرت عیسےٰ کو نہیں آنے دیتے اور نہ کسی
قسم کا عذاب اور ذلت اسکے واسطے وقوع میں آنا مانتے ہیں۔ اور ما قتلوہ
وما صلبوہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ما قتلوہ وما صلبوہ کی ترتیب لفظی بتا
رہی ہے کہ حضرت عیسےٰ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے۔ کیونکہ ما قتلوہ
پہلے ہے اور صلبوہ بعد میں ہے۔ اور تورات سے ثابت ہے کہ پہلے مار کر

قتل کر کے مقتول کی لاش لٹکاتے تھے جس سے مرزا صاحب کی ایجاد کرجان
ڈکلی بھی باطل ہے۔ غرض مسلمان مسیح کے مردہ ہونیکے بعد زندہ ہونے اور
مرفوع ہونیکے قایل ہیں۔ بس اہل کتاب کی شہادت سے مسیح کی حیات
ثابت ہے۔ کیونکہ انجیل میں صاف صاف لکھا ہے۔ اور ان سے کہا کہ یوں
ہی لکھا ہے۔ اور یوں ہی ضرور تھا کہ مسیح دکھ اٹھاوے۔ اور تیسرے دن مردوں
میں سے جی اٹھے پہلی شہادت آیت ۴۶ باب ۲۴ انجیل لوقا۔ دوسری
شہادت انجیل متی باب ۱۷ آیت ۲۲۔ جب وے جلیل میں پھرا کرتے
تھے یسوع نے انہیں کہا کہ ابن آدم لوگوں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائیگا۔ اور وے
اسے قتل کرینگے۔ پھر وہ تیسرے دن جی اٹھیگا۔ تب وے نہایت غمگین ہوئے
تیسری شہادت۔ انجیل باب ۱۶ آیت ۲۱ دکھ اٹھاؤں اور مارا جاؤں
اور تیسرے دن جی اٹھوں۔ چوتھی شہادت انجیل یوحنا باب ۲ آیت ۲۲
جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اوس کے شاگردوں کو یاد آیا۔ اب مرزا صاحب
کی خودغرضی دیکھیے کہ تمام مضمون انجیل کا تو مانتے ہیں مگر جی اٹھنا چونکہ ان کے
مسیح ہونیکا خارج ہے اور اصالتاً نزول ثابت کرتا ہے۔ اس واسطے اس سے
انکار کر کے پھر قرآن کی طرف آتے ہیں کہ قرآن مانع ہے۔ کہ طبعی مردے دوبارہ
آدیں اور نہ خدا تعالیٰ مردہ زندہ کرسکتا ہے۔ حالانکہ یہہ غلط ہے کیا خوب
عقلمندی اور انصاف ہے کہ خود ہی اہل کتاب کے فیصلہ کو قبول کرتے
ہیں۔ اور قرآن کی طرف سے منہہ موڑتے ہیں۔ یعنے جب قرآن کہتا ہے کہ
ما قتلوہ وما صلبوہ تو اس کے برخلاف مسیح کے قتل و صلیب کے قائل
ہو کر انجیل کی طرف آتے ہیں اور جب اسی انجیل میں مسیح کا زندہ ہونا دیکھتے
ہیں۔ تو قرآن کی طرف آتے ہیں یہ کونسا اسلام ہے ؎

چوں بوقلموں مباش ہر لحظہ برنگ   یا رومی روم باش یا زنگی زنگ

یا مسلمان رہ کر قرآن مجید کو مانیں یا عیسائی ہو کر انجیل عیسے کو مانیں اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو قرآن سے اپنے مطلب کی بات ملے اسوقت پیش کریں اور جب انجیل سے اپنا مطلب ملے تو انجیل پیش کریں اور اگر وہی انجیل اور قرآن فریق ثانی پیش کرے تو دونوں سے انکار کریں آپ نے خود فیصلہ اہل کتاب پر ڈالا ہے اور اہل کتاب کی کتاب سے حیات مسیح اور اصالتاً نزول ثابت ہے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر غلط ہے۔

قولہ تینتیسویں۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ ترجمہ:۔ یعنے اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں۔ اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جبتک فوت نہ ہو جاوے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن معراج کی حدیث سے جسکو بخاری نے بھی بسوط طور پر اپنے صحیح بخاری میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ لہذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا۔ الخ صفحہ ۶۱۸ ازالہ اوہام حصہ دوم

اقول۔ اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہے بوجوہات ذیل۔ اول غلط۔ یہ آیت قیامت کے بارے میں ہے نہ کہ حضرت

مسیح کے حق میں اور اس میں تمام نیکوکار اور مومنین جو کہ بعد میزان اعمال کے اور ذرہ
ذرہ نیکی و بدی کے حساب کے بعد جو لوگ نجات یافتہ ہوں گے۔ ان کے حق
میں یہ آیت ہے۔ نہ کہ یہ آیت مسیح کے حق میں۔ تاکہ وفات مسیح اس آیت
سے ثابت ہو۔ اس آیت کے اوپر کی آیات دوزخیوں کے حق میں ہے جیسا کہ
فیومئذ لا یعذب عذابه احد ولا یوثق وثاقه احد یعنے اس دن
خدا گنہگاروں کو ایسی سزا دیگا۔ کہ اس جیسی کسی نے سزا نہ دی ہوگی اور انکو
اس طرح جکڑے گا کہ اس جیسا کسی نے نہ جکڑا ہوگا۔ یہ تو دوزخیوں کے
حق میں خدا فرمائیگا۔ اور پھر نجات یافتہ اور بہشتیوں کے حق میں فرمائے گا۔ کہ تم
میرے مقبول بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میرے بہشت میں چلے جاؤ۔

مرزا صاحب نے مسیح کی وفات پر کس طرح اسکو دلیل گردانا۔ یہ تو قیامت
کو ہوگا۔ اور یوم تجمع الرسل کے دن ہوگا۔ کیا قیامت آگئی اور حساب کتاب
ہو چکا اور یوم الفصل گذر گیا ہے کہ مسیح کے حق میں یہ فیصلہ ہوا کہ فادخلی فی
عبادی وادخلی جنتی یعنے میرے بندو آؤ اور میرے بہشت میں داخل
ہو جا ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب مسیح کو بہشت میں قیامت سے پہلے
اور تمام سوال جواب سے پیشتر جو کہ مرزا صاحب کی مایہ ناز آیت فلما توفیتنی
میں ہویدا ہے ہی ہو گئے ہیں یعنے خدا نے مسیح سے دریافت کر لیا ہے کہ
تم نے کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو معبود اور اللہ پکڑو اور کیا حضرت مسیح
نے فلما توفیتنی کا جواب دے دیا ہے ہرگز نہیں۔ تو پھر کسقدر دھوکہ دہی
ہے کہ اس آیت کو جس کا وقوع قیامت کے دن ہونے والا ہے مسیح کی
فرضی اور زعمی وفات پر دلیل سمجھی جاوے۔ اگر یہ آیت مسیح کے متعلق
سمجھی جاوے تو اس سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ابھی

تک قیامت آئی اور نہ مسیح کو فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کہا گیا جو موت کے مستلزم ہے۔ تو مسیح زندہ ہے۔ کیونکہ ابھی خدا نے مسیح کو نہیں کہا اور نہ قیامت آئی جب قیامت آئے گی تب مسیح کو کہا جاوے گا۔ اور تب ہی مسیح فوت بھی ہوگا۔ کیونکہ مرزا صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ جبتک انسان مر نہ جاوے تب تک وہ خالص بندوں میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہہ قاعدہ من گھڑت جو مرزا صاحب نے بنایا ہے اسی سے حیات مسیح ثابت کیونکہ قیامت آنے والی ہے نہ کہ آ چکی ہے۔ اور یہ آیت بھی قیامت کو صادق کی جاویگی اور جو لوگ نجات یافتہ لوگ اس کے مخاطب ہوں گے نہ کہ صرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام :۔

دوم :۔ مرزا صاحب نے اپنی عادت کے موافق اس آیت میں بھی تحریف کی ہے یعنے اپنے پاس سے عبارت ملائی ہے۔ جو الحاد و کفر ہے اور انکی اپنی تحریر کے رو سے یہودیت ہے اسقدر عبارت مرزا صاحب نے غریب ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے واسطے اپنے پاس سے لگائی ہے۔ کہ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں۔ یہ فقرہ جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اپنے پاس سے لگا لیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب روز جزا و سزا و قیامت کے منکر ہیں۔ صرف مرنے کے وقت وہ ساتھ ہی سب حساب کتاب ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اسیوقت نجات یافتہ مردے کو نجات یافتہ لوگوں میں اور بہشت میں داخل کر دیتا ہے۔ اور دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال ڈال دیتا ہے۔ اور نہ کوئی قیامت ہے اور نہ میزان اور نہ پل صراط وغیرہ اور یہہ ج فاسد عقیدہ ہے کہ روز قیامت سے انکار ہو۔ جب مسیح فوت ہونے کے ساتھ ہی خدا کے حضور میں پیش ہو گیا اور بقول مرزا صاحب فادخلی فی عبادی

کا ہم قبل از قیامت اسکو مل گیا تو قیامت کا انکار لازم آیا کیونکہ یہ آیت تو بتاتی ہے کہ یہ باتیں قیامت کو ہونیوالی ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسیح کے مرنے کے ساتھ ہی ہو گئیں تو قیامت سے انکار نہیں تو اور کیا ہے اللہ رحم کرے خود رائی اور خود غرضی سے انسان کہاں کا کہاں ہو جاتا ہے:۔

سوم:۔ معراج والی حدیث کا حوالہ دیکر خود ہی قابو آگئے ہیں۔ کیونکہ معراج والی حدیث تو ظاہر کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیا علیہم السلام کے امام بنے اور سب انبیاء علیہم السلام نے آپکی اقتدا کی اور نماز ادا کی جس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح مردہ نبیوں میں نہ دیکھے گئے بلکہ زندہ نبیوں میں داخل ہو کر نماز جماعت میں شامل ہوئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زندہ تھے اور مرزا صاحب کے من گھڑت قاعدہ سے جب زندہ مردوں میں داخل نہیں ہو سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو کر فوت شدہ کے نبیوں کے امام نہیں ہوں گے اور نہ جماعت کرائی ہوگی یا تمام انبیاء زندہ ہو گئے ہوں گے رسول اللہ کا فوت ہو کر جماعت کرانا تو ناممکن ہے کیونکہ مردہ کا اس دنیا میں دوبارہ آنا قرآن کے برخلاف خود کہتے ہو اور نیز مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ طبعی مردے کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آتے اور رسول واپس آئے تو ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے مردہ نہ تھے۔ بلکہ دوسرے سب انبیاء علیہم السلام بھی زندہ کئے گئے تھے اور یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے۔

نواب مولوی محمد قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی مظاہر حق جو شرح مشکوٰۃ شریف کی ہے اس کے صفحہ ۹۶۲ جلد چہارم میں لکھتے ہیں ومنہ

یہ بھی موید ہے اس کا کہ انبیاء وقت نماز کے بیت المقدس میں ساتھ بدنوں اور ارواحوں کے تھے۔ کیونکہ حقیقت نماز کی یہی ہے کہ کرنا افعال مختلفہ کا ہوتا ہے

ساتھ اعضائے کے نہ کہ صرف ارواح کے یعنی صرف روح نماز نہیں پڑھ سکتا:-

پھر آگے صفحہ ۱۷۵ پر بعد ترجمہ پس آیا وقت نماز کا پس امام ہوا میں ان کا یعنی انبیاء کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں امام ہوا اور سب انبیاء میرے پیچھے کھڑے ہوئے نواب صاحب مولوی قطب الدین خاں صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے پہلے ہی سے مرزا صاحب کے اعتراض کا جواب دیدیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ جہان تو دار تکلیف بھی نہیں نماز اس میں کیوں ہو یعنے وہ زندہ نہیں تو تکلیف نماز کیوں ہو جواب اس کا یہ ہے کہ انبیاء صلوات اللہ وسلام علیہم زندہ ہیں ساتھ حیات حقیقی دنیاوی کے اور چونکہ زندہ ہیں شائد کہ تکلیف بھی ہو اور یہ بھی ہے کہ اس جہان میں وجوب رفع کیا گیا ہے نہ وجود اس کا اور ان انبیاء نے یہاں حضرت کے ساتھ نماز پڑھی اور بعد اس کے ان کو آسمان پر لے گئے حضرت کے استقبال اور تعظیم کے لئے یا ان کے ارواحوں کو آسمان میں متشکل کیا۔ مگر عیسےٰ اور ادریس کہ وہ ساتھ بدنوں کے آسمان پر ہیں۔ دیکھو مظاہر حق صفحہ ۱۷۰ جلد چہارم مطبوعہ نول کشور پریس:-

اب حوالہ مشکوٰۃ کی شرح سے ثابت ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام زندہ کر کے خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے اور نماز پڑھوائی جو کہ دلیل ہے اثبات کی کہ نبیوں کے جسم و روح دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ورنہ صرف روح کا تو کوئی حلیہ ظاہر ہو سکتا ہے اور نہ روح نماز پڑھتا دیکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ روح کا وجود محسوس اور خارج نہیں ہوتا کیونکہ یحیی و میت خدا تعالےٰ کی صفت ہے اور صفت اپنے موصوف کی کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے چنانچہ خدا تعالےٰ اکثر اپنے خاص بندوں کی

فضیلت عوام پر جتانیکو اسیطے وقتاً فوقتاً مردے زندہ کرتا رہا ہے تاکہ یقین ہو سکے کہ خدا تعالےٰ قیامت کو سب انسانوں کو زندہ کرکے حساب لیگا اور سزا و جزا دیگا۔ حضرت عزیز کو سو برس تک مردہ کرکے پھر زندہ کیا۔ بنی اسرائیل نے جو خون کیا تھا۔ اور قاتل کا پتہ نہ لگتا تھا۔ وہ مردہ زندہ کرکے خدا تعالےٰ نے قاتل پکڑوا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جانور ذبح کئے ہوئے زندہ کر دکھائے تاکہ اس کے دل کی اطمینان ہو اور وہ لوگوں کو یقین دلا دے کہ قیامت برحق ہے۔ اور خدا تعالےٰ مردے زندہ کرسکتا ہے۔ یہ تمام مضامین قرآن شریف میں ہیں مرزا صاحب نے جو آیت پیش کی ہے وہ قیامت کے بارہ میں ہے کہ کفار اسوقت خواہش کرینگے کہ ہمکو دوبارہ دنیا میں کسی کو نہیں بھیجتے یہہ کہاں سے نکلتا ہے کہ جب خدا تعالےٰ خاص وقت میں اپنی قدرت نمائی کرکے مردہ زندہ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا ایسے فاسد عقیدہ سے تو قیامت کا انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالےٰ ایک مردہ زندہ نہیں کرسکتا ہے۔ تو کروڑوں بیشمار انسانوں کو کس طرح قبروں سے زندہ اٹھا کر حساب لے سکتا ہے۔ جب خدا مردہ زندہ کرنیسے عاجز ہے۔ تو یوم القیامت سے بھی عاجز ہے۔ ایسا فاسد عقیدہ کسی مسلمان کا ہرگز نہیں ہوسکتا اور انہ لعلم الساعۃ نص قرآنی سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسطرح ہم مسیح کے زندہ کرنے پر قادر ہیں اسیطرح ہم قیامت کے دن تم سبکو زندہ کرنے پر قادر ہیں جب انجیل اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ کا رفع جسمانی بحالت زندگی ہوا اور زندہ ہی اصالتاً قرب قیامت میں نازل ہوگا۔ تو پھر مسلمان ہوکر انکار کے کیا معنے کیا یہ عقلمندی ہے۔ جس سے مرزا صاحب کا استدلال غلط ہوا کہ چونکہ فوت شدہ نبیوں میں حضرت مسیح دیکھے گئے اسلئے وہ بھی فوت شدہ ہونگے کیونکہ ثابت ہوا کہ اسوقت تمام نبی زندہ تھے۔

چہارم۔ یہ واقعات کے بھی برخلاف ہے۔ کیونکہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان
مردہ انسانوں کو بحالت زندگی خواب میں دیکھتے ہیں۔ کئی ایک مردہ بزرگوں کی زیارت
سے مشرف ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ مردوں کو دعوت کی مجلسوں میں دیکھتے ہیں
حالانکہ دیکھنے والے زندہ ہوتے ہیں اور جو دیکھے جاتے ہیں وہ زندہ بھی ہوتے
ہیں اور مردہ بھی ہوتے ہیں۔ جس سے مرزا صاحب کا من گھڑت قاعدہ غلط ثابت
ہوتا ہے کہ مردوں میں اگر زندہ دیکھا جاوے تو وہ وفات شدہ ہوتا ہے۔

پنجم۔ مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ معراج والی حدیث میں حضرت خلاصہ
موجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات شدہ انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور ان سے
ملاقات اور بات چیت ہوئی۔ حالانکہ خود حضور علیہ السلام زندہ تھے۔ جس سے مرزا
کا یہ فرمانا بالکل غلط ثابت ہوا کہ فوت شدہ دنیا میں اگر عیسیٰ دیکھے گئے تو وہ بھی فوت
شدہ تھے۔ کیونکہ نظیر موجود ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت شدہ نبیوں
کو دیکھا اور خود زندہ تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ خود زندہ تھے۔ اور فوت شدہ
نبیوں میں اگر دیکھے گئے تو ان کا فوت ہونا لازم نہیں آتا۔ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کا فوت ہونا لازم نہیں آتا پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ: چوبیسویں آیت یہ ہے اللّٰہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم
ثم یحییکم پارہ ۲۱ سورۃ الروم۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت
یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں پہلے وہ پیدا کیا
جاتا ہے پھر تکمیل اور ترتیب کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اسکو
ملتا ہے۔ پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ
ان کلمات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کے رو سے مسیح کے واقعات خاصہ
باہر رکھے گئے ہوں۔ حالانکہ قرآن کریم اول سے آخر تک یہ التزام رہا ہے۔ کہ

اگر کسی واقعہ کے ذکر کرنے کے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور اس قاعدہ کلیہ سے اسکو باہر نکال لیتا ہے۔ یا اُسکے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے ص ۶۱۸ ازالہ اوہام۔

اقول،۔ مرزا صاحب نے لفظ قانون قدرت تو دہریوں اور نیچریوں سے سیکھ لیا مگر اس کا درست استعمال نہ سیکھا بے محل قانون قدرت کی مٹی خراب کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ جن لوگوں نے لفظ قانون قدرت وضع کیا ہے انہوں نے ساتھ ہی تو اور دشوار کا ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کلیہ کسی قانون نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ قانون تو رت و فطرت ہی ہے کہ انسان عورت و مرد کے جفت ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ گو لفظ قرانی سے ثابت ہے کہ حضرت آدم اور حوا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام اس قانون فطرت سے باہر ہیں۔ تاریخ چین مصنفہ مسٹر جنس گارن مطبوعہ ۱۸۶۵ء عیسوی جلد ۲ دفتر اول باب ۱۲ صفحہ ۲۶۵ میں لکھا ہے کہ ایک عورت کو آفتاب کے وسیلہ سے ۳ لڑکے پیدا ہوئے جس کا نام بو کم کتاکس اور باسکن سالجی اور بور بحر تہا ان سب کا نام نورانیوں ہوا ہے عہد جدید عبرانیوں باب ۷ آیت ۳ (ملک صدق) یہ بے باپ و بے ماں بے نسب نامہ جسکے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی آخر مگر خدا کے بیٹے کے مشابہ۔

سیتا جی کا بغیر باپ پیدا ہونا ہندوؤں کا عقیدہ ہے:۔

مغلوں کی تاریخ میں لکھا ہے۔ اصل عبارت نقل کرتا ہوں۔ تاکہ مغلوں اور مرزائیوں پر حجت ہو کیونکہ مرزا صاحب ذات کے مغل تھے۔ ایک دن حسب معمول دربار میں بیٹھی ہوئی۔ اجلاس کر رہے تھے امرا وزرا و دیگر اہل مقدمات دربار میں حاضر تھے۔ کہ حضرت آلان قوا نے جمیع اشخاص کو مخاطب کر کے

فرمایا کہ آج رات گذشتہ کو میں محل شاہی کے دالان کلاں میں سوئی ہوئی تھی
کہ دفعتاً نورالٰہی میرے کمرے کے اندر داخل ہوا اور میرے پلنگ پر چھا گیا اور
میرے مونہہ کے راستے میرے پیٹ میں داخل ہو گیا میں اس نورالٰہی سے
حاملہ ہو گئی ہوں۔ آگے لکھا ہے کہ اسکو تین بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام
بوقون۔ دوسرے کا نام بوسقین سالجی تیسرے کا نام موتغان تھا۔ دیکھو مغلیہ
گزٹ لاہور جون ۱۹۱۹ء صفحہ ۸ کے آخیر۔

افسوس مرزا صاحب دوسروں کے واسطے تو قانون قدرت پیش کرتے
ہیں۔ اور اپنے ذاتیات کے لئے سب قانون قدرت بھول جایا کرتے ہیں۔
مرزائی تمام ملکر مرزا صاحب کا الہام سچا کریں اور قانون قدرت سے بتا دیں کہ مرد کو
کبھی حیض آتا ہے۔ یا یہ مرزا صاحب کی خصوصیت تھی۔ دیکھو الہام مرزا صاحب
مندرجہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳ یریدون ان یروا طمثک۔ ترجمہ مرزا
صاحب بابو الٰہی بخش جانتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ اب مرزا صاحب
اپنے فرمانیکے مطابق مردوں کے گروہ سے مستثنا کئے گئے یا یہ الہام
غلط ہے اگر مرزا صاحب کو حیض آتا تھا۔ تو یہ قانون قدرت کے برخلاف
ہے اور اگر حیض نہیں آتا تھا تو الہام شیطانی ہے۔ افسوس مرزا صاحب
کی عجب حالت تھی۔ ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام
کے ساتھ جو معاملات کرتا ہے وہ خاص ہوتے ہیں۔ اور وہ معاملات
عوام سے نہیں کرتا جب عوام سے وہ معاملات نہیں کرتا تو قانون کا
کلیہ ہونا باطل ہے۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی لکھی جاتی ہے ہے وہو ہذا
دنیا بے خبر ہے۔ اور اُن سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں۔
جو دوسرے سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق

اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا۔ اسلئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اسکی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اسکے لئے سرد کر دیا۔ اور جب ایک بدکردار بادشاہ اُن کی بیوی سے بد ارادہ رکھتا تھا تو خدا نے اسکے اُن ہاتھوں پر بلا نازل کی جن کے ذریعہ سے وہ اپنے پلید ارادہ کو پورا کرنا چاہتا تھا الخ صفحہ ۵۰ حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا صاحب اب بتاؤ مرزا صاحب کا قانون قدرت کہاں گیا آگ کس طرح سرد ہو گئی۔ کیا اس وقت خدا کو قانون قدرت بھول گیا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ آگ کی فطرت جلانے کی کیوں جاتی رہی بلکہ اس کو سرد کرنے کی طاقت اس میں کہاں سے آگئی اور قانون قدرت کہاں دھرا رہا۔ پس قبول کرنا پڑیگا کہ کلیہ ہرگز نہیں بلکہ وہ خدا قادر مطلق جو چاہے کر سکتا ہے۔ پس دیندار ہوکر قانون قدرت اور فلسفی دلائل پیش کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔ افسوس مرزا صاحب کے ذہن میں جو آتا ہے وہ اسکو وحی الہی سمجھکر کلیہ اور قانون بنا لیتے ہیں اور اس کے جھوٹے ہونے پر انکو پشیمان ہونا پڑتا ہے اسی آیت میں دیکھو مرزا صاحب نے کسقدر غلطی کھائی ہے کہ فتربصتم کے معنے تمہاری موت ہو جاتی کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہیں۔ اس آیت میں مشکل چار واقعات ہیں پہلے پیدا ہونا گیا اسمیں کلیہ ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ آدم اور حوا اور مسیح وغیرہم باہر ہیں دوسرا ان فقمہ و کے مخاطب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہیں اور مسیح چھ سو برس پہلے پیدا ہوئے تو وہ اس قانون مرزا صاحب پہلے ہی باہر ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے پیدا ہوئے اور قرآن شریف بعد میں نازل ہوا۔

تیسرا۔ یہ دونوں ماضی کے صیغے ہیں اور متکلم اور یسکلہ مضارع

کے معنے ہیں جو کہ صاف صاف دلیل اس بات کی ہیں پیدا ہونے اور رزق ملنے کے بعد فوت ہونا ہوگا۔ اور پھر زندہ ہونا ہوگا۔ ماضی کے معنے تو یہ ہیں کہ مرزا صاحب مسیح کو مار چکے ہمیشگی کے معنے ہیں اپنی مرضی سے جب چاہیگا آئیگا۔ مارا گیا مرزا صاحب نے جو سمجھ لیا بالکل غلط ہے۔ اور خدا تعالے مسیح کو بھی بعد نزول ماریگا مسلمان اس کا جنازہ پڑھینگے اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ خدا مسیح کو ماریگا جھگڑا تو اس بات میں ہے۔ کہ ابتک نہیں مرا اور قرآن کی اس آیت سے بھی حیات ہی ثابت ہے کہ قرآن کے نازل ہونے تک اگر مسیح اس قانون میں شامل ہو کر نہیں مرا۔ ورنہ ماضی کا صیغہ ہوتا کیوں کہ ہمیشگی ہے۔ جس کے معنے ہیں مارے گا۔

چوتھا امر یہ کلیہ مرزا صاحب نے جو بیان کیا کہ قرآن کریم میں یہ التزام ہے کہ اگر کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فوراً اس قاعدہ کلیہ سے اسکو باہر نکال دیتا ہے۔ بالکل غلط اور خلاف قرآن ہے۔ خدا تعالے قانون فطرت بتاتا ہے خلق الانسان من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب یعنے انسان پانی یعنے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جو کہ سینہ اور پشت کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ گو ذکر قانون فطرت تو یہ تھا۔ دیکھو قرآن شریف اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝

یعنے پہلے نطفہ ہوتا ہے اور پھر علقہ پھر انسان پیدا ہوتا ہے۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مسیح اس قانون سے باہر تھا۔ اور بغیر نطفہ باپ کے کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ مگر خدا نے مسیح اور آدم و حوا کو مستثنے نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا من گھڑت کلیہ غلط ہے۔ مرزا دوسری آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ: چھبیسویں آیت یہ ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ سورہ الرحمٰن پارہ ۲۷۔ یعنے ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے۔ اور زمین سے نکلتی ہے۔ وہ معرض فناہ میں ہے۔ یعنے ومبدم فناہ کی طرف میل کر رہی ہے۔ مطلب یہہ کہ ہر ایک جسم خاکی کو نابود ہونیکی طرف ایک حرکت ہے۔ اور کوئی وقت خالی نہیں وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بوڑھا اور پھر اس کو قبر میں ڈال دیتی ہے۔ اور اس قانون سے کوئی باہر نہیں۔ خدا تعالےٰ نے فان کا لفظ اختیار کیا۔ یعنی نہیں کہا تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یک دفعہ واقعہ ہوگی بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے۔ لیکن ہمارے مولوی یہہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جسمیں بموجب نص صریح کے ہر دم فنا کام کر رہی ہے۔ بلا تغیر و تبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اسپر اثر نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا اے حضرات مولوی صاحبان کہاں گئی تمہاری توجہ اور کہاں گئے وہ تمہارے لمبے چوڑے دعوے اطاعت قرآن کریم کے۔

الجواب:۔ اس آیت سے بھی مسیح کی وفات ہرگز مفہوم نہیں۔ یہہ آیت تو خدا تعالیٰ کی ذات کی نسبت ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا تمام چیزیں فنا ہونیوالی ہیں۔ یہاں وفات مسیح کا کیا ذکر بیشک تمام چیزیں فناہ ہونیوالی ہیں۔ یہہ کہاں لکھا ہے کہ تمام چیزیں فناہ ہو گئی ہیں۔ فناہ دو قسم سے مانی جاتی ہے۔ ایک فناہ الفعل اور دوسری فناہ بالقوا یہہ ذکر فنا بالقوا کا ہے یعنے سب چیزیں فنا ہونیوالی ہیں

اس آئت سے سمجھنا کہ سب کچھ ہو گیا ہے۔ اور مسیح بھی فوت ہو گیا ہے جہالت ہے
ذرا غور اور انصاف سے کہو کہ اگر کوئی شخص یہی آیت پڑھ کر کہدے کہ دنیا
فنا ہو گئی ہے۔ اور ہم تم سب اسی قانون کے ماتحت ہیں اس لئے ہم تم
بھی فوت شدہ ہیں۔ تو کوئی شخص اس جاہل کی بات قبول کر سکتا ہے
ہرگز نہیں ایسا ہی مرزا صاحب کی یہہ بات کوئی قبول نہیں کر سکتا کہ چونکہ
کل من علیھا فان۔ قرآن شریف میں آیا ہے اسلئے مسیح کو بھی فوت شدہ
مان لو اگر کوئی شخص میاں صاحب قادیانی یا مولوی محمد علی صاحب لاہوری
کو یہہ آیت سنا کر کہے کہ حضرت آپ تو فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ کل من علیھا
فان قرآن میں آیا ہے۔ تو کیا سب مرزائی مان لیں گے ہرگز نہیں تو پھر
مرزا صاحب کی یہہ دلیل کسطرح مانی جا سکتی ہے۔ دوم مرزا صاحب
فرماتے ہیں کہ حال کے مولوی یہہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی جسم
کے ساتھ آسمان پر بیٹھا ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی الہامی عبارت کے برخلاف
ہے۔ جو آپنے اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں لکھی ہے دیکھو ہذا
اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے تو
ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جاویگا۔ براہین
احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ مصنفہ مرزا صاحب:۔

یہہ عقیدہ ایسا اجماعی تھا کہ پہلے مرزا صاحب بھی اسی عقیدہ پر تھے۔ بلکہ
مرزائی خدا نے بھی مرزا صاحب کو اطلاع نہ دی۔ مگر اب مرزا صاحب تمام
صحابہ کرام و علمائے عظام و صوفیا اور اولیاء امت کو چھوڑ صرف حال کے
مولویوں کو الزام دیتے ہیں کہ یہی مولوی مسیح کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں۔
دوسری امت نہیں مانتی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ

کرام و اولیاء کے امت اسی پر تھی۔ جیسا کہ مینے رسالہ تائید الاسلام بابت ماہ اگست دسمبر ۱۹۱۹ء میں اجماع امت ثابت کیا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ کے ہر ایک طبقہ کا نام اور نام کتاب لکھا ہے۔ جسمیں انہوں نے جسمی رفع و نزول مسیح لکھا ہے۔ مگر مرزا صاحب کی راستبازی یہہ ہے کہ صرف حال کے علماء کو الزام دیتے ہیں۔ سوم کہتے ہیں کہ یہی علماء کی توحید ہے افسوس مرزا صاحب کی عیاری قابل داد ہے کہ خود شرک کریں اور اپنی کتاب البریہ کے صفحہ ۷۵ پر لکھیں کہ مینے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور کہا کہ وہی ہوں سبحان اللہ یہہ مرزائی توحید ہے کہ عاجز انسان خدا بنتا ہے۔ مگر عیاری یہہ ہے۔ دوسرے علماء کو کہتے ہیں کہ وہ شرک کرتے ہیں کیوں خود خدا جو ہوئے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں خود مرزا صاحب خدا کے لئے خدا کی اولاد بنیں تو موحد خدا کے نطفہ سے اپنے آپ پیدا شدہ بتاویں تو موحد اور مولوی صاحبان صرف حضرت عیسیٰ کو دراز عمر دین اور آسمان پر نصوص شرعی کے مطابق تسلیم کریں تو مشرک افسوس۔ پس آیت سے بہی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ وفات مسیح بالفعل ثابت کرنی تھی۔ جو نہدی بالقوار فنا کا تو ہر ایک مسلمان قایل ہے ہے۔ کلام تو صرف اسمیں ہے کہ مسیح ابھی تک نہیں مرا جیسا کہ حدیثوں کے الفاظ لم یموت ولم یمت ظاہر کر رہے ہیں اور یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی آیت وان من اہل کتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کے مطابق فرمایا قرآن و حدیث سے جو امر ثابت ہو اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہو اسکو شرک ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

کہہ سکتے:-

قولہ: چھبیسویں آیت اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ پ ۲۷ الجزء ۲۷ سورۃ القمر۔ یعنے متقی لوگ جو خدا تعالےٰ سے ڈر کر ہر قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونیکے بعد جنات اور نہروں میں ہیں صدق کی نشست گاہ میں با اقتدار بادشاہ کے ساتھ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ نے ادخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنے خدا تعالےٰ کے پاس پونچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے الخ

اقول۔ یہہ آیت بھی قیامت کے بارے میں ہے اور یہ کون کہتا ہی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جنت میں داخل ہوگئے ہیں۔ جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دوسرے آسمان پر دیکھا تو پھر مرزا صاحب کا کسقدر بہتان ہے کہ جنت کے دخول کے واسطے موت کا لازم ہونا کہتے ہیں مسلمان کا مذہب ہے جب حدیث سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کا دروازہ کھولینگے۔ تو پھر حضرت بہشت میں کیسے داخل ہوئے مرزا صاحب کا قاعدہ تھا۔ خود ہی اپنے پاس سے ایک بات بنا لیتے اور خود بموجب بنائے فاسد علی الفاسد جھوٹھ پر جھوٹھ بولتے جاتے کوئی بتا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ بہشت میں داخل ہیں جسکے واسطے مرزا صاحب موت کا ہونا ضروری بتلاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے معنے کرنے میں تحریف معنوی کی ہے۔ جو کہ بقول ادن کے الحاد ہے۔ کوئی مرزائی بتادے کہ ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونیکے بعد۔ یہہ قرآن مجید کے

کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ جب قرآن میں یہ الفاظ نہیں اور مرزا صاحب نے اپنے
پاس سے یہ الفاظ بڑھائے تو تحریف ہوئی جس کو مرزا صاحب خود نشان الحاد و یہودیت
سے کہتے ہیں اور لعنت کا مورد جانتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کی اس کارروائی سے
معلوم ہوا کہ اس کا فتویٰ دوسروں کے واسطے ہے۔ خود جو چاہیں کریں اسی
واسطے قرآن میں اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ ایک آیت بڑھائی نہ صرف
بڑھائی بلکہ کشفی حالت میں قرآن میں لکھی ہوئی بھی دیکھ لی پھر ایسے کشف
کو خدائی کشف کہتے ہوئے خدا کا خوف نہیں جب وہ کشف جس میں قرآن میں
تحریف ہو اور ایک آیت زیادہ کی جاوے شیطانی کشف نہیں تو خدا کے واسطے
کوئی مرزائی بتا دے کہ شیطانی کشف کی کیا علامت ہے تا کہ رحمانی اور
شیطانی کشف میں فرق ہو پس اس آیت سے بھی وفات مسیح پر استدلال
غلط ہے۔ کیونکہ اس سے ہرگز ہرگز ثابت بلکہ اشارہ تک نہیں کہ مسیح بہشت
میں داخل ہوا۔ جسکو بعد موت داخل ہونا تھا۔ بلکہ یہ تو عام وعدہ خداوندی
ہے کہ متقی پرہیزگار لوگ بہشت میں داخل ہوں گے قیامت کے حساب
کتاب کے بعد:۔

۲۷
ستائیسویں آیت یہ ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ ۔ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَھَا یعنے جو لوگ جنتی ہیں
اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے۔ وہ دوزخ سے دور کئے
گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں۔ اس آیت سے مراد حضرت
عزیر اور حضرت مسیح ہیں اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے
ثابت ہوتا ہے جس سے انکی موت ہی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔
اقول۔ جب تک حضرت مسیح کا بہشت میں داخل ہونا کسی مسلمان

کی کتاب سے یا انجیل سے نہ دکھا دیں یہہ بار بار کہنا کہ بہشتی ہونے کیلئے
وفات لازم ہے۔ بالکل غلط ہے۔ جبکہ قیامت کے حساب کے پہلے کوئی
بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا تو مسیح کا بہشت میں داخل ہونا اور وفات
کا لازم ہونا ابلہ فریبی ہے۔ دوم جب مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ جو
بہشت میں داخل ہو جاوے وہ اس سے کبھی خارج نہیں ہوتا تو پھر
شب معراج حضرت مسیح دوسرے آسمان پر جو دیکھے گئے اور دیکھنے
والا مخبر صادق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت
عیسٰی علیہ السلام بہشت میں ہرگز داخل نہیں ہوئے۔ جب بہشت میں
داخل نہیں ہوئے تو یہہ قیاس مرزا صاحب بالکل غلط ہے کہ وفات مسیح
وقوع میں آگئی بڑا افسوس ہے کہ مرزا صاحب ایک لازم ہونے اور واقع
ہونے کا فرق نہیں کرتے اور یہ عمداً کرتے ہیں ورنہ اتنے بڑے عالم کی
شان سے بعید ہے کہ وہ اتنا نہ سمجھے کہ دعوے تو وفات مسیح کے واقعہ
ہونے کا ہے۔ اور دلیل پیش کرتے ہیں وفات مسیح کے لازم ہونیکی
اس سے کسکو انکار ہے کہ عیسٰی علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہینگے انکو
دھوکہ دہی مامور من اللہ ہونے کے مدعی کی شان سے بعید ہے یہہ آیت
تو قیامت کے بارے میں ہے اگر یہہ تسلیم کرلیں کہ انسان مرنے کے
ساتھ ہی بہشت میں چلا جاتا ہے تو یہہ بھی ماننا پڑے گا کہ دوسرے گنہگار
مرنے کے ساتھ ہی دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں تو پھر قیامت کا
آنا اور حساب و اعمال کا وزن اور جزا سزا کا ملنا ہر روز قیامت سب غلط
ہے۔ اور صرف قیاسی غلط نہیں ہوتا بلکہ مرزا صاحب کا اپنا تمام کھیل
بگڑتا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب جب یہہ کہتے ہیں کہ مرنے کے ساتھ ہی

نیکوکار بہشت میں اور بدکار دوزخ میں داخل کیا جاتا ہے تو اس سے
دو فتور لازم آتے ہیں۔ پہلا فتور یہ ہے کہ سب نیکوکاروں کو جو بہشت
ہے یا زمین پر ہوگا یا آسمان پر زمین پر بہشت تو بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ
آجکل کے علوم کی روشنی نے کل حالات زمین کے بتادئے ہیں۔
دوسرا فتور یہ ہے۔ کہ آسمان پر بہشت ہو تو انسانوں کا جسد عنصری
آسمان پر جانا ثابت ہوگا۔ جو مرزا صاحب کے کل مشن کی بنیاد ہلا دیتا
ہے۔ اگر کوئی جلد مرزائی کہے کہ بہشت دوزخ میں صرف روح داخل
ہوگی یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ روحانی جزا و سزا تو بذریعہ تناسخ ہوتی ہے
اور تناسخ خود باطل ہے۔ کیونکہ یہ بے انصافی ہے کہ گناہ تو کرے روح
اور جسم دونوں اور سزا ملے صرف ایک کو یعنے روح کو ایسا ہی نیک
کام تو کریں روح اور جسم مگر اور بہشت میں داخل ہو صرف روح
اور جسم جسکے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اسکو کوئی جزا سزا نہ ملے
اس میں نہایت ظلم خداوندی ثابت ہوگا۔ اور یہ فاسد عقیدہ
ہوگا کہ ظلم کی نسبت خدا کی طرف نہایت خطا ہے۔ پس نہ حضرت
عیسٰے علیہ السلام بہشت میں داخل ہوے اور نہ انکا فوت ہونا اس آئت
سے ثابت ہوا۔ لہذا اس آئت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ۔ اٹھائیسویں آئت این ما تکونوا یدرککم الموت ولو
کنتم فی بروج مشیدہ پ۵ جزو۵ یعنے جس جگہ تم ہو اسی جگہ تمہیں
موت پکڑے گی اگرچہ تم بڑے مستحکم برجوں میں بود باش اختیار
کرو اس آئت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت
مرگ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں الخ صہ ۶۲۲

اقول اس آئت سے لزوم موت ثابت ہوتا ہے۔ نہ وقوع موت یعنے موت مسیح پر وارد ہوگئی ہے۔ اس میں نہیں لکھا بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ جہاں کہیں تم رہو تم کو موت وقت معینہ پر آجائیگی سو اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں رسول اللہ کی احادیث کئی دفعہ پیش ہوچکی ہیں کہ حضرت عیسٰے بعد نزول فوت ہوں گے۔ اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھینگے اور وہ مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ اور اسیواسطے ایک قبر کی جگہ مقبرہ رسول اللہ میں خالی ہے۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ عیسٰے فوت ہوگئے۔ موت وارد ہونا اور ہے اور موت کا لازم ہونا اور ہے۔ پس اس آئت سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اگر کوئی جاہل کہدے کہ خواجہ کمال الدین صاحب فوت ہوگئے اور یہی آئت بطور ثبوت پیش کرے کہ چونکہ ان کے لئے موت لازمی امر ہے۔ لہذا وہ مر گئے ہیں۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے جہاں کہیں کوئی رہتا ہو اسکو موت پکڑ لیتی ہے۔ اگر اس جاہل کے کہنے کو کوئی تسلیم کر سکتا ہے۔ تو مرزا صاحب کی اس دلیل کو بھی کوئی تسلیم کرسکتا ہے۔ ورنہ جو سلوک اس جاہل کے لئے ہوگا وہی مرزا صاحب کے اس استدلال سے ہوگا۔

قولہ۔ انیسویں آیت مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرکے وہ چھوڑ دو۔ الخ صفحہ ۶۲۶ ازالہ

اقول۔ سبحان اللہ حق کبھی چھپا نہیں رہتا۔ مرزا صاحب نے یہ آئت پیش کرکے خود ان کے نیچے آگئے مرزا صاحب ہم آپ کا فرمانا قبول کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور کرتے ہیں۔

پس غور کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسےٰ ابن مریم کا کیا فیصلہ کیا
جو کہ فیصلہ رسول اللہ کا ہے۔ وہی ہم آپکو سناتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ
قبول فرمادینگے اور مرزا صاحب کے مرید اپنے مرشد کی قبول کردہ بات
سے انحراف نہ کریں گے:۔
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف
لائے تو ایک عالم مذہب اپنے ساتھ لائے اور کل ادیان باطلہ
کا بطلان فرمایا از انجملہ عیسائی بھی تھے۔ حضور علیہ السلام نے عیسائیوں
کے عقائد کی بھی تردید فرمائی اور شرک کا قلع قمع فرمایا یعنے الوہیت مسیح
کو باطل کیا کفارہ کی تردید فرمائی مسیح کے ابن اللہ ہونیکی تردید فرمائی۔ مگر
مسیح کی آمد ثانی کا مسئلہ جو عیسائیوں میں ہے اسکی تصدیق فرمائی ہیں
ذیل میں ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھتا ہوں۔ جو
کہ تمام متنازعات کا فیصلہ کرتی ہے وھو ہذا
عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل
عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسًا
واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسےٰ
ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔ رواہ ابن جوزی فی کتاب
الوفاء۔ ترجمہ ... ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے اتریںگے عیسےٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کے پس نکاح
کرینگے اور پیدا کی جاویگی ان کے لئے اولاد اور ٹھہرینگے زمین میں پینتالیس
برس۔ پھر مرینگے پس دفن کئے جاوینگے نزدیک میرے بیچ مقبرہ میرے
کے پس اٹھونگا میں اور عیسےٰ ایک مقبرہ میں درمیان ابی بکر و عمرؓ کے

گے کہ اس مقبرہ میں مدفون ہیں۔ نقل کی یہ ابن جوزی نے کتاب وفا میں دیکھو مظاہر الحق مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۰۴ جلد ۴

ناظرین شکر ہے کہ مرزا صاحب فیصلہ رسول اللہ پڑھ لیا اب کسی مرزائی کا حق نہیں کہ اس فیصلہ سے انکار کرے اور لطف یہہ ہے۔ کہ اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی مانا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب نزول المسیح کے حاشیہ مندرجہ صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں فیتزوج ویولد لہ ویدفن معی قبری دیکھئے۔ یعنے علماے اسلام تو اسقدر رشو خواں کرتے یہہ ہے خلاصہ مرزا صاحب کے مضمون کا خواہ مرزا صاحب نے اوپر کا حصہ حدیث اپنے مطلب کے منابر سمجھ کر چھوڑ دیا مگر مسلمانوں کو حق ہے کہ تمام حدیث نقل کریں اور اسی فیصلہ رسول اللہ کو تسلیم کریں اب اس فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اس حدیث میں ہے ذیل کے امور تمام ثابت ہیں:۔

اول:۔ یہہ عیسےٰ ابن مریم اصالتًا نزول فرماوینگے:۔

دوئم:۔ یہہ نزول کے معنے اترینگے ہیں نہ کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونگے

سوئم:۔ آسمان سے اترینگے کیونکہ الی الارض کا لفظ صاف ہے یعنے زمین کی طرف اترینگے جس سے ثابت ہوا کہ زمین سے نہیں پیدا ہوں گے جیسے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں بلکہ آسمان سے زمین کیطرف اترینگے:۔

چہارم:۔ بعد نزول شادی کرینگے کیونکہ جب اون کا رفع آسمان پر ہوا تو وہ شادی شدہ نہ تھے۔ اس سے بھی حضرت عیسےٰ ابن مریم کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ وہی مجرد تھے مرزا صاحب تو شادی شدہ اور صاحب اولاد پہلے اپنے دعویٰ سے تھے۔ اور حدیث میں ہے جو مجرد شخص شادی نا شدہ تھا

وہی اترے گا۔ اس سے اصالتاً نزول ثابت ہے ؛

پنجم :- ابھی تک زندہ ہے۔ کیونکہ ثم یموت کے الفاظ صاف ہیں کہ پھر مرے گا۔ یعنے بعد نزول ۴۵ برس رہکر فوت ہوگا ؛

ششم :- بعد فوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں دفن ہوگا۔ اس سے صاف حیات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ اگر مسیح مرگیا ہوتا تو فیدفن کا لفظ نہ آتا کیونکہ یموت و یدفن مضارع کے صیغے ہیں جو کہ صیغہ استقبال کے معنے دیتے ہیں اگر مسیح مرگیا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمات و دفن فرماتے۔ پس ثابت ہوا کہ عیسٰے فوت نہیں ہوئے ؛

اے مرزائی صاحبان یہ ہے رسول اللہ کا فیصلہ۔ چاہے آپ قبول یا نکریں آپ کا اختیار ہے۔ ہم مسلمان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ایک امتی خود غرض جو کہ خود ہی مدعی ہے۔ اور خود ہی الٹے معنے اپنے مطلب کے واسطے کرتا ہے۔ رسول اللہ کے مقابلہ میں سچا نہیں تسلیم کر سکتے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ کا فیصلہ چھوڑ کر مرزا صاحب کا کہا مانے تو اسکے صاف معنے یہ ہیں کہ وہ رسول اللہ کو جھٹلاتا ہے اور اس کے ایمان میں مرزا صاحب کی بات رسول اللہ کی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو اس فتنہ سے بچا دے۔ باقی رہا اُن حدیثوں کا مطلب جو مرزا صاحب نے پیش کی ہیں۔ مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہیں کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں عیسٰے ابن مریم یا مسیح ابن مریم کا نام تک نہیں اور نہ وہ حدیثیں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بابت ہیں۔ اب ہم ہر ایک حدیث کو لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط اور لغو ہے ؛

پہلی حدیث یہ ہے جس کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ جو مرزا صاحب
نے خود کیا ہے۔ تاکہ طول نہو۔ یعنے اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر
برس تک ہوں گی۔ اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں گے
مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح بھی اس امت کے شمار میں آگئے
ہیں اسلئے وہ بھی ستر برس سے تجاوز نہیں کر سکتے لہذا موت ثابت ہے
یہ مرزا صاحب کا دہوکہ ہے۔ کوئی مسلمان نہیں کہتا کہ حضرت عیسٰے امت
محمدی میں آگئے ہیں اجماع امت اسپر ہے کہ بعد نزول شریعت محمدی پر
عمل کرینگے۔ اور ان کے دو حشر ہوں گے ایک انبیاء کے زمرہ میں اور
دوسرا اولیاء کے زمرہ میں دیکھو مقدمہ خصوص الحکم شیخ اکبر محی الدین عربی صفحہ ۴۴
دوسرا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب امت کے شمار میں ہیں اور کہتے ہیں کہ
ے ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفٰے ما را امام و پیشوا۔ جب مرزا
صاحب امتی محمد رسول اللہ تھے اور ان کی عمر ستر سے متجاوز تھی جیسا کہ
ان کے الہاموں سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب یا تو خود امتی
نہ ہے یا آپ کا استدلال غلط ہے۔ الہام مرزا صاحب یہ ہے
دیکھو رسالہ الوصیت مطبوعہ مطبع انوار احمدیہ صفحہ ۱ جسمیں صاف لکھا ہے
تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا پانچ یا پانچ زیادہ اب کوئی مرزائی بتادے
مرزا صاحب اس حدیث سے امت محمدی سے ہوئے یا نہیں۔ کیونکہ
ستر سے متجاوز انکی عمر اور ان کا خدا بتاتا ہے۔ حالانکہ یہہ الہام غلط
نکلا۔ مگر یہہ بحث الگ ہے۔ اور ہم یہہ اعتراض بھی نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ
بھی اٹکل سے الہام کرتا ہے۔ کیا اسکو یقینی علم نہ تھا کہ مرزا کی کتنی عمر
ہے۔ یہہ تو انسان اٹکل لگاتا ہے کہ اسّی یا اسّی سے پانچ کم یا پانچ زیادہ

یہہ رمالوں کا سا الہام ہے۔ ورنہ خدا تعالے ہر خفی وجلی کے جاننے
والا ایسا مہمل واٹکلی الہام نہیں کر سکتا۔ کیا خدا کو جسنے مرزا صاحب
کی عمر عالم تقدیر میں مقرر کی تھی اس کا علم نہ تھا کہ اٹکل لگاتا ہے کہ ابھی
برس یا پانچ کم یا زیادہ اس سے صاف انسانی بناوٹ ہے۔ اور
مرزا صاحب کے الہاموں کی قلعی کھلتی ہے۔ مگر یہاں یہہ مقصود نہیں لیس
یا تو مرزا صاحب کی سمجھ میں حدیث نہیں آئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی ایسی حدیث کبھی نہیں ہو سکتی کہ واقعات کے برخلاف ہو جب
روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسانوں کی عمریں اور خاصکر امت محمدی کی عمریں
ستر سے تجاوز ہوئی ہیں تو نعوذ باللہ رسول اللہ پر یہی اعتراض آتا ہے
مگر یہہ مرزا صاحب کو خود غرضی نے ایسا حیرت زدہ کر دیا ہے کہ اپنے مطلب
کے سوا انکو دوسرے لفظ نظر نہیں آتے یا خود عمداً چھپاتے ہیں۔ افسوس
مرزا صاحب اقلھم یجوز ذالک یعنے بہت ہو وے ستر برس سے
تجاوز کرینگے جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود ہی کیا ہے۔ ایسے لوگ
کمتر ہونگے۔ جو ان سے تجاوز کرینگے اب کوئی بتاوے کہ حضرت عیلےٰ
علیہ السلام ان کمتر لوگوں میں کیوں نہیں آسکتے جنہوں نے ستر برس
سے زیادہ عمریں پائیں حضرت آدم ونوح واصحاب کہف کی عمریں کسقدر
دراز تھیں کیا مرزا صاحب کو وہ درازی عمر نظر نہ آئی اور صرف حضرت
عیلےٰ کو ستر برس کے اندر ہی مقید بتلاتے لانکہ امت محمدی میں بہت شخص ستر
برس سے زیادہ عمر پاکر فوت ہوئے چند نام عرض کرتا ہوں۔ قاضی یحیٰی
جو ہاروں رشید کے وقت تھا۔ اسکی عمر ۸۳ برس کی تھی دیکھو کتاب المامون
جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۔ عیسےٰ بن سعید شاگرد امام ابو حنیفہ اس نے ۸۷ برس کی

عمر پائی دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۵۷، ایزید بن ہزوت اس نے ۹۰ برس کی عمر پائی دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ

دوم :- مرزا صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ مسیح کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی گیا خود مرزا صاحب نے عیسےٰ کی عمر ستر برس سے زیادہ قبول نہیں کی پھر اس حدیث کو پیش کر نادم ہو کہ نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری حدیث یہہ ہے۔ روایت ہے جابر سے کہ کہا میں نے سنا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جو وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسی زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گذرے اور وہ زندہ رہے یہہ حدیث بھی مرزا صاحب نے غلط پیش کی ہے کیونکہ اس میں بھی عیسےٰ کا نام تو کیا عیسےٰ کے طرف اشارہ تک نہیں پھر اس سے وفات مسیح کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ بیشک عیسےٰ علیہ السلام مخلوق میں سے تھے مگر کیسی مخلوق جو خاص مخلوق ہے یعنے انبیاء علیہم السلام میں سے جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا خاص معاملہ ہے۔ حضرت عیسےٰ کو خلاف قانون فطرت بغیر باپ پیدا کر دیا تھا۔ اگر اسکو زیادہ عمر تا نزول خدا تعالےٰ دے تو کون سی بڑی بات ہے جبکہ بائبل سے ثابت ہے۔ ہزار ہزار برس تک خدا تعالےٰ نبیوں کو عمر دراز دیتا رہا ہے۔ تو حضرت عیسےٰ کو بھی اس نے دراز عمر دی عوج بن عنق کی عمر دو ہزار پانچ سو برس کی تھی دیکھو مطلع العلوم وجامع الفنون صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ نولکشور

مگر تعجب ہے حدیث میں لفظ یاتی ہے جسکے معنے نہیں آوے گا جو کہ مستقبل ہے۔ ماضی کس طرح مرزا صاحب نے سمجھ لیا علاوہ بریں حضرت عیسےٰ علیہ السلام تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ

سو برس پہلے ہو گذرے اور یہ حدیث جب حضرت عیسٰے سے چھ سو برس بعد فرمائی گئی تو وہ تو مستثنےٰ ہیں ان کی موت پر یہہ دلیل کسطرح ہوئی۔ سوم یہہ حدیث چونکہ واقعات کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ہزاروں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور اب تک بھی سو برس سے زیادہ عمر کے ہیں۔ پس اسکی تاویل کرنی ہوگی جیساکہ متقدمین نے کی ہے کہ اس وقت کے موجودہ صحابی جو تھے جنہوں نے قیامت کی نسبت سوال کیا تھا انہیں کی نسبت حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا جس کا یہہ مطلب ہے کہ ان پر سو برس نہ گذریگا۔ اور یہہ عام نہیں کہ سو برس کسی انسان پر نہ گذرے گا اس کے علاوہ مرزا صاحب اور حکیم نورالدین نے بحوالہ قرآن مجید ایک دن اللہ کے نزدیک ہزار برس لکھا ہے۔ تو اس حساب سے سو برس کے تو سو ہزار برس ہوئے قیامت کے آنے میں اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو فرماتے ہوئے ۱۳ سو برس سے اوپر کا عرصہ گذر گیا ہے۔ مگر قیامت نہیں آئی اسلئے معلوم ہوا کہ رسول خدا کا فرمانا کہ ایکسو برس کسی پر نہ آئے گا۔ کہ قیامت آجائیگی یہی مطلب تھا کہ سو ہزار برس تک قیامت آئیگی جس کا نتیجہ یہہ ہے کہ قیامت کا علم سوا اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہیں اور چونکہ حضرت عیسٰے کا نزول بھی نشان قیامت ہے۔ اسلئے وہ بھی ابھی تک نہ فوت ہوا۔ پس اس حدیث سے بھی استدلال غلط ہے کیونکہ جو حدیث حضرت عیسٰے کی نسبت ہم اوپر نقل کر آئے ہیں اوس سے حضرت عیسٰے کی حیات ثابت ہے پھر دیکھو ثم یموت یعنے پھر مریگا:

قولہٗ ۔ تیسویں آیت او ترقی فی السماء قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنے کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمکو دکھلا

تب ہم ایمان لاوینگے۔ ان کو کہدے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار لابتلا میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھاوے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک آدمی ہوں اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑہنے کا نشان مانگا تھا۔ اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہہ عادت اللہ نہیں کہ جسم خاکی کو آسمان پر لیجاوے۔ الخ۔ ص ۶۲۶ ازالہ

جواب یہہ آیت ہرگز وفات مسیح پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ اور نہ یہہ حضرت مسیح کے متعلق ہے۔ یہہ مرزا صاحب نے بالکل غلط لکھا ہے کہ کفار نے حضرت محمد رسول اللہ کو کہا کہ آپ آسمان پر چڑھ کر ہم کو دکھادیں۔ تو ہم ایمان لاوینگے۔ قرآن شریف کی آیت ظاہر کرتی ہے۔ کفار نے چھ سات مطالبات کئے اور آخر میں سب مطالبات سے گریز کرکے کہا کہ ہم تیرے آسمان پر چڑھ جانے کو بھی نہ مانینگے جبتک کہ تو لکھا ہوا ہمارے پاس نہ لائے۔ اور ہم پڑھ نہ لیں ان سب مطالبات کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے کہ آپ انکو کہدیں کہ سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا۔ مرزا صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے واسطے آیت میں سے الفاظ ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتبا نقرؤہ اور ترقی فی السماء بعد اور قل سبحان ربی سے پہلے جان بوجھ کر چھوڑ دئے اور جھوٹ کہدیا کہ کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لاوینگے اور پھر آگے جاکے لکھدیا کہ کفار نے آنحضرت صلعم سے آسمان پر چڑہنے کا نشان مانگا تھا۔ انہیں جواب صاف ملا کہ یہہ عادت اللہ کے برخلاف ہے۔ حالانکہ نہ آیت قرآن کے یہہ معنے ہیں اور نہ یہہ مطلب ہے

جو مرزا صاحب نے لکھا ہے کیونکہ صرف آسمان پر چڑھنے کا نشان نہ مانگا
تھا۔ بلکہ مقصد ذیل نشان طلب کر کے سب کے اخیر لکھی کتاب جو وہ خود پڑھ
لیں مانگی تھی۔ خدا تعالےٰ کا جواب کہ کہدو کہ میں ایک بشر رسول ہوں سب
نشانوں کے جواب میں ہے۔ کیونکہ ظاہر و ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ نے
کوئی نشان ہی نہ دکھلایا یعنے نہ زمین سے چشمے بہائے اور نہ کھجور اور
انگور کے باغ دکھائے۔ نہ آسمان ٹکڑے کر کے گرایا اور نہ اللہ اور فرشتوں کو ضامن
لائے اور نہ سنہری گھر بنا کر دکھایا اور نہ آسمان پر چڑھے اور نہ نوشتہ لائے
کہ کفار نے پڑھ لیا اور یہہ جواب خداوندی کہ کہو کہ میں ایک آدمی رسول
ہوں سب مطالبات کے جواب میں ہے مرزا صاحب کا فرمانا اور استدلال
جب درست ہو سکتا تھا۔ جبکہ دوسرے تمام نشان رسول اللہ دکھا دیتے
اور آسمان پر چڑھنے سے انکار کرتے مگر رسول اللہ نے تو سب نشانوں
کے جواب میں فرمایا کہ میں ایک بشر رسول ہوں یہاں مرزا صاحب نے
فلسفیوں اور نیچریوں کی تقلید کی ہے کہ وہ لوگ معجزات انبیا علیہم
السلام سے اسی آیت کی بنا کر انکار کیا کرتے ہیں اگر مرزا صاحب اسی
آیت سے معجزات کا ظہور میں آنا ناممکن کہتے ہیں تو پھر تمام انبیاء کے معجزات
سے بھی انکار کریں اور اس انکار سے مرزا صاحب نے خود رسول اللہ
کے مرتبہ کو تمام رسولوں اور نبیوں کے مرتبہ سے گھٹایا کیونکہ حضرت ابراہیم
اور دوسرے رسولوں کے معجزے تو مانیں حتیٰ کہ اپنے معجزات و نشان
تین لاکھ کے اوپر بتادیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نشان دکھانے
سے عاجز بنادیں یہہ طریق مسلمانی کے برخلاف ہے۔ اصل بات یہہ
ہے کہ کفار کے مطالبات سفلی ہی تھے اور علوی بھی تھے یعنے زمین

پر واقع ہونے والے بھی تھے۔ جیساکہ چشمہ کا بہانا انگور اور کھجور کا باغ اور اس
میں نہر وں کا ہونا سنہری گھر کا ہونا اور علوی یعنے آسمان پر واقعہ
ہونے والے بھی تھے۔ جیساکہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور گرنا حضرت
کا آسمان پر چڑھنا۔ لکھی ہوئی کتاب کا آسمان سے لانا اگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے سفلی مطالبات پورے ہو جاتے تو پھر مرزا
صاحب کہہ سکتے تھے کہ حضرت نے آسمان پر چڑھنے سے عجز ظاہر فرمایا
مگر جب کہ سب نشانوں کے جواب میں فرمایا کہ میں ایک بشر رسول ہوں
تو اس کے یہی معنے ہیں کہ نشان اور معجزہ دکھانا رسول کے اپنے اختیار
میں نہیں اور نہ وہ قادر مطلق ہے کہ جب کبھی کسی کافر نے جیسا مطالبہ
کیا ویسا نشان دکھا دیا بلکہ یہہ اللہ تعالے کے اپنے اختیار میں ہے
کہ جب چاہتا ہے اپنے رسول کے ہاتھ پر معجزہ ظہور میں لاتا ہے۔ اور
جب نہیں چاہتا اور نشان دکھانا مصلحت نہیں سمجھتا تو نشان نہیں دکھاتا
اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو ان کفار کے کل مطالبات کے جواب
میں یہی کہہ دے کہ میں نشان دکھانے پر کامل قدرت نہیں رکھتا صرف ایک
رسول ہوں جسطرح پہلے رسول خود بخود نشان دکھانے پر قادر نہ تھے میں
بھی چونکہ ایک بشر رسول ہوں خود بخود نشان دکھانے پر قادر نہیں ہوں
جب اللہ تعالے چاہے گا تم کو نشان دکھائے گا۔ جیساکہ وہ پہلے نبیوں
کے وقت کرتا آیا ہے یہہ کبھی نہیں ہوا اور نہ سنت اللہ ہے کہ نبی و رسول
جسوقت چاہے معجزہ دکھائے بلکہ اللہ جب چاہتا ہے اپنے رسول کی
فضیلت جتانے کے واسطے نشان دکھاتا ہے مرزا صاحب خود نشان
دکھانیکے مدعی ہیں مگر کوئی مرزائی ایمان سے بتا دے کہ وہ اپنے اختیار سے

نشان دکھاتے تھے ہرگز نہیں ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ قادیان میں آؤ اور انتظار
کرو جب اللہ چاہے گا نشان دکھائے گا۔ مگر افسوس مرزا صاحب حضرت
خلاصہ موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہہ الزام لگاتے ہیں کہ
کفار نے ان سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا۔ اور آپ نے چونکہ نہیں
دکھایا اسلیئے انسان کا آسمان پر جانا محال ہے۔ مگر انکو یہہ معلوم ہونا
چاہیئے کہ محال امر ہی کا ہو جانا معجزہ ہے۔ ورنہ وہ نشان نہیں کیونکہ
پھر عوام اور خواص میں کچھہ فرق نہیں رہتا جب ایک مریض کو حکیم دوا
دیکر اچھا کرے اور رسول بھی دوا دیکر اچھا کرے تو پھر رسول کو حکیم پر کچھہ
فضیلت نہیں ہاں اگر رسول بغیر دوا کے مریض کو اچھا کرے تو نشان و
معجزہ ہے ایسا ہی ہر ایک بشر جب ممکن امور کریں تو پھر سب برابر ہونگے
معجزہ تو وہی ہے۔ جو خارق الفہم ہو۔ حضرت ایلیاہ کا آسمان پر جانا تورات
سے ثابت ہے دیکھو تورات سلاطین ۲۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو جب
خدا نے چاہا آسمان پر اٹھایا حضرت محمد رسول اللہ کو جب چاہا آسمانوں
پرلے گیا بلکہ وہاں تک لے گیا کہ کوئی نبی و رسول وہاں تک نہ پونچا
تھا۔ مگر یہہ آسمان پر جانا اونکی اپنی قدرت و اختیار سے نہ تھا بلکہ جب
خدا نے چاہا ایسا کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر رسول
فرمانا اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ خدا تعالےٰ علی کل شئی قدیر
جسکی بادشاہت آسمانوں اور زمینوں میں مساوی ہے رسول اللہ کو
آسمان پر نہیں لے جا سکتا کیونکہ اگر خدا کے نزدیک بھی ایک امر
جو انسانوں کے نزدیک محال ہے محال یقین کیا جاوے۔ تو پھر خدا
عاجز اور اسباب کا محتاج ثابت ہوتا ہے۔ اور انسان اور خدا میں کچھہ

فرق نہیں رہتا خدا تعالے نے قرآن شریف میں سوا اس آیت کے اور جگہ بھی فرمایا ہے کہ معجزہ دکھانا نبی کے اپنے اختیار میں نہیں دیکھو سورہ رعد رکوع ۵ وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ یعنے نہ تھا کسی رسول کو کہ لے آوے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے۔ پس چونکہ کفار کے مطالبات مصلحت الٰہی کے برخلاف تھے۔ اور خدا تعالے اس وقت ایسے نشان دکھانا نہ چاہتا تھا۔ اسلئے فرمایا کہ ان کو کہدو کہ میں بشر رسول ہوں اس سے یہہ ہرگز ثابت نہیں کہ اگر خدا تعالے کسی بشر کو آسمان پر لے جانا چاہے تو نہیں لے جاسکتا پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

دوم۔ یہہ آیت بھی حضرت مسیح کے متعلق نہیں اور نہ اس سے وفات مسیح اشارتاً و کنایتاً ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب نے معنے کرنے میں بہت سی تحریف کی ہے۔ اور قرآن شریف کی پہلی پچھلی آیات میں بہت قرآن کے الفاظ چھوڑ دیے ہیں۔ اور اپنا الو سیدھا کرنا چاہا ہے مگر یہ قرآن شریف کا معجزہ ہے کہ جو شخص قرآن میں اپنا دخل دیتا ہے آخر شرمسار ہوتا ہے۔ یہہ مرزا صاحب نے بالکل غلط لکھا ہے کہ کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمکو دکھلا تب ہم ایمان لاوینگے لن نومن کے معنے تب ایمان لاوینگے بالکل غلط ہیں اسکے معنے تو یہہ ہیں کہ ہم ایمان لاوینگے لن کلمہ نفی کا ہے۔ کفار کے مطالبات حسب ذیل تھے۔

۱۔ زمین سے چشمہ بہا نکالے

۲۔ کھجور اور انگور کا باغ ہو اور اس میں نہریں چلا کر بہاوے

۳۔ ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے

کہ قیامت کو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوگا

ٹ فرشتوں اور اللہ کو ضامن لادے :

ڈ تیرے لئے ستھرا گھر ہو

ڈ تو آسمان پر چڑھ جاوے مگر ہم ایمان نہ لائینگے،

ک جب تک ہمارے لئے ایک نوشتہ نہ اتارے جسکو ہم سب پڑھ

لیں ان مطالبات کے جواب میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ اے محمد

تو ان کو کہہ دے کہ سبحان ربی میں تو ایک بشر رسول ہوں۔

اب اس سے انسان کا آسمان پر جانا تو ثابت ہوا کیونکہ کفار کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہ لاوینگے چاہے تو آسمان پر چڑھ جاوے جب تک کہ لکھا ہوا نوشتہ جسکو ہمارا ہر ایک فرد پڑھ لے نہ لادے اس سے ثابت ہے کہ کفار کو یقین تھا کہ اللہ تعالے اسکو آسمان پر لے جاویگا جیسا کہ شب معراج میں لے گیا تھا۔ تب ہی تو انہوں نے نوشتہ کی قید لگائی۔ یہ طریق انسانوں کی بول چال میں مروج ہے کہ جب ایک خاص کام کا کرانا چاہتے ہیں تو پہلے محالات امور جو ان کے ذہن میں ناممکن ہوتی ہیں ذکر کر کے بعد میں اپنا اصلی مقصود بیان کرتے ہیں جیسا کہ ہر ایک زمانہ میں ہوتا آیا ہے کہ ایک شخص اپنے مطالبہ کے حاصل کرنے کے واسطے جھٹ کہہ دیتا ہے۔ کہ چاہے تو ہمکو سارے جہاں کی نعمتیں دیدے۔ مگر جب تک مجھ کو میرا محبوب نہ دے میں ہرگز راضی نہ ہوں گا۔ یا بولا جاتا ہے۔ کہ چاہے آپ رسی کے سانپ بنادیں ہوا پر پرواز کریں۔ جلتی آگ میں کود کر نکل آویں مگر جب تک میرا مقصد حاصل نہو میں نہ مانوں گا۔ بعض لوگ اب بھی ایسا کہہ دیتے ہیں۔ کہ آپ لاکھ بات بنائیں آسمان پر چڑھ

جاویں ہزار قسمیں کھاویں اور اعجاز نمایاں کریں جبتک ہماری بات پوری نہوگی
ہم ہرگز نہ مانیں گے۔ چونکہ قرآن مجید انسانوں کے محاورات میں نازل
ہوا ہے۔ اسواسطے انسانی محاورہ کے مطابق کفار کے مطالبہ کا ذکر کیا
ہے۔ اور وہ مطالبہ یہہ تھا کہ لکھی ہوئی کتاب ہمکو لادے تب ہم ایمان
لاوینگے جس کا صاف مطلب یہہ ہے۔ بغیر کتاب کے جو ہر ایک اُس کو
پڑھ لے ہم ایمان نہ لاوینگے اور اس کے بغیر سب باتیں اگر ہماری پوری
ہو جاویں اور یہہ علت غائی نوشتہ کے لانیکی پوری نہو تو ہم ہرگز ایمان
نہ لاوینگے اسپر خدا تعالےٰ کا جواب یہہ ہوا کہ کہدو کہ میں تو ایک بشر رسول
ہوں اس جواب میں ایک لطیف و دندان شکن جواب کفار کو دیا گیا
ہے۔ جو مرزا صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا وہ یہہ تھا کہ میں بشر اور رسول
ہوں اور میرے پہلے بھائی بشر اور رسول جو گذرے وہ کفار کو ایسے ایسے
معجزے دکھا چکے مگر کفار تمہارے بڑے ایمان نہ لائے چنانچہ مطالبہ
نمبر اول چشموں کا جاری ہونا ہے۔ سو یہہ حضرت موسےٰ کے ہاتھ
سے بنی اسرائیل دیکھہ چکے ہیں۔ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ یعنے حضرت موسےٰ
علیہ السلام نے قوم کے لئے پانی مانگا اور ہمنے کہا کہ مارا اپنا عصا پتھر پر
پس اُس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ دیکھو سورۃ بقر
دوسرا مطالبہ ایسا تھا کہ وہ محال عقلی نہ تھا کیونکہ باغ انگور و کھجور کے ہر
ایک لگا سکتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ نے بشر رسول فرماکر حضرت ابراہیم کی
طرف اشارہ فرمایا کہ تمنے تو ایک رسول کے واسطے آگ کو گلزار بنا
دیا تھا اور تمنے تب بھی نہ مانا ان انگوروں اور کھجوروں کے باغوں کو دیکھ

کہ کب مانو گے۔ دیکھو قرآن مجید پارہ ۱۷ ع ۵ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۔ اے آگ تو ابراہیم پر سرد و سلامتی ہو جا۔

تیسرا مطالبہ سنہری گھروں کا تھا وہ بھی حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہم السلام کے تھے۔

چوتھا مطالبہ کہ تو چڑھ جاوے آسمان پر یہ بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے وقت دیکھ چکے تھے اور ان دونوں بشر و رسول کی مثال موجود تھی۔

پانچواں۔ مطالبہ فرشتوں اور اللہ کو ضامن لانے کا تھا سو یہ معجزہ حضرت لوطؑ کے وقت کفار دیکھ چکے تھے کہ لعنت کے فرشتے آئے اور انہوں نے زمین کفار کو زیر و زبر کر دیا جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔

چھٹواں۔ مطالبہ نوشتہ لانے کا تھا سو وہ بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام توراۃ شریف پتھر کی لوحوں پر لکھی ہوئی لا چکے تھے مگر کفار نے نہ مانا اور ایمان نہ لائے۔

ساتواں۔ مطالبہ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانا تھا اور یہ ایسا ہی بیہودہ اور پرانی درخواست تھی جسکو تمام کفار پیش کرتے ہیں اب بھی منکران قیامت کہا کرتے ہیں کہ اگر قیامت آنے والی ہے تو کیوں اب نہیں آجاتی مگر یہ درخواست بالکل پایہ عقل سے گری ہوئی ہے کیونکہ قیامت تو اخیر دنیا کے خاتمہ پر جب اللہ جل شانہ کو منظور ہوگا تب آئیگی اور تب ہی آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے گا۔ اور یہی وہ مطالبہ ہے جسکے واسطے خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمد تم کہدو کہ میں ایک بشر رسول ہوں آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے

گرانے اور قیامت لانے اور برپا کرنے کا مجھکو اختیار نہیں میں تو صرف خبر دینے والا ہوں جس طرح پہلے رسول آئے اور انہوں نے تمکو یہہ معجزات جو تم طلب کرتے ہو تم کو دکھلا چکے مگر تم نے نہ مانا۔ اور ایمان نہ لائے اب بھی تمہارے یہہ مطالبات ویسے ہی ہیں جیسے کہ پہلے بشر و رسولوں کے وقت طلب ہوئے اور پورے ہوئے جس طرح ان کفار کو معجزات نے کچھہ فائدہ نہ دیا تمکو بھی کچھہ فائدہ نہ دیگا تعجب یہہ کہاں سے مرزا صاحب نے نکالا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جانے سے انکار ہے اور بشر آسمان پر نہیں جاسکتا جبکہ دوسری طرف قرآن شریف اور صحیح بخاری کی حدیثیں بتارہی ہیں کہ رسول اللہ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو اپنا آسمان پر جانا بتایا بلکہ مظاہر حق میں جو مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ لکھا ہے کہ معراج جسمانی سے بہت مسلمان منکر ہوکر مرتد ہوگئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنے دعوئ معراج جسمانی میں لگے رہے تو پھر ایک مسلمان کس طرح کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان چڑھنے پر عجز ظاہر فرمایا جبکہ اللہ تعالےٰ کو علم تھا کہ وہ آسمان پر گئے اور جب ر کئی دفعہ جا چکے تو پھر انکار کے کیا معنے بشر و رسول اسواسطے فرمایا کہ آسمانوں کا ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانا کسی بشر رسول کے وقت نہیں ہوا ایسا ہی میرے وقت میں بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ میں نعوذ باللہ خدا نہیں بشر رسول ہوں اپنے اختیار سے کچھہ نہیں کرتا جو کچھہ نشان ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے:۔

اب ہم ذیل میں قرآن مجید کی آیات کا بمعہ ترجمہ لکھتے ہیں تاکہ مرزا

صاحب کا مغالطہ معلوم ہو۔ ترجمہ اور بولے ہم نہ مانینگے تیرا کہا جبتک تو
نہ بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے تیرے
واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہاوے تو اس کے بیچ نہریں چلا
کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا لے اللہ کو
اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے تجھکو ایک گھر سنہرا یا چڑھ جاوے
تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کرینگے تیرا چڑھنا جبتک نہ اوتار لاوے ہم پر
ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک بشر
آدمی ہوں بھیجا ہوا پ ۱۵ رکوع ۱۰

ان قرآن شریف کی آیات سے ظاہر ہے کہ کفار کا مطالبہ ان سب
باتوں پر فرداً فرداً نہ تھا بلکہ انکا یہ کہنا صرف اپنے آخری مطالبہ کا زور
سے طلب کرنا تھا اور ان کے ذہن میں یہہ بات جمی ہوئی تھی
کہ یہ سارے مطالبات تو پہلے سب نبی پورے کرتے آئے ہیں اگر
محمدؐ بھی پورے کر دے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ نظیریں موجود ہیں حضرت
ادریس کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ اور حضرت عیسےٰ کا آسمان پر جانا ثابت
ہے۔ مگر ایسی کتاب یا نوشتہ جسکو ہر ایک پڑھ سکے آجتک کوئی پیغمبر
نہیں لایا اسواسطے ان کا خاص مطالبہ یہی تھا چنانچہ قرآن شریف کے
الفاظ روز روشن کی طرح بتا رہے ہیں او ترقی فی السماء ولن نومن
لرقیک حتی تنزل علینا کتباً نقرؤہ یعنے اگر تو آسمان پر چڑھ جاوے
ہم ایمان نہ لاوینگے۔ ان الفاظ قرآن سے ثابت ہے کہ کفار کے نزدیک
محمدؐ کا آسمان پر چڑھ جانا مشکل نہ تھا۔ بلکہ مشکل لکھی ہوئی کتاب کا
نازل کرنا تھا۔ جسکے جواب میں قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا

رسولاً فرمایا یعنے اے محمد ان کفار کو کہدو کہ میں ایک بشر رسول ہوں
یعنے جو مجھکو خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے وہی تمکو پہونچانے والا
ہوں اور بس اور یہہ جو تم مطالبات کرتے ہو انکا پورا کرنا اللہ کے اختیار
میں ہے

معلوم نہیں مرزا صاحب نے یہہ کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے کہ اے
محمد تو آسمان پر چڑھ کر دکھا تب ہم ایمان لاویں گے۔ کفار تو کہہ رہے
ہیں کہ ہم ایمان نہ لاوینگے تیرے آسمان پر چڑھنیکا جب تک کتاب جسکو
ہم پڑھ نہلیں نہ نازل ہو اور ظاہر ہے کہ یہہ مطالبہ ایسا تھا کہ کبھی نہیں ہو
سکتا کہ ہر ایک کے واسطے کتاب نازل ہو۔ اس طرح تو رسولوں اور
نبیوں کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ جب ہر ایک پر کتاب اترے تو
ہر ایک نبی و رسول ہوا تو پھر نہ کوئی نبی و رسول کی خصوصیت رہی
اور نہ کوئی فضیلت پھر تو ہر ایک فرد کی کتاب الگ اور ہر ایک کا مذہب
الگ اور ہر ایک کا دستور العمل الگ جو کہ سیاست اور قانون تمدن
کے بالکل برخلاف ہے۔ اور شان نبوت کے برخلاف ہے کیونکہ کوئی ایک
دوسرے کا مطیع اور فرمانبردار نہیں رہتا ہر ایک صاحب کتاب
ہوگا۔ جس سے فساد عظیم زمین پر واقع ہوتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ
نے فرمایا کہ ان کو کہدو کہ میں رسول اور مجھکو جو کتاب ملی ہے یہی ہدایت
کے واسطے کافی ہے۔ خدا تعالےٰ کی یہہ سنت نہیں ہے۔ کہ ہر ایک
کے واسطے الگ الگ کتاب اوتارے باقی رہا مرزا صاحب کا یہہ قیاس
کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت بشر اور رسول
ہونیکے آسمان پر نہیں جا سکتے تھے اس کا جواب یہ ہے جب قرآن

مجید سے ثابت ہے آسمان اور زمیں پر بادشاہت وحکومت خدا کی
ہے اور وہ علی کل شیٔ محیط ہے۔ اور علی کل شیٔ قدیر ہے۔ تو پھر رسول
اللہ کا آسمان پر نہ جا سکنا دو حالت سے خالی نہیں پہلی حالت تو یہ ہے
کہ وہ بشر رسول ہیں اُن کا آسمان پر جانا ناممکن الوجود ہے۔ مگر جب
نذیر آدم وحوا کی موجود ہے کہ بشر ہو کر آسمان پر رہے اور بعد میں
ان کا ہبوط ہوا پھر ایلیاہ کا آسمان پر جانا تورات سے ثابت ہے
ہم ناظرین کی تسلی کے واسطے تورات سے حضرت ایلیاہ کا آسمان
پر جانا نقل کرتے ہیں۔ تا کہ ثابت ہو کہ مرزا صاحب نے سخت غلطی
کھائی ہے۔ جو لکھا ہے کہ بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ
آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا تعالے چاہے تو نبی ورسول کو
آسمان پر لے جا سکتا ہے۔ دیکھو توریت سلاطین ۲۔۱

اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیا کو ایک بگولے میں
اُڑا کے آسمان پر لیجاوے۔ تب ایلیا الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا
اور ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ تو یہاں ٹھہر اس لئے کہ خداوند نے مجھے
بیت ایل کو بھیجا ہے۔ سو الیسع بولا خداوند کی حیات کی قسم اور
تیری جان کی سوگند میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ سو وے بیت ایل کو
اتر گئے اور انبیا زادے جو بیت ایل میں تھے۔ نکل کر الیسع کے پاس
آئے اور اسکو کہا تجھے آگاہی ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے تیرے
آقا کو اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا ہاں میں جانتا ہوں تم چپ رہو تب
ایلیاہ نے اسکو کہا کہ اے الیسع تو یہاں ٹھہر کہ خداوند نے مجکو
یریحو کو بھیجا ہے اس نے کہا کہ خداوند کی حیات اور تیری جان کی

قسم میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ وہ بیریحو میں آئے اور انبیا زادے تو بریحو
میں تھے۔ الیسع پاس آئے اور اس سے کہا کہ تو اس سے آگاہ ہے
کہ خداوند آج تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا میں
تو جانتا ہوں تم چپ رہو اور پھر ایلیاہ نے اسکو کہا تو یہاں ٹھہر کہ خداوند
نے مجھکو یردن بھیجا ہے۔ وہ بولا خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم
میں تجھکو نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ وے دونوں آگے چلے اور ان کے پیچھے پیچھے
پچاس آدمی انبیا زادوں میں سے روانہ ہوئے اور سامنے کی طرف دور
کھڑے ہو رہے۔ اور وے دونوں لب یردن (نام دریا) کھڑے ہوئے
اور ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کر پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہو کے
ادھر اُدھر ہو گیا اور وے دونوں خشک زمین پر ہو کے پار ہو گئے اور ایسا
ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے میں تجھ
سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا کچھ دوں تب الیسع بولا مہربانی کر
کے ایسا کیجئے کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو تب وہ بولا
تو نے بھاری سوال کیا سو اگر مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا
تو تیرے لئے ایسا ہوگا۔ اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔ اور ایسا ہوا کہ جوں ہی
وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے۔ تو دیکھو کہ ایک
آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر
دیا اور ایلیاہ بگولے میں سوار ہو کر آسمان پر چلا گیا۔ اور الیسع نے یہ
دیکھا اور چلایا اے میرے باپ اے میرے باپ الخ سلاطین ۲
توراۃ خدا کی آسمانی کتاب ہے۔ اور قرآن شریف کا دعوے ہے کہ
وہ دوسری آسمانی کتابوں کا مصدق ہے اور بل رفع اللہ الیہ سے الخ

کی بھی تصدیق کر دی دیکھو انجیل اعمال باب ۱ آیت ۱۱ دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے گلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔ جب قرآن مصدق ہے تو پھر رسول اللہ کے آسمان پر چڑھ جانے کی تردید ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ پھر تو قرآن شریف مکذب ہوگا۔ کیونکہ ایلیاہ اور عیسےٰ کا قصہ جو اوپر لکھا ہے۔ انسان کا آسمان پر جانا ثابت کر رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا قیاس غلط ہے کہ وہ بشر رسول کے آسمان پر جانے کے لئے ناممکن کہتے ہیں بلکہ اس آیت سے تو قیاس ہو سکتا ہے کہ محمدؐ بھی دوسرے انبیاء کی طرح آسمان پر گئے جیسا کہ معراج والی حدیثوں سے ثابت ہے ورنہ مرزا صاحب کے اپنے متعلق سے تو رسول اللہ کی سخت ہتک ہو گی کہ ایلیاہ اور عیسےٰ کو تو خدا تعالےٰ آسمان پر لے جاوے اور محمدؐ کو فرماوے کہ تو کہدے کہ بشر رسول کبھی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ جب نظیریں موجود ہیں کہ بشر رسول آسمان پر خدا تعالےٰ کی خاص قدرت نمائی سے چڑھ گئے تو ثابت ہوا کہ خدا تعالےٰ میں طاقت ہے کہ بشر کو آسمان پر لیجاوے:۔

دوسری حالت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ میں ہی بشر رسول کو آسمان پر لے جانیکی طاقت نہ ہو۔ مگر یہ حالت قابل تسلیم نہیں جتنی قومیں دنیا میں خدا پرست ہیں۔ یہ کسی کا اعتقاد نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالےٰ انسان کی طرح اسباب کا محتاج ہے اور بشر رسول کو آسمان پر لے جانیکے واسطے عاجز ہے۔ کیونکہ اگر خدا عاجز ہے تو وہ خدائی کے لائق نہیں پس

یا تو خدا کو عاجز ماننا پڑے گا یا جیسا کہ آسمانی کتابوں میں لکھا ہے۔ اور قرآن شریف اس کا مصدق ہے کہ حضرت ادریس آسمان پر گئے حضرت عیسےٰ آسمان پر گئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر گئے تو پھر ضرور تسلیم اور یقین کرنا پڑے گا خدا تعالےٰ کا جواب آسمان پر چڑھنے کی نسبت ہرگز نہیں بلکہ ابشر رسول صرف لکھی ہوئی کتاب لانے اور آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرانے کی نسبت ہے۔ جسکی نظیر آسمانی کتابوں میں نہیں اور نہ کسی رسول کے وقت ہوا۔ ہر زمانہ میں ہر ایک رسول کے وقت یہی مطالبہ رہا کہ اگر قیامت اور عذاب حق ہے تو ہم پہلے آؤ اور ہر ایک نبی کے وقت میں یہی جواب ملتا رہا جو محمد رسول اللہ کو بتایا گیا کہ ہم صرف بشر ورسول ہیں خدائے قادر مطلق نہیں ہیں جس وقت جو کافر مطالبہ کرے ہم پورا کردیں نشانوں کا دکھانا خدا کی مرضی ہے

آخیر میں مرزا صاحب کے محالات عقلی اور فلسفی دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب خود اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۵۰ پر لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا انبیاء علیہم السلام سے ایسا خاص معاملہ ہے کہ دوسروں سے نہیں اصلی عبارت مرزا صاحب کی لکھی جاتی ہے۔ تاکہ کسی مرزائی کو عذر نہ رہے وھو ہذا۔ اور ان سے یعنے انبیاء علیہم السلام سے خدا تعالیٰ کے معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ وہ صادق اور خدا تعالےٰ کا وفادار بندہ تھا اسلئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اسکی مدد کی جبکہ وہ ظالم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اسکے لئے سرد کردیا الخ دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۰ مصنفہ مرزا صاحب

مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خدا تعالےٰ کی خاص عادت ہے اور خاص معاملات ہیں یعنے خدا تعالیٰ

اپنے پیغمبروں اور رسولوں کی خاطر قانون قدرت اور محالات عقلی کا پابند نہیں رہتا اور انکی بزرگی دنیا پر ظاہر کرنے کے واسطے وہ وہ عجوبہ نمایاں کرتا ہے جو دوسری کے واسطے نہیں کرتا جب یہہ بات حق ہے۔ اور مرزا صاحب کا ارکان ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم پر آگ سرد کر دی تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر آسمانی سے جو قرآن میں ہے۔ انکو کیونکر انکار ہو سکتا ہے جب خدا ہر ایک امر پر قادر ہے۔ اور دوسری طرف انبیا علیہم السلام کی خاطر خلاف قانون قدرت بھی کرتا رہتا ہے تو پھر محمد رسول اللہ کو آسمان پر کیوں نہیں چڑھا سکتا ہے۔ جبکہ ابراہیم پر آگ سرد کر دی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اگر محالات عقلی نکرے تو محمدؐ کا مرتبہ کم ہوتا ہے اور یہہ فاسد عقیدہ ہے کہ دوسرے انبیاء کے واسطے تو خدا تعالےٰ قانون کی پابندی توڑدے حضرت عیسےٰ کو خلاف قانون قدرت کنواری کے پیٹ سے بغیر نطفہ باپ کے پیدا کرے اور پھر آسمان پر اٹھا لے حضرت ابراہیم پر آگ سرد کرے حضرت موسےٰ کے واسطے لکڑی کا اژدہا بنا دے مگر محمد رسول اللہ خلاصہ موجودات اور خاتم النبین کو آسمان پر لے جانیکے واسطے قانون قدرت کھول بیٹھے یہہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک ہے کہ ایلیاہ کو تو آسمان پر بگولے پر چڑھا کرلے جاوے۔ حضرت ادریس کو آسمان پر لے جاوے۔ حضرت عیسےٰ کو آسمان پر لے جاوے مگر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مطالبہ کریں تو فرما دے کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یہہ کسقدر ہتک حضور علیہ السلام کی ہے۔ مگر معترض ناڑ جاتے ہیں تاڑنے والے۔ یہہ صرف خود غرضی ہے۔ کہ مرزا صاحب کے دعوے مسیحیت کے لئے روک ہے اسلئے

مرزا صاحب نے ایسا لکھا ورنہ مرزا صاحب تو وہ ہیں جنہوں نے سرمہ چشم آریہ میں اسی قانون قدرت کی ہریں الفاظ مٹی پلید کی ہے :-

یہ ملحدانہ شکوک انہیں لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں کہ جو خدا تعالے کو اپنے جیسا ایک ضعیف اور کمزور اور محدود الطاقت خیال کر لیتے ہیں الخ ۳ سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا صاحب - اب مرزائی بتادیں کہ خدا میں طاقت ہے یا نہیں کہ بشر کو آسمان پر لے جاوے :-

جس حالت میں الہی قدرتوں کو غیر محدود ماننا ایک ایسا ضروری مسلہ ہے - جو اسی سے کارخانہ الوہیت وابستہ اور اسی سے ترقیات علمیہ کا ہمیشہ کے واسطے دروازہ کھلا ہوا ہے - تو پھر کسقدر غلطی ہے کہ یہہ ناکارہ حجت پیش کریں کہ جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے - وہ قانون قدرت سے بھی باہر ہے - الخ ص ۱۲ سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا صاحب اب ذیل میں مرزا صاحب کی فلسفی و عقلی تحقیق ملاحظہ ہو -

منظفر آباد مرہ جہاں سے مولانا صاحب حالی ۔ یہاں تک حضض ماری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے مرزا صاحب اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک بکرا دودھ دیتا تھا -

مرزا صاحب مزید براں لکھتے ہیں کہ ایکے بعد میں معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہمنے بچشم خود مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے - بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پاتا تھا - کیونکہ اسکی ماں مرگئی تھی الخ ص ۳۹ سرمہ چشم آریہ

اسکے بعد اکبر ناظرین غور فرماویں یہہ مرزا صاحب کا ایمان آسمانی کتابوں پر ہے

قرآن میں جو لکھا ہے۔ اسپر تو نیچریا اعتراض محالات عقلی اور خلاف قانون قدرت
کے کرکے خدا کو عاجز انسان کی طرح پابند اسباب سمجھتے ہیں اور انبیاء علیہم
السلام کے معجزات سے خلاف عقل کہکر انکار کرتے ہیں۔ کہ بشر کو خدا تعالے
باوجود قادر مطلق اور خالق و مالک ہونے کے آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ آسمان پر
بشر کا اگر جانا آنا مانیں تو اپنا مسیح موعود ہونا چونکہ باطل ہوتا ہے اس لئے
سب رسولوں کے آسمان پر جانے سے انکار کیا حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قرآن سے بھی انکار کیا کیونکہ حضور علیہ السلام نے اصالتاً نازل
ہونا حضرت عیسے علیہ السلام ابن مریم کا فرمایا اسلئے آپنے ایمان اور کتب
آسمانی کو بالائے طاق رکھکر وہ وہ اعتراض کئے کہ غیر مذہب والوں عیسائیوں
اور آریوں کو بھی نہ سوجھے مگر رسول اللہ کے فرمان کی کچھ قدر نہ کی۔ ... بکرے
کا دودھ دینا مان لیا جو کسی انسان نے نہیں دیکھا اور مرد کا دودھ دینا اور امیر علی
کو دودھ پلانا حق سمجھکر ایمان لائے نہ صرف ایمان لائے بلکہ اپنے ایک
آریہ کو بتاتے ہیں کہ خدا تعالے ایسا قادر مطلق ہے جو مردوں سے عورتوں
کا کام لیتا ہے۔ مسلمانوں یہ قادیانی فلسفہ ہے اور اسی فلسفہ کے زور
سے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مجھکو بھی حیض آتا تھا۔ اور وہ حیض
خشک ہو کر بچے بن جاتے ہیں۔ دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳ اصل عبارت
مرزا صاحب یہ ہے بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی
ور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالے تجھے اپنے انعامات دکھائیگا جو متواتر
ہونگے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال
اللہ ہے الخ

دوئم اپنی کتاب کشتی نوح میں لکھتے ہیں کہ مجھکو مریم بنایا گیا اور

مجھکو حمل ہوا اور درد زہ نے ستایا اور کھجور کے تلے درد زہ مجھکو لے گئی اور وہاں
بچہ ہوا۔ اصل کی عبارت نہایت طویل ہے۔ جس نے قادیانی حقائق و
معارف کی سیر کرنی ہو وہ مرزا صاحب کی کتاب کشتی نوح صفحات ۴۶ و ۴۷
ملاحظہ کرکے انصاف کرے کہ جس قوم کے ایسے امام ہوں جو مرد سے عورت
اور عورت سے مرد بنکر بچے جنیں اور بچے بھی خدا کے اطفال تو پھر وہ قوم
کیونکر مسلمات دین سے انکار نہ کریں افسوس مرزا صاحب نے امیر علی کا اپنے
باپ کے دودھ سے پرورش پانا ایک دہاتی شخص سے سنکر تو مان لیا؟ مگر
خاتم النبیین خلاصہ موجودات اکمل البشر کے فرمان کو کہ وہی عیسےٰ بیٹا مریم
کا جسکے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں آخیر زمانہ میں نازل ہوگا۔ انکار
کرکے تاویل کریں اور مجاز و استعارہ کہکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی مخالفت کریں اور باوجود اس مخالفت کے عاشق رسول اللہ اور
فنافی الرسول کے مدعی نہ صرف محبت رسول اللہ کے مدعی بلکہ متابعت
تامہ کے باعث خود بھی رسول اللہ بھی بن گئے۔ اب کیونکر شک ہٹا
ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک رسول اللہ کا فرمانا تو صحیح نہیں۔ مگر بکرے
کا دودھ دینا اور امیر علی کا باپ کے دودھ سے پرورش پانا بغیر کسی
تاویل کے ماننا تو پھر ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ کے فرمانے کی
قدر عام دہاتی لوگوں کی سی نہیں کسقدر غضب ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر تو محالات عقلی کہکر ابن مریم کے معنے
غلام احمد کر لیں دمشق کے معنے قادیان کر لیں مگر بکرے کے دودھ
کی کچھ تاویل نہو اور یہہ بھی دریافت نہ کریں کہ بھائی بکرے کا دودھ
کہاں سے نکلتا تھا۔ جب بکرے کے پستان نہیں ہوتے اور حیوانات

کا خاصہ ہے کہ جبتک پہلے بچہ نہو تب تک تو دودہ نہیں دے سکتا بکرے کو بچہ بھی ہوا تھا اور اگر بچہ ہوا تھا تو کس راستہ سے نکلا تھا۔ شرم شرم شرم محمد رسول اللہ فرماویں کہ بیٹھے آسمان پر اٹھا کے گئے تو وہاں اسقدر اعتراض کہ کرہ زمہریر سے کیسے گذرا۔ آسمان پر کھاتا کیا ہوگا بول براز کہاں کرتا ہوگا اسقدر عمر دراز کسطرح پائی ضعف پیری سے مر کیوں نہیں گیا وغیرہ وغیرہ مگر امیر علی باپ کے دودہ سے پرورش پاوے تو اسپر کوئی اعتراض نہیں کہ امیر علی کے باپ کے پستانوں سے جو دودہ جاری ہوا کس طرح ہوا کہ بالڑکا اس کے شکم سے نکلا تھا۔ اور لڑکا کس راہ سے نکلا اور لڑکا کس کا تخم تھا۔ یہہ ہے قادیانی فلسفہ اسی عقل پر رسول اللہ کے آسمان پر جانیسے انکار ہے۔ اور ایسے عقل کے اجتہاد سے اس آیت سے وفات مسیح کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ جو کہ غلط ہے پس تیس آیتوں کا جواب ہو چکا اب آخیر میں خلاصہ کے طور پر لکہا جاتا ہے کہ آیات نمبر ۸-۱۲-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۲۴-۲۵-۲۸ ایسی عام ہیں کہ جس سے کسی شخص کی بھی وفات بالفعل ثابت نہیں ایسی تو مثال ہے کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو انکی زندگی میں کہتا کہ آپ وفات شدہ ہیں اور یہی آیات پیش کرتا جن سے موت لازم ہے۔ ایک امر کا لازم ہونا اور ہے۔ اور واقع ہونا اور ہے کوئی آدمی عربی خواں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ این ما تکونو یدرککم الموت۔ کل من علیہا فان۔ اللہ الذی خلقکم ثم یحییکم ثم یمیتکم۔ الم تر ان اللہ انزل من السماء۔ ثم انکم بعد ذالک یمتون۔ انما مثل حیات الدنیا۔ والذی خلقکم۔ ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق ومنکم من یتوفی۔ ما جعلنا لبشر۔ ان آیات

اگر وفات مسیح ثابت ہے۔ تو دوسرے انسان ہم تم کیوں محصور نہیں اور اگر عیسےٰ فوت ہو گئے ہیں تو ہم تم کیوں زندہ ہیں کیونکہ ہم بھی ایسے ہی انسان ہیں ہم کیوں نہ مسیح کی طرح فوت شدہ سمجھتے جاویں مگر چونکہ مشاہدہ ہے کہ ہم زندہ ہیں اور یہ آیات ہمکو فوت شدہ انسانوں کی فہرست میں نہیں لاسکیں تو مسیح کسطرح فوت شدہ کی صف میں آجاوے۔ علیٰ ہذا القیاس آیات ۱۲-۱۵-۱۹-۲۰ کا ایک ہی مضمون ہے۔ ایسا ہی آیات ۱۶ اور ۱۸ کا ایک ہی مضمون ہے اور اسی طرح آیات ۲۶ و ۲۷ دونوں کا مضمون واحد ہے یہ صرف مرزا صاحب کی طول بیانی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ آیات نمبر ۲۲ و ۲۹ عام ہیں انکا حیات ممات سے کچھ تعلق نہیں۔ باقی رہیں آیات نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۱۰ و ۱۱ ان میں کچھ کچھ ذکر مسیح کا ہے۔ پہلی آیت میں وعدہ ہے

دوسری میں ایفائے وعدہ اظہار۔ تیسری میں قیامت کا بیان اور حضرت عیسےٰ کے ساتھ سوال وجواب۔ چوتھے میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر۔ دسویں میں مسیحی دین کے ارکان کا بیان گیارہویں میں اُن کی بریت اُن تہمتوں سے جو یہود نے حضرت عیسےٰ اور اُن کی والدہ پر لگائیں اور ان کے قتل وصلیب کی نفی غرض کہ ایک آیت بھی ان تیئس آیات میں نہیں ہے جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے یا خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کو موت دیدی سب آیتوں میں موت کا لازم ہونا اور ضروری مرنا ہر ایک کے واسطے مذکور ہے۔ جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ ہر ایک مسلمان کا اعتقاد ہے کہ مسیح بعد نزول فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن

کئے جائینگے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جو توفی کے لفظ پر بحث کرتے ہیں۔ بالکل غلط ہے ہم پہلے اسی انجمن کے رسالوں میں قرآن شریف کی ۱۰۱ کی آیات سے ثابت کر آئے ہیں کہ توفی کے معنے پورا پورا لینے اور اپنے قبضہ میں کرنے کے ہیں اور یہ ہی حقیقی معنے ہیں مجازی معنے موت کے اس وجہ سے ہیں کہ موت کے وقت بھی خدا تعالےٰ روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے جیسا کہ نیند کے وقت اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔ جو کہ لفظ قرآنی سے ثابت ہے یعنے واللہ یتوفٰکم فی اللیل یعنے وہ اللہ جو تم کو رات کے وقت سلا دیتا ہے۔ مگر چونکہ جب روح پورا پورا لیا جاوے اور واپس نہ کیا جاوے تو اسکو موت کہتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ توفی کے معنے حقیقی موت نہیں صرف لینا ہے۔ اور موت کے وقت جبکہ روح لے لیا جاتا ہے اس واسطے مجازی معنے موت کے ہیں اسی واسطے تفاسیروں میں کل مفسروں نے اتفاق سے توفی کے معنے اخذ شئی واخیاء والموت نوع صنہ کے کئے ہیں یعنے توفی کے معنے کسی چیز کا پورا پورا لے لینا ہے۔ اور موت ایک دوسری قسم سے ہے۔ قاضی محمد سلیمان صاحب جج ریاست پٹیالہ نے اپنی کتاب تائید السلام حصہ دوم لمائت المرام کے صفحہ ۸۴ پر مرزا صاحب کو انکی زندگی میں چیلنج دیا تھا کہ اگر مرزا صاحب براہ عنایت کسی مستند کتاب لغت میں یہ الفاظ لکھے دکھا دیں کہ توفی کے معنے صرف قبض روح اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے ہیں تو وہ ایک ہزار روپیہ کے انعام پانے کے مستحق ہوں گے :۔

مرزا صاحب نے کوئی جواب نہ دیا جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا ورنہ ایکہزار روپیہ کا انعام

مرزا صاحب کبھی نہ چھوڑتے :-

رفع کے معنے صرف رفع روح کے بتاتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہیں رفع کی بحث گذر چکی ہے۔ یہاں صرف اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ مرزا صاحب جب روح کو بھی امتزاج عناصر سے پیدا شدہ مانتے ہیں۔ تو پھر جس طرح خاکی وجود آسمان پر نہیں جا سکتا ہوائی وجود بھی آسمان پر نہیں جا سکتا کیونکہ مادی ہونیکے باعث اس کا صعود محال ہے۔ اور جسم چونکہ مادی ہے اور مادی چیز سے جو چیز پیدا ہوگی وہ ضرور مادی ہوگی اس لئے روح کا آسمان پر جانا مرزا صاحب کے اپنے مذہب اور اعتقاد کے برخلاف ہے اسبات کے ثبوت ہیں کہ مرزا صاحب کے مذہب میں روح مادی ہے۔ ہم انکی اصل عبارت ذیل میں لکھتے ہیں وھو ہذا۔

غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماں جسم ہی ہے۔ حالانکہ عورتوں کے پیٹ میں روح کبھی اوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے۔ اور جسم کی نشوونما سے چمکتا جاتا ہے الخ دیکھو تقریر مرزا صاحب جلسہ اعظم مذاہب لاہور :-

ناظرین یہ تقریر مرزا صاحب رفع روحانی کی تردید کرتی ہے کیونکہ جب روح ایک مستقل ہستی نہیں اور نہ اوپر سے آئی ہے تو پھر بعد موت اس کا اوپر جانا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ جسم کا اوپر جانا ہم اسوقت اسپر بحث نہیں کرتے کہ مرزا صاحب کا اعتقاد قرآن مجید کے برخلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید سے صاف بعبارت النص ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بغیر نطفہ باپ کے خدا تعالےٰ کیطرف سے بھیجی گئی ہم اسوقت مرزا صاحب کے رفع روحانی کی تردید انکی ہی تحریر سے کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب بقول مرزا صاحب کے روح کی ماں

جسم ہے اور عورتوں کے پیٹ میں اوپر سے نہیں آتی تو جسم کی جزء ہو کر جسم ہوئی
کیونکہ ماں کے پیٹ سے جو چیز پیدا ہوتی ہے ۔ وہ ماں کی جزء ہوتی ہے ۔ یہ روز
مرہ کا مشاہدہ ہے کہ زید جب ہندہ کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے ۔ تو زید ہندہ اپنی
ماں کی جزء ہوتا ہے یعنے اس کے خون حیض کا حصہ ایسا ہی اگر روح کی ماں جسم ہے
جیسا کہ مرزا صاحب کا اعتقاد ہے ۔ تو ثابت ہوا کہ روح بھی جسم کی ایک جزء ہے ۔

دوم مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ روح ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور
پر مخفی ہوتا ہے اس سے بھی روح کا جسم کی جزء ہونا ثابت ہوا کیونکہ نطفہ مرد کی
منی ہوتی ہے ۔ جو کہ خلاصہ یا نچوڑ یا ست خون کا ہوتا ہے ۔ اور خون غذا سے
بنتا ہے ۔ اور غذا مادی اشیاء سے بنتی ہے یعنے اناج و میوہ جات سے
تو ثابت ہوا کہ روح کا اصل نباتات و غذا سے بنتا ہے ۔ جب غذا سے نطفہ
بنا اور نطفہ کے اندر پوشیدہ طور پر روح مخفی ہے ۔ تو اظہر من الشمس روح کا مادی
ہونا ثابت ہوا جب مادی ہونا ثابت ہوا تو جسم عنصری ہوا ۔ تو مرزا صاحب
کے اپنے اعتقاد اور قول سے جسم عنصری کا رفع ہونا ثابت ہوا یا جسم اور
روح دونوں کے رفع سے انکار ہوگا اگر جسم و روح دونوں کے رفع سے
انکار ہوا تو یہ صریح نص قرآنی بل رفعہ اللہ الیہ کے برخلاف ہوا ۔ یا
بل رفعہ اللہ الیہ سے حضرت عیسے کا رفع بجسد عنصری ثابت ہوا جب سے
پایہ ثبوت کو پہونچ گیا کہ جسم و روح دونوں کا رفع ہوا کیونکہ قتل و صلیب
کا فعل جسم پر ہی وارد ہو سکتا ہے ۔ روح کو کوئی صلیب نہیں دے سکتا اور نہ
صرف روح قتل ہو سکتا ہے ۔ پس جو چیز قتل و صلیب سے بچائی گئی اسی کا
رفع ہوا ۔ اور وہ جسم و روح دونوں کی مرکبی حالت کا نام ہے ۔ جسکو عیسے
کہا جاتا ہے ۔ جب مرکبی حالت میں رفع ہونا ثابت ہوا تو صرف روحانی رفع

باطل ہوا اور اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہوا۔ غرض یہہ
بالکل دعوی غلط ہے کہ قرآن شریف سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے
کیونکہ تمام قرآن میں الحمد سے والناس تک ایک آیت بھی نہیں جسمیں
لکھا ہو کہ حضرت عیسے علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی آیت ہے تو کوئی مرزائی
بتاوے بلادلیل ہانکے جانا کہ قرآن سے وفات مسیح ثابت ہے یہ غلط ہے
اور مرزا صاحب کی اپنی تحریریں ثابت کر رہی ہیں کہ انکو خود یقین نہیں تھا کہ قرآن
سے وفات مسیح ثابت ہے کیونکہ انہوں نے قرآن شریف کے علاوہ دلائل اور
ثبوت تلاش کئے۔ مثلاً مرہم عیسے سے وفات مسیح کا استدلال کیا۔ اور یوز آسف کی
قبر جو کشمیر میں ہے۔ اسکو مسیح کی قبر قرار دیکر شور مچایا کہ اس سے وفات مسیح ثابت ہے
کوئی بتا سکتا ہے کہ جب مرزا صاحب ان تیس (۳۰) آیات سے وفات مسیح ثابت کر چکے اور انکا
دل مطمئن ہو گیا تھا۔ تو ایسی دلائل مرہم عیسے اور قبر کشمیر کی کیا ضرورت تھی اب ہم ذیل میں
پہلے مرہم عیسے کی تردید کرتے ہیں اور بعد میں قبر کشمیر کی تردید کرینگے:

ہر ایک شخص جسکے سر میں دماغ ہے اور دماغ کی تمام قوتیں درست ہیں وہ
جانتا ہے کہ نام رکھنے کے وقت بطور تفاول یعنے شگون وفال کے طور پر نام ایسا رکھتے
ہیں جو کسی متبرک اور فن کے ماہر کی طرف منسوب ہو اور یہہ طریقہ ہر ایک زمانہ میں
چلا آیا ہے۔ جیسا کہ جوارش جالینوس۔ یا سرمہ سلیمان۔ یا معجون فلاسفہ۔ یا نمک سلیمانی
وغیرہ وغیرہ کیا کوئی با حواس انسان کہہ سکتا ہے کہ ان ادویہ کو انکی بیماریوں کیواسطے جنکے
نام پر یہہ نام رکھے ہیں حقیقتاً انکو یہہ بیماریاں تھیں اور ان کے واسطے یہہ ادویات ایجاد کی
گئیں ہرگز کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا ہے کہ رود موسے جو حیدرآباد دکن میں ہے حضرت
موسے نے اپنے پانی پینے کے واسطے بنائی تھی حالانکہ قرآن میں او نسقی موسے بھی
موجود ہے۔ ہرگز نہیں تو پھر مرہم عیسے کو کیوں یہہ خصوصیت ہو کہ حضرت عیسے کے صلیبی

زخموں کے واسطے ایجاد ہوئی تھی چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو شفا امراض کی نسبت کیفیتاً ملتی
تھی اسواسطے موجد مرہم عیسےٰ نے تبرکاً اس مرہم کا نام مرہم عیسےٰ رکھدیا جیسا کہ
ہزاروں شعر اسی مضمون پر ہیں کہ خبر لے او مسیحا تو کہاں ہے۔ تیرا بیمار بسمل نیم
جاں ہے ۔ عیسےٰ مریخ گر نگشتہ ایم ناز تو۔ دردے عزیز بودمداوا گذاشتیم
۔ عیسےٰ بہ طبابت بنشانید سقیم را۔ غرض کہ مرہم عیسےٰ کا نام تبرکاً رکھا تھا
ورنہ جاؤ مرزا صاحب نے خود اپنی الہامی کتاب کا نام براہین احمدیہ رکھا ہے
کیا اس کے یہہ معنے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے
حق ہونے میں شک تھا اس واسطے یہہ کتاب تصنیف ہوئی یا اعجاز احمدی مرزا
صاحب کی کتاب کے یہہ معنے ہیں حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعجاز
دکھانے کیواسطے یہہ کتاب تصنیف کی ہرگز نہیں تو پھر مرہم عیسےٰ کو کیوں
عیسےٰ کی بیماری کی خاطر بنائی گئی کہا جاتا ہے اور یہہ بالکل غلط ہے اور دہوکہ
دہی ہے جو مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ طب کی ہزار کتابوں میں لکھا ہے کہ یہہ
مرہم حضرت عیسےٰ کے صلیبی زخموں کے واسطے طیار ہوئی تھی کسی ایک طب
کی کتاب میں اگر کوئی مرزائی دکھاوے کہ عیسےٰ کی صلیبی زخموں کے واسطے یہہ مرہم
حضرت عیسےٰ نے ایجاد کی تھی تو ہم تسلیم کرینگے نہ صرف تسلیم کرینگے بلکہ میں خود وفات
مسیح کا قائل ہو کر رسالہ میں مرزا صاحب کی تائید کروں گا۔ اور اس مرزائی کو ایک
سو روپیہ انعام بھی دوں گا کوئی مرزائی مرد میدان بنے اور کسی طب کی کتاب سے
بتاوے کہ صلیبی زخموں کے واسطے یہہ مرہم تیار ہوئی دوم ترکیب لفظی بتا رہی
ہے کہ مرہم عیسےٰ کا موجد اور نام رکھنے والا حضرت عیسےٰ کے بغیر کوئی دوسرا
شخص ہے۔ کیونکہ مرہم مضاف ہے اور عیسےٰ مضاف الیہ ہے۔ جب عیسےٰ
مضاف الیہ ہے تو اظہر من الشمس ثابت ہے کہ نام رکھنے والے نے تبرکاً نام مرہم عیسےٰ

رکھا جس طرح کسی نے سرمہ سلیمانی نام اپنے سرمہ کا رکھا۔ ہم قرابادین قادری سے مرہم عیسےٰ کی اجزا اور جن جن بیماریوں کیواسطے یہہ مفید ہے۔ ذیل میں لکھتے ہیں تاکہ ثابت ہو کہ یہہ مرزا صاحب کا کہنا بالکل غلط ہے کہ یہہ مرہم صلیب کے زخموں کے واسطے حضرت عیسےٰ کے حواریوں نے بنائی تھی اور ہر ایک حواری نے ایک ایک دوائی تجویز کی تھی۔ مگر خدا کی شان مرزا صاحب نے یہہ نہ سوچا کہ مرہم عیسےٰ کے اجزا تو بارہ ہیں اگر یہہ مرہم واقعی صلیب کے بعد ایجاد ہوئی تھی تو اسکی اجزا گیارہ ہونے چاہئے تھے۔ کیونکہ ایک حواری نے تو خودکشی کر لی تھی تو پھر بارہ اجزا کسطرح ہوئے یا یہہ غلط ہوا کہ ہر ایک حواری نے ایک ایک دوا تجویز کی خیر یہہ ہی مرہم عیسےٰ تو منفصلہ ذیل امراض کے واسطے ایجاد ہوئی تھی نہ کہ صلیب کے زخموں کیواسطے کیونکہ قرآن مجید صلیب کی تردید فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ یعنی عیسےٰ نہ قتل ہوا نہ صلیب پر چڑھایا گیا جب صلیب ہی نہیں دیا گیا تو پھر زخم کیسے اور مرہم کیسی اورام حارہ یعنی جمع ورم گرم یا سخت۔ خنازیر۔ طواعین یعنی سب قسم کی طاعون۔ سرطانات یعنی ورم سوداوی۔ تنقیہ جراحات یعنی زخموں کا تنقیہ۔ اور صلاح یعنی چرک۔ جہت رویانیدن گوشت تازہ۔ رفع شقاق و آثار یعنی شگاف پا ر۔ گر خارش جدید۔ جرب خارش کہنہ۔ سعفہ سر گنج۔ بواسیر صلیبی زخموں پر مفید ہونا کہیں نہیں لکھا

اس مرہم کا نام صرف مرہم عیسےٰ ہی نہیں شروع میں یہہ عبارت ہے

مرہم حواریین کہ مسمی است بمرہم سلیخا و مرہم رسل نیز و آنرا مرہم عیسےٰ نامند اس

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس مرہم کی خصوصیت حضرت عیسےٰ ہی سے نہیں بلکہ اسکی نسبت تمام رسولوں سے ہے۔ کیونکہ رُسل جمع رسول کی ہے۔ اگر صرف حضرت عیسےٰ کے واسطے ہوتی تو مرہم رُسل نہ کہا جاتا بلکہ صرف رسول رسول کہا جاتا۔ اب ثابت ہوا کہ اس مرہم کے چار نام ہیں یعنی حواریین۔ سلیخا۔ رُسل۔ عیسےٰ۔ مگر تعجب ہے کہ

مرزا صاحب نے اس عبارت کو یہہ کہاں سے اور کن الفاظ سے اسقدر عبارت
اپنے پاس سے بنائی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر چڑہا دیا
تھا اور پھر جلدی سے اُتار لیا تھا۔ اسوقت اُن کو زخم ہو گئے تھے۔ اُن زخموں
کے واسطے یہ مرہم تیار کی گئی تھی۔ چلو اسی پر مرزا صاحب کی راستی کا امتحان
کر لو اگر یہہ الفاظ کسی طب کی کتاب سے نکل آویں تو مرزا صاحب سچے ورنہ عاقلان
میرا نمداران کے جھوٹے ہونے میں کیا شک ہے مگر طب کی کسی کتاب میں نہیں
اور نہ انجیل میں ہی کہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح صلیب سے جلدی اوتار لئے گئے
وہاں تو صاف لکہا ہے کہ مسیح مر گئے صلیب پر رہا اور مردہ پاکر بعد امتحان
دفن کیا گیا۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیات ۴۵ سے ۶۰ تک دوپہر سے لیکر
تیسرے پہر تک ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا تیسرے پہر کے قریب یسوع
نے بڑے شور سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنے اے میرے خدا اے
میرے خدا تو کیوں مجھے اکیلا چھوڑا۔ اُن میں سے ایک نے دوڑ کر بادل لیا
اور سرکہ میں بھگویا اور نرکٹ پر رکھکر اوسے چوسایا اوروں نے کہا رہ جا ہم
دیکھیں الیاس اسے چھوڑانے آتا ہے کہ نہیں اور یسوع نے پھر بڑے شور سے
چلا کر جان دی الخ آگے آیات ۵۷ سے جب شام ہوئی یوسف نام آرمتیہ کا
ایک دولتمند جو یسوع کا شاگرد بھی تھا آیا اوس نے پلاطوس کے پاس جا کے
یسوع کی لاش مانگی تب پلاطوس نے حکم دیا کہ لاش اُسے دیں یوسف نے
لاش لیکر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی قبرستان میں جو چٹان کہودی اور
لاش رکھی اور ایک بڑا بھاری پتھر قبر کے مونہہ پر دھکا کر چلا گیا۔

تمت